بنی نوعِ انسان کی اصلاحِ اخلاق کیلئے

علومِ مفیدہ اور تہذیب تمدن کے تمام لوازمات کے علاوہ
ہر قسم کے دینی و دُنیوی، علمی و ادبی، اور اخلاقی و مجلسی مضامین کا

لاجواب تحفہ

اَلْمَعْرُوف بہ

افضلُ الاخلاق

مُؤلفہ و مُرتبہ

مولوی بدر الدین بدر جالندھری

ناشران
باہتمام۔
سید حبیب الرحمن
عزیز پبلیکیشنز 501 گلی مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶

اِنتساب

اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

درحقیقت آپ ایک بڑے خُلق پر ہیں

خداوند تعالےٰ کی مندرجہ بالا آیت کے مطابق میں اپنی اس کتاب کو بھی مجسّمۂ اخلاق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے ساتھ منسوب کرتا ہوں۔ جنہوں نے اپنے رسُول بنائے جانے کی غرض "بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاق" یعنی میں صرف نیک اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ ارشاد فرمائی ہے۔ اور درحقیقت آپ کی شان میں " بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر صادق آتا ہے ؎

طالبِ شفاعت

بدر جالندھری

فہرست مضامین

دیباچہ

قدر شناس کو دکھا ہنر کہ خوبیٔ زر
اگر کھلے ہے تو صرّاف کی نظر چڑھ کر

۱- افضل الاخلاق جو ہر رنگ کے ادبی و اخلاقی، منثور و منظوم مضامین کا بے نظیر دلچسپ مفید کار آمد مؤثر اور دلنشیں مجموعہ اور ہر قسم کے بہترین انتخاب کا مقبولِ عام تحفہ ہے۔ جناب مولوی بدرالدین صاحب بدر جالندھری کی سالہا سال کی عرق ریزی و جگر سوزی کا نتیجہ ہے۔ اور اِس لاجواب ترتیب و تالیف پر میں مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرنا اپنے لئے باعثِ انبساط سمجھتا ہوں ÷

۲- افضل الاخلاق میں اعمالِ صالحین، احسن القصص، حکایاتِ مفید، حقیقت مضامینِ دل پذیر، ظرافتِ لطیف، اذکار و افکار، رموزِ پیامِ زندگی، حقائقِ حیات، نکاتِ خانہ داری، چیدہ

اشعارِ اخلاق و منتخب اشعارِ تصوف اور معلوماتِ عجیب و غریب بہترین اور عالمانہ سلیقے سے جمع کیے گئے ہیں ؂

۳- افضل الاخلاق کا پہلا حصہ جامع الاخلاق ہے جس میں احکامِ خداوندی وارشاداتِ نبویؐ کے علاوہ مشہورِ آفاق خاصانِ خدا و حکما و علماء اور صوفیائے کرام یعنی دُنیا بھر کے مسلم و غیر مسلم تمام بڑے بڑے آدمیوں کے اعلیٰ و پاکیزہ ارشادات اقوال و خیالات اور شعرائے نامدار کے بے شمار چیدہ و منتخب اشعار جو مختلف موضوع، مختلف عنوان اور مختلف مضامین پر مشتمل ہیں۔ نہایت عمدہ قرینہ سے پیش کیے گئے ہیں ؂

۴- افضل الاخلاق کے مطالعہ سے علم و اخلاق، سیرت و تصوف، فقر، تقویٰ، مروت، زہد، عبادت اور معاملت وغیرہ کے وہ نکتے معلوم اور وہ عقدے حل ہو سکتے ہیں۔ جو انسان کی دینی و دُنیوی زندگی کے لئے مشعلِ راہ ہیں ؂

۵- افضل الاخلاق عوام النّاس کی تربیت و اصلاح کے لئے دراصل ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے اور اس کی غرض و غایت ایک ایسا دستور العمل پیش کرنا ہے۔ جو انسان کی دینی و دُنیوی امور میں رہنمائی کرنے کے علاوہ اُسے کامل اطمینانِ قلب عطا فرمائے۔

شبہات کو پریشانی سے نکال لے۔ اور میدانِ ترقیات میں پیش قدم و کامگار دیتا ہے۔ لہٰذا ہر تعلیم یافتہ شخص کے لئے بقدر فہم اس کا ابتدا سے انتہا تک مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے۔

۶۔ افضل الاخلاق میں ایسے حالات کا اقتباس کیا گیا ہے، جو موقع و محل کے لحاظ سے عین موافق و مفید ہیں۔ کچھ عام اور معروف خیالات بھی مذکور ہوتے ہیں اور جگہ جگہ اُردو۔ فارسی اور ہندی کے مشہور ترین شاعروں کے مختلف اشعار حسبِ موقع و محل مزین کئے گئے ہیں۔ جن کا مقصد یہ ہے کہ بزرگوں کی نسبت متوثر افاضہ کریں۔ غرضیکہ کتاب ہذا ناظرین کی تفریح طبع اور وسعت معلومات کے علاوہ انسان کی جسمانی و روحانی اعلمی و ادبی اور عقلی و اخلاقی اصلاح کا بہترین انصاب ہے۔

۷۔ افضل الاخلاق کوئی ایسی کتاب نہیں۔ جسے ایک دفعہ پڑھ کر پھر ہمیشہ کے لئے طاقِ نسیاں پر رکھ دیا جاتے۔ بلکہ ہر طبقہ کے ہر شخص کے لئے بخیال دینی و دنیوی روزانہ استعمال کی چیز ہے۔

۸۔ افضل الاخلاق استادوں، شاگردوں، لیکچراروں، واعظوں، غرضیکہ تمام فارغ التحصیل اور علم دوست لوگوں کے لئے کیمیائے سعادت ہے۔ اسکولوں، کالجوں اور ملک کے تمام ریڈنگ روموں،

لائبریریوں اور درسگاہوں میں بلا تفریق مذہب و ملت اس کی کئی کئی جلدیں ہر وقت موجود رہنی چاہئیں۔ تاکہ شائقین بوقتِ ضرورت اس کے بصیرت افروز مطالعے سے قیمتی معلومات حاصل کرتے رہیں۔

۹۔ افضل الاخلاق کے فاضل مؤلف کی محنتِ شاقہ کی داد دیتے ہوئے میں دُعا کرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ اپنی عنایاتِ بے غایات سے ان کی اِس مفید تالیف کو قبول فرمائے! اور اس کی برکت سے انہیں دُنیا میں فارغ البالی اور عاقبت میں سرخروئی عطا کرے۔

ع ایں دُعا از من و از عالمِ اسلام آمین!

خاکسار

چودھری عُمرالدین بی۔اے، بی۔ٹی جالندھری

عرضِ مؤلف

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر مے خواست
آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

۱۔ فی زمانہ یہ خیال بہت عام ہے۔ کہ لوگوں کے دلوں میں مذہب کی کوئی قدر نہیں اور لوگوں کا رجحان لامذہبی کی طرف روز افزوں ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ لوگوں کو ایمان اور مذہب سے محبت نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خود غرض اور نااہل لوگوں نے مذہب کا خاکہ ایسی بُری طرح اُڑایا ہے کہ عوام الناس کو اب مذہب کا دائرہ بہت تنگ نظر آنے لگا ہے۔ اخلاق اور روحانیت کا ذوق پیدا کرنے کے بجائے لوگوں میں تعصب، تنگدلی، غیریت اور نفرت کے جذبات بھڑکائے جاتے ہیں۔ جس سے بعض لوگ مذہب کو ایک نقصان دہ چیز سمجھنے لگ گئے ہیں۔

صفائیاں ہو رہی ہیں جتنی دل اُتنے ہو رہے ہیں میلے
اندھیرا چھا جائے گا جہاں میں اگر روشنی رہے گی! (حالیؔ)

۲۔ لیکن اگر کسی مذہب کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ اس کی اصلیت ان کے سامنے رکھی جائے۔ اور اس کا صحیح تصوّر دلوں میں نقش کیا جائے۔ تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔ کہ مذہب درحقیقت محبت، رواداری، نیک خیالی اور نیکوکاری کی تلقین کرتا ہے۔ اور مخلوقِ خدا کی صحیح خدمت کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ ؎

وصل کے اسباب پیدا ہوں تیری تحریر سے
دیکھ! کوئی دل نہ دُکھ جائے تیری تقریر سے

علامہ اقبالؒ

۳۔ مگر موجودہ حالات سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ جذبۂ انسانیت ہر شخص کے اندر موجود ہے۔ صلاحیت کا مادہ ہر فردِ بشر میں جاگزین ہے۔ البتہ اگر کچھ کمی ہے تو یہ کہ ان جذبات کو از سرِ نو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ ؎

خُدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
مَیں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

(علامہ اقبالؒ)

۴۔ سو اِسی غرض کے لئے راقم نے نہایت محنت اور جانفشانی سے
تمام مذہبی دُنیا کا بغور مطالعہ کیا۔ اور جگہ جگہ سے بے بہا موتی
لے کر تین سو ساٹھ ۳۶۰ صفحے کی ایک پریم مالا تیار کی جو جامع اخلاق کے
نام سے شائع ہو چکی ہے۔ اور اسی سلسلے کی تکمیل کے لئے انہی مختلف
باغوں سے معطر شگوفے لے کر یہ ایک نیا پریت ہار گوندھا ہے
جو افضل الاخلاق کے نام سے آپ کے سامنے ہے۔ مگر ان
ہر دو گلدستوں کی لُطف اندوز مہک سے محظوظ ہونے کے لئے
لازمی ہے کہ پہلے اپنے دِل و دماغ کو موجودہ زمانے کی عفونت آمیز
فضا کے بد اثرات سے جس میں ایمان اور اخلاق کے لئے ضرر رساں
جراثیم ملے ہوئے ہیں۔ پاک کیا جائے۔ ؎

دِلوں کو پاک کر یا رب! خیالاتِ پریشاں سے
بہت چھائی ہے تاریکی، قلوبِ اہلِ دُنیا پر!

احمدی

۵۔ کسی کپڑے پر رنگ تبھی چڑھ سکتا ہے۔ جبکہ اس کی سابقہ میل
دُور کر دی جائے اِس طرح ان عطر آمیز شگوفوں کی مہک کا پُورا
لُطف تبھی اُٹھایا جا سکتا ہے جبکہ دل کی پہلی کدورت و کثافت
اور دماغ کی سابقہ پراگندگی کو رفع کیا جائے۔

الٰہی! اتشنہ لب ہم ہیں؛ ہمارا خضرِ راہ ہو کر
کرم سے تو ہی پہنچا دے، ہمیں رحمت کے دریا پر
(احمدی)

۶۔ سلسلۂ ہٰذا کی تکمیل کے بعد میں خداوند تعالٰے سے دُعا کرتا ہُوں۔ کہ وُہ اِس ناچیز تالیف کو قبول فرما کر عوام النّاس کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ اور اس سراپا خطا و نسیان کے لئے مغفرت کا سہارا بنائے۔ آمین!

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

طالبِ دُعا
بدرالدین غفرلہٗ

اعمالُ الصّالحینْ

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں، اپنی آستینوں میں!

(علامہ اقبالؒ)

حضرت جنید بغدادیؒ

آپ واقفِ طریقت، ماہرِ شریعت چشمۂ انوارِ الٰہی اور منبعِ فیوضِ لامتناہی تھے۔ آپ کو لوگ لسان القوم، طاؤس العلماء، سلطان المحققین اور اعبد المشائخ کہتے ہیں۔

۱۔ بچپن میں آپ مکتب سے گھر آئے تو باپ کو غمگین دیکھا۔ پوچھنے پر کہنے لگے کہ تمہارے ماموں سری سقطی کے پاس زکوٰۃ بھیجی تھی انہوں نے رد کر دی۔ جنید نے کہا مجھے دیجئے میں لے جاؤں۔ ماموں کو جا کر کہا کہ اُس خدا کے حق پر جس نے آپ پر فضل کیا اور میرے والد کے ساتھ عدل۔ زکوٰۃ قبول فرمایئے۔ پوچھا کہ فضل اور عدل کیسے؟ جواب دیا کہ آپ کو درویشی ملی چاہیں آپ زکوٰۃ لوٹا دیں یا منظور کریں۔ میرا باپ مامور ہے کہ زکوٰۃ کا فریضہ ادا کرے اور مستحق کو دے۔ سریؒ کو یہ بات پسند آئی۔ فرمایا کہ زکوٰۃ سے پہلے میں نے تم کو قبول کیا۔

زکوٰۃِ مال بدر کن کہ فضلۂ رزرا
چو باغبان ببرد بیشتر دہد انگور (سعدیؒ)

۲ - جنید سات سال کے تھے کہ سریؒ ان کو اپنے ساتھ حج کو لے گئے وہاں چار سو بزرگوں کے درمیان شکر کے مسئلہ پر بحث ہو رہی تھی سریؒ نے جنیدؒ کو بھی اپنی رائے بیان کرنے کا اذن دیا۔ کہا شکر یہ ہے کہ جو نعمت خدا نے تمہیں دی اس میں اس کی نافرمانی نہ کرو۔ اور اس نعمت کو سرمایہ معصیت نہ بناؤ۔ تمام حاضرین کیار نے فیصلہ کیا۔ کہ شکر کی سب سے بہتر تعریف ہے۔ پوچھا یہ کہاں سے سیکھی۔ جواب دیا کہ سریؒ کی صحبت سے۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

۳ - علی بن سہیلؒ نے جنیدؒ کو خط میں لکھا کہ نیند غفلت ہے اور محبت میں چاہیئے کہ قرار نہ ہو سونے میں انسان اپنے مقصود سے دور اپنے وقت سے بے خبر اور اپنے آپ سے غافل ہو جاتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ جھوٹا ہے وہ شخص جس نے خدا کی محبت کا دعویٰ کیا اور رات کو سو گیا۔ جنیدؒ نے جواب تحریر کیا کہ راہِ حق میں جاگنا ہمارا معاملہ ہے۔ اور سونا ہم پر فعلِ حق ہے۔ جاگنا اسی وقت تک ہمارے اختیار میں ہے۔ جب تک کہ نیند نہ آئے یعنی سونا ہمارے اختیار سے باہر ہے پس جو چیز ہمارے اختیار کے بغیر واقع ہو اور

حق کی طرف سے نازل ہو بہتر ہے اس چیز سے جو ہمارے اختیار میں ہو اور ہماری طرف سے حق کی جانب ہو۔ لہٰذا نیند محبت کرنے والوں پر خدا کی عنایت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ عالم کی نیند عبادت ہے۔ میری آنکھیں سوتی ہیں۔ نہ میرا دل (اگرچہ تھوڑا سونا تھوڑا کھانے کی مانند بزرگوں کا شیوہ رہا ہے۔ مگر جب نیند آئے تو بہر حال سونا ہی لازم ہے۔ کیونکہ اس وقت کوئی کام بخوبی نہیں ہو سکتا اور صحت کے لئے بھی ضروری ہے۔ کہ نیند پوری کی جائے۔ البتہ اس کی عادت منضبط کرنی چاہیئے۔ ؎ ہے مری ذلت ہی کچھ میری شرافت کی دلیل

جس کی غفلت کو فلک روتے ہیں وہ غافل ہوں میں (اقبالؒ)

۴۔ جنیدؒ اپنے خادم کے ذریعے اسباب سفر تیار کر کے مع اپنے خاص آٹھ مریدوں کے غزا کو گئے۔ ایک رومی بہادر نے آٹھوں کو شہید کر دیا۔ اور آخر جنیدؒ کے ساتھ لڑائی جاری ہوئی۔ نہ صرف ان کی قوت بلکہ روحانی ہیبت سے ایسا متاثر ہوا کہ ترکِ جنگ کر کے عرض کرنے لگا کہ مجھے اسلام کی تعلیم دیجئے۔ جب لازمی معلومات حاصل کر لیں تو کہنے لگا کہ آپ بغداد میں جا کر لوگوں کو ہدایت کی راہ بتائیے۔ اور مجھے اپنی بجائے لڑنے دیجئے۔ تاکہ کم از کم آپ کے مریدوں کی تلافی کر لوں۔ پس اسی تلوار سے آٹھ کو مار کر خود شہید ہو گیا۔ ؎

اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی
کہ ہوں ایک جنیدی و اردشیری (علامہ اقبالؒ)

۵ ۔ سید ناصری حج کو جاتے ہوئے جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرمایا کہ آپ کے جدِ امجد دو تلواریں چلاتے تھے۔ ایک دشمنوں کے مقابلے میں دوسری اپنے نفس کے مقابلے میں۔ آپ کونسی تلوار استعمال کرتے ہیں۔ سید نے کہا بس میرا حج یہیں تھا۔ اب مجھے راہ دکھائیے۔ فرمایا۔ آپ کا سینہ خدا کا خاص حرم ہے۔ اس میں غیر کو راہ مت دیجئے۔

رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا
اُتر گیا جو ترے دل میں لَا شَرِیْکَ لَہٗ (اقبالؒ)

۶۔ ایک دولتمند ہمیشہ ایسے فقیروں کو صدقہ دیتا تھا۔ جو علم اور خدمتِ خلق میں مشغول رہتے تھے۔ بعدازاں وہ شخص خود محتاج ہو گیا۔ جب جنیدؒ نے سنا۔ تو اپنا مال اس کے پاس بھیج دیا اور کہا۔ کہ یہ شخص مستحق لوگوں کو بلاقیمت اپنا مال دیتا تھا اسے اس تجارت میں نقصان نہیں ہونا چاہیئے۔

مقامِ فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیئے! (اقبالؒ)

---

۶۵ ۔ ۳۳۳

حضرت عبداللہ بن مبارک

آپ واقفِ شریعت و طریقت تھے۔ اہلِ علم و اہلِ تصوّف دونوں آپ کی قدر کرتے تھے۔ علمِ ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ آپ کی تصانیف بے شمار اور کرامتیں لاتعداد ہیں۔

۱۔ آپ کی توبہ کا یہ باعث ہوا کہ آپ ایک کنیز پر عاشق ہو گئے اور بیقرار رہنے لگے۔ ایک دفعہ نہایت سردی کی رات میں اپنی معشوقہ کی زیرِ دیوار صُبح تک کھڑے رہے اور تمام رات آپ پر برف باری ہوتی رہی۔ جب صُبح کی اذان ہوئی تو آپ نے اُسے عشاء کی اذان تصوّر کیا۔ جب دن چڑھ گیا تو آپ نے خیال کیا کہ آپ نے تمام رات معشوقہ کے انتظار میں بسر کر دی اور اگر امام نماز میں کوئی لمبی سُورت پڑھتا تو دیوانہ ہو جاتا اور شور و فغاں کرتا تیری فطرت سے فریاد بلند ہوتی اے مبارک کے بیٹے تجھے شرم آنی چاہیئے کہ ایسی مبارک رات تو نے نفس کی خاطر پاؤں پر بسر کر دی۔ اسی وقت آپکے دِل میں ایک درد پیدا ہوا۔ آپ نے توبہ کی اور مشغولِ عبادت ہو گئے اور اس درجہ تک پہنچ گئے جو خاص خاص بندگانِ خدا کو نصیب ہوتا ہے

میانِ عاشق و معشوق ہیچ حایل نیست
تو خود حجابِ خودی حافظ از میان برخیز (حافظ شیرازی)

۲۔ آپ حد درجہ کے متقی تھے۔ ایک دفعہ آپ ایک منزل پر اُترے آپ کے پاس ایک نہایت قیمتی گھوڑا تھا۔ آپ جب نماز میں مشغول ہوئے تو گھوڑا ایک کھیت میں جا کر چرنے لگ گیا۔ جب آپ نے یہ حالت دیکھی تو گھوڑے کو وہیں چھوڑ دیا بایں خیال کہ غیر حلال چارہ اس کے پیٹ کے اندر چلا گیا۔ اور پیادہ پا روانہ ہو گئے ۔

۳۔ ایک سال جب آپ حج سے فارغ ہوئے تو حرم شریف میں ایک ساعت کے لئے سو گئے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ ۲ فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ اِمسال کس قدر لوگ حج کو آئے ہیں دوسرے نے جواب دیا چھ لاکھ پھر اُس نے کہا کس قدر لوگوں کا حج قبول ہوا۔ اس نے کہا کسی کا بھی حج قبول نہیں ہوا۔ آپ فرماتے ہیں جب میں نے یہ سُنا تو میرے دِل میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا اور میں نے کہا کہ اِس قدر لوگ جو اطراف و اکناف سے اِس قدر رنج و تکلیف اُٹھا کر صحراؤں اور بیابانوں کو طے کر کے آئے ہیں اُن کی تمام تکالیف و مصائب رائیگاں گئیں پھر اس فرشتہ نے کہا کہ دمشق میں ایک موچی ہے اُس کا نام

علی ابن الموافق ہے وہ حج کو نہیں آیا ہے لیکن اُس کا حج قبول ہے اور
حق تعالےٰ نے ان سب کو اُس کی طفیل بخش دیا ہے۔ جب میں
نے یہ سُنا تو خواب سے بیدار ہو گیا۔ اور خیال کیا کہ مجھے دمشق جا کر
اُس شخص کی زیارت کرنی چاہیئے۔ جب مَیں دمشق پہنچا تو اُس کا گھر
تلاش کیا اور مکان کے دروازہ پر آواز دی۔ اندر سے ایک شخص نکلا۔
میں نے اُس کا نام دریافت کیا۔ اُس نے کہا علی ابن الموافق۔ میں
نے کہا مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ اُس نے کہا ہاں کہو۔ میں
نے کہا آپ کیا کام کرتے ہیں اُس نے جواب دیا میں پارہ دوزی
کرتا ہوں۔ پھر میں نے خواب کا تمام واقعہ اُس سے بیان کیا۔ اُس نے
پُوچھا تمہارا نام کیا ہے۔ میں نے کہا عبداللہ بن مُبارک اُس نے
ایک نعرہ کیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو مَیں نے کہا
مجھے اپنی حالت سے آگاہ فرمائیے۔ اُنہوں نے کہا مجھے تیس[۳۰] سال سے
حج کی آرزو تھی۔ میں نے اس مدت دراز میں تین ہزار درم جمع کیے
اور اِس سال حج کا ارادہ کیا۔ ایک دن میری بیوی نے جو حاملہ تھی
مجھ سے کہا کہ ہمسایہ کے گھر سے طعام کی بُو آ رہی ہے۔ جاؤ اور
میرے لیے کچھ طعام اُن سے مانگ لاؤ۔ میں گیا تو ہمسایہ نے مجھ سے
یہ ذکر کیا کہ تین رات دن سے میرے بچوں نے کچھ نہ کھایا تھا آج

اتفاقاً مَیں نے ایک مُردار گدھا دیکھا تو اُس سے ایک ٹکڑا گوشت کا
کاٹ لیا اور طعام بنایا وہ تمہارے لئے حلال نہیں۔ جب میں نے یہ سُنا
تو میری جان کو ایک آگ سی لگ گئی۔ میں تین ہزار درم گھر سے اُٹھا لایا اور
اُس کو دے دیئے۔ اور کہا کہ اِس سے اپنے بال بچوں کا گذارہ کرو۔
کہ میرا حج یہی ہے اور خدا تعالیٰ کی خاص عنایت ہے کہ میرے خلوصِ نیت
کو دیکھ کر بغیر ادائیگی مراسم حج اُس نے میرے اس فعل کو قبولیتِ حج
کا درجہ عطا فرمایا۔

زائرانِ کعبہ سے اقبالؔ یہ پُوچھے کوئی
کیا حرم کا تحفہ زمزم کے سوا کچھ بھی نہیں (علامہ اقبالؒ)

۴۔ آپ نے زندگی میں ہی تمام مال درویشوں کو تقسیم کر دیا تھا۔
ایک دن آپ کے پاس ایک مہمان آیا۔ آپ کے پاس جو کچھ بھی تھا
اُس کی تواضع پر خرچ کر دیا اور کہا مہمان حق تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے۔
جہاں تک ہو سکے اُس کی خدمت کرنی چاہیئے۔ آپ کی اہلیہ اس بارہ میں
آپ سے جھگڑنے لگی۔ آپ نے فرمایا ایسی عورت جو نیک کام میں مجھ سے
جھگڑا کرے اُسے گھر میں نہ رکھنا چاہیئے۔ آپ نے اُس کے حق مہر کا انتظام
کر کے اُسے طلاق دے دی۔ حق تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک سردار کی
لڑکی آپ کی مجلسِ وعظ میں آئی۔ اُس کو آپ کی باتیں ایسی اچھی معلوم

ہوئیں کہ گھر آکر اُس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ میرا نکاح کر دیا جائے۔ باپ نے اپنی بیٹی کو پچاس ہزار دینار دے کر اُس کا نکاح آپ سے کر دیا۔ پھر آپ نے خواب دیکھا۔ حق تعالےٰ نے فرمایا کہ تم نے عورت کو ہمارے لیئے طلاق دی۔ اب یہ عورت تجھ کو اُس کے عوض میں عطا کی گئی ہے تاکہ تو جانے کہ کسی کو ہمارے ساتھ معاملہ کرنے میں زیاں نہیں ہوتا۔

۵۔ ایک دن ایک جوان آپ کی خدمت میں آیا اور آپ کے پاؤں پر گر کر زار زار رو دیا۔ اور عرض کیا میں نے ایک ایسا گناہ کیا ہے کہ میں اُسے شرم کے مارے بیان نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا بتلا تو سہی تو نے کیا کیا ہے۔ اُس نے کہا میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں ڈر گیا تھا کہ شاید تو نے کسی کی غیبت کی ہے۔

۶۔ جب آپ کا وقت وفات قریب پہنچا تو آپ نے اپنا تمام مال درویشوں کو تقسیم کر دیا۔ ایک مرید آپ کے سرہانے تھا اُس نے کہا اے شیخ آپ کی تین بیٹیاں ہیں۔ اور آپ دُنیا سے آنکھیں بند کر رہے ہیں۔ اُن کے لیئے بھی کچھ چھوڑ دیجئے۔ ان کی تدبیر آپ نے کیا فرمائی ہے۔ آپ نے ارشاد کیا میں نے اُن سے یہ کہہ دیا ہے۔ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ۔ یعنی اہل صلاح کا کارساز

وہی ہے پس جب کسی کا کارساز اللہ ہو وہاں عبداللہ کی کیا ضرورت ہے۔

نظر بر ہر چہ افگندیم واللہ
نیامد در نظر مارا بجز اللہ (اقبالؒ)

۷۔ ایک دفعہ آپ مرو سے شام گئے تھے۔ اور یہ سفر محض ایک قلم دینے کے لئے اختیار کیا۔ جو آپ نے ایک شخص سے لیا تھا۔ اور اس کو واپس نہ کیا تھا۔

پرہیزگار باش کہ دارائے آسماں
فردوس جائے مردم پرہیزگار کرد (سعدیؒ)

حضرت بایزید بسطامیؒ

آپ اکبرِ مشائخ و سلطان اولیاء تھے۔ بڑے صاحبِ ریاضت وکرامات تھے۔ احادیث وروایات بیان کرنے میں اعلیٰ درجے کا کمال رکھتے تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ مقامِ توحید تمام لوگوں کی انتہائی کوشش آپ کی ابتدائی کوشش کے برابر ہے اور آپ تمام اولیاء پر ایسی ہی فضیلت رکھتے ہیں جیسے ملائکہ میں جبرئیلؑ۔ آپ کو طاؤس العلماء بھی کہتے ہیں۔

۱۔ سلطان اولیاءؒ کو ان کے وطن بسطام سے سات دفعہ لوگوں نے ذلیل کرکے باہر نکالا کیونکہ آپ اُن کی مرضی کے مطابق باتیں نہیں کرتے تھے۔ جتنی کسی جگہ خرابی اخلاق ہو اتنی ہی اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے اور اتنا ہی مُصلح رسوا ہوتا ہے۔

۲۔ سلطان بایزیدؒ مسافرت سے لوٹ کر گھر کے دروازے پر آئے جو بند تھا۔ اور اندر ماں کہہ رہی تھی کہ خدایا میرے مسافر کو اچھی طرح رکھ۔ بزرگوں کے نزدیک اُسے پسندیدہ بنا۔ اور کاروبار میں اُسے کامیاب کر۔ بایزیدؒ رو پڑے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آواز آئی کون ہے؟

کہا آپ کا مسافر ہے۔

۳۔ ایک رات پانی ماں نے طلب کیا۔ نہر سے جاکر لاتے تو ماں سو گئی تھیں۔ موسم سرما تھا آبخورہ لئے کھڑے رہے یہاں تک کہ ہاتھ سُن ہو گیا۔ جب جاگیں تو پیا اور دُعا کی۔ سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ جو مقصد ریاضات مجاہدات اور غربت میں ڈھونڈتا رہا تھا۔ اس رات پا لیا۔ ے

سب سے بڑی سعادت ماں باپ کی ہے خدمت
سب سے بڑی عبادت ماں باپ کی ہے خدمت

۴۔ آپ قبرستان سے آ رہے تھے کہ ایک بڑے آدمی کے بیٹے کو بربط بجاتے دیکھا۔ کہا لاحول ولا۔ نوجوان نے بربط آپ کے سر پر ماری جس سے وہ دونوں ٹوٹ گئے۔

محتسب خم شکست و من سر او
اَلسِّنُّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ

گھر آکر بربط کی قیمت مع حلوے کے اُسے بھیجی۔ اور معذرت چاہی اس پیغام سے کہ حلوا غصے کی تلخی کو دُور کرنے کے لئے بھیجا ہے وہ لڑکا رو پڑا اور اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر سلطان الاولیا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سب کے سب صلاح و تقویٰ سے آراستہ ہو گئے۔

۵- آپ کا ہمسایہ ایک گبر تھا۔ اُس کے ایک شیر خوار لڑکا تھا۔ وہ تمام رات اندھیرے کی وجہ سے روتا رہتا تھا۔ کیونکہ اس کے گھر میں چراغ نہ تھا۔ آپ ہر روز چراغ اُس گبر کے گھر لے جاتے اور وہ لڑکا چراغ کی روشنی میں خاموش ہو جاتا۔ جب وہ گبر سفر سے واپس آیا تو اس لڑکے کی ماں نے آپ کے متعلق ہر شب چراغ کا لانا بیان کیا۔ اس گبر نے کہا جب شیخ بایزید کی روشنی آگئی تو افسوس کہ ہم اپنی تاریکی میں رہیں وہ گبر آپ کی خدمت میں آیا اور مسلمان ہو گیا۔

کرم پیشہ کن کہ آدمی زادہ صید
بہ احساں تواں کرد وحشی بقید

حضرت امام ابو حنیفہؒ

آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت، رہبر عالمین، پیشوائے سالکین، واقف رموز حقائق اور کاشف علوم و دقائق تھے۔

۱- ایک شخص آپ کا مقروض تھا اور جس محلہ میں وہ رہتا تھا وہاں

آپ کا ایک شاگرد فوت ہو گیا۔ آپ اُس کی نماز جنازہ کے لئے تشریف لے گئے۔ تمازتِ آفتاب زوروں پر تھی اور وہاں کوئی سایہ نہ تھا۔ صرف اُسی ایک شخص کے مکان کی دیوار تھی جو آپ کا مقروض تھا۔ لوگوں نے آپ سے کہا۔ کہ ایک ساعت اس دیوار کے سایہ میں آرام فرمائیے۔ آپ نے فرمایا اس صاحبِ دیوار پر میرا کچھ قرض ہے اس لئے میرے لئے اِس دیوار سے فائدہ حاصل کرنا روا نہیں۔ اگر میں اُس سے کچھ منفعت حاصل کروں تو وہ ربٰو یعنی سُود میں شمار ہو گا۔

۲۔ نقل ہے کہ محمد بن حسن نہایت صاحبِ جمال تھے۔ جب آپ نے ایک دفعہ اس کو دیکھا تو پھر اس کے بعد کبھی نہ دیکھا جب اِس کو درس دیتے تو دیوار کے پیچھے بٹھاتے کہ کہیں اس پر نظر نہ پڑ جائے۔ فرمایا کہ عورت کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے لیکن بے ریش لونڈے کے ساتھ اٹھارہ شیطان ہوتے ہیں۔ جو اُسے لوگوں میں آرائش دیتے رہتے ہیں۔ ؎

گر نشیند فرشتۂ با دیو
وحشت آموزد و خیانت و ریو (سعدیؒ)

۳۔ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بیس سال

آپ کی خدمت میں رہا اور اس مدت میں میں نے خیال رکھا کہ آپ کبھی خلا ملا میں اپنا سر برہنہ ہو کر نہ بیٹھے اور نہ کبھی استراحت کے لیے پاؤں دراز کیے۔ میں نے آپ سے عرض کیا اے امام دین اگر آپ خلوت میں پاؤں دراز کریں تو کیا ہو گا۔ آپ نے فرمایا خلوت میں حق تعالیٰ کے ساتھ مؤدب رہنا نہایت اچھا ہے۔

ایک دفعہ آپ حمام کو تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے ایک شخص کو ننگا دیکھا۔ بعض لوگوں نے اس کو فاسق کہا۔ بعض نے کہا ملحد ہے۔ آپ نے یہ دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اسی مرد نے کہا اے امام آپ کی آنکھوں کی بینائی کب سے جاتی رہی۔ آپ نے فرمایا جس وقت سے تمہاری حیا جاتی رہی۔ سے

خوفِ خدا ہے دل میں نہ آنکھوں میں شرم دہر
اہلِ وطن کے حال پر روتے ہیں اہلِ درد (محروم)

۵۔ ایک دفعہ آپ کہیں جا رہے تھے۔ راہ میں ایک لڑکے کو کیچڑ میں چلتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے لڑکے ذرا ہوش سے چل کہیں پھسل نہ جائے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ اگر میں گروں گا تو تنہا گروں گا۔ لیکن آپ ہوش کریں کہ اگر آپ کا پاؤں پھسل گیا تو تمام مسلمان بھی پھسل جائیں گے۔ جو آپ کی متابعت کرتے ہیں اور پھر سب کا

اُٹھنا دشوار ہوگا۔ آپ کو اِس لڑکے کی عقلمندی پر تعجب ہوا اور آپ رو پڑے اور اپنے مُریدوں سے فرمایا اگر تم کو کسی مسئلہ میں شُبہ ہو اور کوئی روشن دلیل موجُود نہ ہو۔ تو اس میں میری متابعت نہ کرو اور میری تقلید کی وجہ سے اپنی تحقیق سے باز نہ رہو یہ شان کمالِ انصاف ہے امام محمد اور امام ابو یُوسف نے بہت سے مسائل میں باوجُود شاگرد ہونے کے اِختلاف کیا ہے۔ ؎

عدل در دُنیا نکو نامت کند
در قیامت خوب فرجامت کند (سعدیؒ)

۶۔ ایک روز آپ بازار جا رہے تھے۔ ایک ناخن بھر مٹی آپ کے جامہ پر آ پڑی۔ آپ اُسی وقت دجلہ کے کنارے پر گئے اور جامہ کو دھو ڈالا۔ لوگوں نے کہا اے امام آپ نے نجاست کی ایک معیّن مقدار کو جائز رکھا ہے پھر اس مٹی کو آپ کیوں دھوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ ہے جیسا کہ آنحضرتؐ نے بلالؓ کو آدھی روٹی جمع کرنے کی بھی اجازت نہ دی تھی۔ حالانکہ خود حضورؐ نے اپنی بیویوں کے لئے ایک سال کا ذخیرہ رکھا۔

حضرت ابو الحسن نوریؒ

آپ حضرت سری سقطیؒ کے مرید اور حضرت جنید بغدادیؒ کے ہم عصر تھے تصوف کو فقر پر فضیلت دیتے تھے۔ جب آپ اندھیری رات میں کلام کرتے تو آپ کے دہن مبارک سے ایسا نور نکلتا تھا۔ کہ تمام گھر روشن ہو جاتا تھا۔ اس لیے آپ کو نوری کہتے ہیں۔

۱۔ آپ کو امیر القلوب اور قمر الصوفیہ کہتے تھے۔ ایثار طینت میں تھا۔ ابتداء میں روٹی لے کر دکان کو جاتے اور صدقہ دے کر خود بھوکے دن کاٹتے۔ یہی حال بیس ۲۰ سال جاری رہا اور کوئی اس پر مطلع نہ ہوا۔

۲۔ عزلت ناپسندیدہ ہے۔ اور اچھی صحبت فریضہ۔ اس فرض کو ادا کرتے ہوئے ہم نشینوں کا ایک دوسرے پر ایثار دوہرا فریضہ ہے جس صحبت میں ایثار نہ ہو وہ حرام ہے۔ ہم نشین پر واجب ہے کہ دوسرے کے حق کو اپنے پر ترجیح دے۔

کچھ وہی سمجھے ہیں یونس زندگی کے راز کو
زندگی جن کی کسی کے واسطے قربان ہے!

۳۔ خلیفہ نے صوفیہ کے خلاف بہت سی باتیں سُنکر آخر اُن کو

مارنے کا قصد کر لیا۔ ابوحمزہ۔ رقام۔ شبلی۔ جنید اور نوری سب حاضر دربار کئے گئے۔ الحاد۔ زندقہ کفر و شرک کے الزامات لگانے کے بعد قتل کا حکم صادر ہوا۔ پہلے رقام کو پکڑ کر لے جانے لگے تو ہنستے ہوئے نوری نے اپنے تئیں پیش کیا۔ اور کہا کہ اول مجھ پر یہ سزا عاید کی جائے کیونکہ میرا طریقہ ایثار ہے دنیا میں سب سے عزیز چیز زندگی ہے جس کے ایک سانس میں آخرت کے ہزاروں سالوں سے بہتر جانتا ہوں۔ کیونکہ یہ جہان خدمت کے لئے ہے اور وہ اجر کے لئے۔ سب سے اچھا اجر قرب الٰہی ہے جو خدمت ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ان چند سانسوں کو جو میرے اور دوسروں کے قتل کے درمیان آئیں گے میں نثار کرتا ہوں خلیفہ اور ارکان دربار متحیر ہوئے اور بادشاہی ارادہ ملتوی کیا گیا۔ قاضی سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ بے حجت ان کو مارنا جائز نہیں اور نہ ان کو بے سند ان کی باتوں سے منع کیا جا سکتا ہے خلیفہ نے کہا وہ باتیں کیا ہیں۔ قاضی نے ان کے سامنے دریافت کرنے کی غرض سے شبلی سے سوال کیا کہ بیس دیناروں پر کتنی زکوٰۃ ہوتی ہے کہا بیس بلکہ ساڑھے بیس۔ پوچھا کیوں اور کیا ایسا کسی نے کیا ہے؟ کہا حضرت صدیق رضؓ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے۔ سب دے دیئے۔ بیس پر جو میں نے ساڑھ چڑھائی۔ تو یہ تاوان کی

وجہ سے ہے کہ بنسل بھی اپنے پاس کیوں رکھے تھے؟ نوری نے
قاضی کو کہا۔ کہ یہ مسائل علمی نہیں ہیں حقیقت کچھ اور ہے۔ جو خدا کے
خاص بندوں کو معلوم ہے وہ مرد ایسے ہیں کہ اُن کا قیام حرکت و سکون
خدا کے ساتھ ہے اور اسی کے ساتھ زندہ ہیں۔ ان کی گفت گو و خاموشی
اس کے ساتھ ہے۔ اگر ایک لحظہ مشاہدہ حق سے دُور رہیں تو مر جائیں
اس کے ساتھ دیکھتے سُنتے کھاتے پیتے اور رہتے سہتے ہیں۔ یہ حقیقی
علم ہے۔ خلیفہ نے سخت متاثر ہو کر کہا کہ اگر یہ لوگ مُنکر اور بے دین
ہیں تو دُنیا میں موحد اور مومن کون ہو گا۔ پس بڑی مہربانی کی وضع ظاہر
کی اور پوچھا کہ اگر کوئی خواہش ہو تو پُوری کی جائے۔ جواب ملا ہماری
خواہش یہ ہے کہ ہمیں بھلا دو۔ نہ اپنے قبول سے مشرف کرو۔ نہ اپنے
رد سے دُور رکھو کیونکہ آپ کا قرب و بعد شادی اور رد و قبول ہمارے
لئے یکساں ہے۔ خلیفہ نے بہت عزت سے سب کو رخصت کیا۔

۴۔ جعفر خدریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن نوریؒ کو میں نے خلوت میں
یُوں مناجات کرتے سُنا:۔

خدایا! گنہگاروں کو عذاب دے گا۔ حالانکہ وہ تیری اپنی مخلوق
ہیں تیرے علم قدرت اور ارادے سے سب کام ہو رہے ہیں جب دوزخ
لوگوں سے بھرے گا تو قادر ہے کہ اُن کی بجائے مجھے سزا دے۔ اور ان کو

بہشت میں داخل کر دے۔ خدری نے اس رات خواب دیکھا کہ خدا تعالٰے نے نوری کو اس تعظیم و شفقت کے سبب جو اُن کو خلقت کے ساتھ تھی مورد مغفرت فرمایا ؎ لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

۵۔ شبلی ایک دن نوری کے پاس گئے جو اِن خاموشی اور سکوت کے ساتھ بیٹھے تھے کہ بال اُن کے بدن پر حرکت نہیں کرتا تھا۔ پوچھا یہ مراقبت کس سے سیکھی۔ جواب دیا کہ بلی سے جو چوہے کے سوراخ پر مجھ سے زیادہ ساکن بیٹھی تھی۔

۶۔ ایک آدمی نماز میں داڑھی سے کھیل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اپنے ہاتھ کو حق تعالٰی کی داڑھی سے علیحدہ رکھ۔ لوگوں نے یہ بات خلیفہ تک پہنچادی۔ تمام فقہا نے اتفاق کیا کہ وہ اس بات سے کافر ہو گیا اور واجب القتل ہے۔ آپ کو خلیفہ کے سامنے کیا گیا۔ خلیفہ نے دریافت کیا کہ کیا آپ نے ایسا کہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں کہا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ بندہ کس کی ملکیت ہے۔ خلیفہ نے کہا حق تعالٰے کی۔ آپ نے فرمایا بھلا پھر داڑھی کا مالک کون ہوا۔ خلیفہ نے کہا جس کی ملکیت بندہ ہے اُسی کی ملکیت ہوئی۔ پھر خلیفہ نے کہا حق تعالٰے کا شکر ہے کہ میں ایک بے گناہ کے قتل سے محفوظ رہا۔ ؎

سعدیا راست رواں گوئے سعادت بردند
راستی کن کہ بمنزل نرسد کج رفتارا

حضرت داؤد طائی رح

امام ابو حنیفہ رح کے شاگرد تھے۔ فقہ میں خصوصاً اور باقی علوم میں عموماً دسترس رکھتے تھے۔ مقتدائے عارفین تھے۔

۱- آپ نے بیس۲۰ دینار میراث میں پائے تھے۔ ان کو آپ بیس۲۰ سال تک کھاتے رہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں اس پر اس لئے نگاہ رکھتا ہوں کہ یہ میری فراغت کا سبب ہے، تاکہ مرنے تک اس سے سامان کروں۔ آپ روٹی کو چبا کر نہ کھاتے تھے۔ بلکہ پانی میں گھول کر پی لیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ روٹی چبا کر کھانے میں جس قدر وقت صرف ہوتا ہے اتنی دیر میں قرآن شریف کی پچاس۵۰ آیتیں پڑھ سکتا ہوں کیا ضرورت ہے کہ وقت کو ضائع کروں ؎

وقت گزرا جا رہا ہے فکر کچھ کر لو ابھی

روؤ گے یونس ضعیفی میں جوانی کے لئے

۲- ایک شخص آپ کی خدمت میں گیا۔ اس نے دیکھا کہ پانی کا ایک

کوزہ دھوپ میں رکھا ہوا ہے ۔ اُس نے کہا اِسے سایہ میں کیوں نہیں رکھتے آپ نے فرمایا جب میں نے اس جگہ رکھا تھا۔ تو اُس وقت سایہ تھا۔ اب مجھے خدا سے شرم معلوم ہوتی ہے کہ نفس کی خاطر تنعم کروں؛

۳۔ آپ کا مکان بہت بڑا تھا۔ اُس کا ایک حصہ خراب ہو گیا۔ آپ دُوسرے حصہ میں جا بیٹھے ۔ لوگوں نے کہا آپ مکان کیوں نہیں بنواتے۔ آپ نے فرمایا میں نے خدا تعالےٰ کے ساتھ عہد کیا ہے کہ دُنیا کی عمارت نہ بنواؤں گا۔ دُوسرے دِن مکان کا وہ حصہ بھی گر گیا اور صرف ایک دہلیز باقی رہ گئی جس رات آپ نے وفات پائی اس رات وہ دہلیز بھی گر پڑی ۔ ایک شخص نے کہا کہ مکان کی چھت ٹوٹی ہوئی ہے ۔ اور امروز فردا گرا چاہتی ہے ۔ آپ نے فرمایا بیس سال سے میں نے اِسکی چھت کی طرف نہیں دیکھا ۔ ؎

جو دُنیا کے سودے میں ہیں دل لگاتے
وہ ہیں آخر کار نقصان اُٹھاتے (محروم)

۴۔ خلیفہ ہارون رشید نے ایک روز امام ابو یوسف سے کہا کہ مجھے حضرت داؤد طائی کی زیارت کے لئے لے چلو جب خلیفہ اور امام ابو یوسف دونوں آپ کے دروازہ پر پہنچے تو آپ نے

اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ خلیفہ نے آپ کی والدہ صاحبہ سے عرض کیا کہ ہماری باریابی کی سفارش کیجیئے۔ انہوں نے سفارش کی لیکن آپ نے اپنی والدہ کی سفارش کو بھی قبول نہ کیا اور فرمایا مجھے ظالموں اور دنیا داروں سے کیا غرض۔ میں ہرگز ظالم کو نہ دیکھوں گا۔ پھر آپ کی والدہ نے کہا کہ الٰہی کیا تیرا حکم ہے کہ ماں کے حقوق کو نگاہ میں نہ رکھا جائے۔ اور میری رضامندی اس میں ہے کہ خلیفہ کو اندر آنے دیا جائے ورنہ مجھے بھی ایسے لوگوں سے کچھ غرض نہیں جو اپنی والدہ کی رضا کے طالب نہیں۔ آپ نے جب اپنی والدہ کے یہ کلمات سُنے تو خلیفہ کو اندر آنے کی اجازت دی۔ خلیفہ کچھ دیر آپ کی خدمت میں بیٹھا رہا۔ جب واپس جانے لگا تو ایک اشرفی نذر گذرانی۔ اور عرض کیا یہ حلال ہے قبول فرمائیے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ اسے اٹھا لیجیے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنا مکان حلال روپوں کے عوض میں فروخت کیا ہے۔ اور میں اُسی روپیہ کو خرچ کرتا ہوں۔ اور میں نے حق تعالیٰ سے دُعا کی ہے کہ جس وقت یہ روپے خرچ ہو جائیں تو مجھے بھی موت دے دے تاکہ میں مخلوق کا محتاج نہ ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ حق تعالیٰ نے میری دُعا قبول فرمائی ہوگی۔ پھر دونوں واپس ہو گئے۔ امام یوسف نے پوچھا کہ آپ کا نفقہ کس قدر رہ گیا ہے

فرمایا دس درم چاندی کے رہ گئے ہیں اور ایک درم روزانہ خرچ ہے۔
ایک دن کا ذکر ہے کہ امام یوسفؒ محراب میں بیٹھ لگائے بیٹھے تھے۔
آپ نے فرمایا کہ آج داؤد طائی نے وفات پائی ہے۔ جب دریافت کیا گیا
تو درست نکلا۔ لوگوں نے پوچھا آپ نے کس طرح جانا۔ ابو یوسف نے جواب
دیا۔ کہ میں نے آپ کے نفقہ کی مقدار سے حساب کیا کہ اب باقی نہیں
رہا ہے۔ اور یہ کہ آپ کی دعا ضرور قبول ہوگی۔ ؎

کاٹیے دن زندگی کے ان یگانوں کی طرح
جو سدا رہتے ہیں چوکس پاسبانوں کی طرح

حضرت منصورؒ

آپ عجیب انسان تھے اور اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ سوز و اشتیاق
میں غرق تھے۔ حضرت شبلیؒ نے فرمایا ہے کہ مجھ میں اور منصورؒ میں
سوائے اس کے کوئی فرق نہیں کہ مجھے لوگوں نے دیوانہ سمجھ کر
چھوڑ دیا اور اُسے عاقل سمجھ کر ہلاک کر دیا۔

ا۔ سیاحت کر کے اپنی فضیلت سے ہندوستان، چین، خراسان

ایران۔ خوزستان۔ بغداد و بصرہ وغیرہ غرض تمام بلادِ عالم میں شہرت حاصل کی بعض بزرگ اُن کے مزاج میں اعتدال سے تجاوز دیکھ کر شروع ہی سے اندیشہ کرتے تھے۔ بلکہ اُن کو زجر فرماتے تھے۔ آخر سبھی علماء نے بھی خلاف فتویٰ دیا۔ چنانچہ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ ہم ظاہر پر حکم کرتے ہیں۔ ایک سال قید میں رہے تو بے شمار لوگ ان کے پاس جاتے اور مسائل دریافت کرتے۔ یہاں تک کہ فتنے سے ڈر کر حکومت نے ممانعت کر دی۔ ابن عطاؒ نے کہلا بھیجا کہ عذر چاہ کر رہائی حاصل کریں۔ جواب دیا کہ جس نے کہا اسے کہو کہ عذر چاہے۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ ہم خود منصورؒ ہیں ؛

۲۔ خلیفہ نے قید سے بُلا کر فساد روکنے کے لئے تین سو چھڑی مارنے کا حکم دیا۔ بے کھٹکے اپنا کلمہ کہے جاتے تھے۔ عبد الجلیلؒ فرماتے ہیں کہ سزا دینے والوں پر بہ نسبت منصورؒ کے میرا اعتقاد زیادہ ہے جو شریعت کا لحاظ رکھتے سُست نہیں ہوتے تھے۔ خود منصورؒ نے بھی پھانسی پر چڑھ کر اپنے مُریدوں کو کہا کہ تمہیں ایک ثواب ہے اور مخالفوں کو دو۔ کیونکہ تمہیں حسنِ ظن ہے اور یہ فرع ہے۔ ان کو توحید کی قوت اور شریعت کی ہیبت مطلوب ہے۔ اور یہ اصل ہے۔

جب امام احمد کو معتزلہ نے بڑھاپے میں اذیتیں پہنچائیں جن سے

نزع کی حالت کو پہنچ گئے تو اُس وقت کسی نے پوچھا کہ ان ظالموں کی بابت آپ کا کیا خیال ہے۔ فرمایا کہ وہ اپنے کو حق پر سمجھتے ہیں اور مجھے باطل پر اور اپنے زعم میں اُنہوں نے مجھے خدا کے لئے مارا ہے اس لیئے میں ان کے ساتھ دشمنی نہیں رکھتا۔

رقابت علم و عرفان کی غلط بینی ہے منبر کی
کہ وہ حلاج کی سُولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا (علامہ اقبالؒ)

۳۔ پھانسی کو چوما اور کہا مردوں کی معراج یہی ہے۔ پھر عجز بشری اختیار کر کے کہا کہ جوانی میں کسی عورت کی طرف شہوت سے دیکھا تھا۔ شاید اُس کی سزا ہے۔ پھر فرمایا کہ درحقیقت یہ سزا راز فاش کرنے کی ہے۔ کیونکہ بادشاہوں کے بھید چھپائے نہ کہ غیروں کو بتائے جاتے ہیں

جو فقر ہوا تلخی دوراں کا گلہ مند
اس فقر میں باقی ہے ابھی بُوئے گدائی (اقبالؒ)

۴۔ پھانسی پر تھے تو خادم نے وصیت طلب کی۔ فرمایا کہ ہمیشہ اپنے نفس کو کسی اچھی چیز میں مشغول رکھو ورنہ تمہیں ایسی بات میں مبتلا کر دے گا جو کرنے کے قابل نہ ہو۔ خود اپنے ساتھ رہنا بزرگوں کا کام ہے۔

۵۔ بیٹے نے وصیت طلب کی تو فرمایا کہ جب لوگ اعمال میں کوشش

کریں تو ایسی چیزیں سعی کریں جس کا ذرہ جن و انسان کے اعمال سے بہتر ہو اور وہ علم حقیقت کا ذرہ ہے اعجاز میں بھی اگر کوئی کام صحیح طور پر بغیر خطا کے سرانجام دیا جائے تو کامیابی بڑی اور یقینی ہے بہ نسبت ان کاموں کے جو بغیر سوچے سمجھے سرسری طریقے پر کئے جاتے ہیں۔

حضرت فضیل عیاض رح

آپ صاحب ورع و تقویٰ، پیشوائے مشائخ، ہادی راہ طریقت پیشوائے منازل حقیقت، آفتاب ہدایت و ماہتاب ولایت تھے۔ کرامات و ریاضات میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔

۱۔ ہارون رشید نے فضیل عیاض رح کے دروازے پر جا کر دستک دی اور کہا امیر المومنین ہے۔ جواب ملا مجھے اس سے اور اسے مجھ سے کیا کام؟ کہا اجازت ہے یا حکم سے اندر آئیں؟ جواب ملا اجازت نہیں حکم سے آتے ہو آؤ۔ ہارون نے نصیحت کی درخواست کی۔ فرمایا تمہارے جد عم رسول نے امارت مانگی تھی۔ آنحضرت صلعم نے جواب دیا تمہیں تمہارے نفس پر امیر مقرر کیا۔ عمر بن عبدالعزیز کو ایک بزرگ نے ہدایت

لی تھی کہ بوڑھوں کو باپ۔ جوانوں کو بھائی۔ لڑکوں کو بیٹے۔ عورتوں کو
اماں بہن کی طرح جانو۔ ملکِ اسلام تمہارا گھر ہے اور مسلمان تمہارے
گھر کے آدمی۔ بوڑھوں کے ساتھ لُطف۔ بھائیوں کے ساتھ کرم۔ بیٹوں
کے ساتھ احسان کرو۔ فرمایا کہ یہاں کے کئی امیر وہاں امیر ہوں گے۔
تم سے ہر ایک شخص کی باز خواست ہو گی۔ اور ہر ایک کا انصاف تم
سے چاہیں گے۔ اگر کسی رات ایک بیوہ اپنے گھر میں احتیاج کی حالت
میں سوئی ہو گی تو تمہارا گریبان پکڑا جائے گا فضیلؒ بیان کرتے گئے
حتیٰ کہ ہارون روتے روتے گر پڑا فضل برمکی نے کہا۔ بس اے فضیل۔
تم نے امیر المومنین کو مار ڈالا۔ فرمایا۔ چُپ اے ہامان۔ تم نے اس
کو مارا ہے نہ میں نے۔ ہارون نے اُسے کہا کہ تم ہامان اس لئے بنے کہ
میں فرعون ہوں۔ پس ہارون نے ایک ہزار سونے کے سکے نذر کئے کہ
یہ حلال ہیں۔ میری والدہ کی میراث میں سے ہیں۔ فرمایا کہ میری نصیحتوں
کو بھلا بیٹھے۔ اور ظلم کرنے لگے۔ میں تمہاری نجات چاہتا ہوں۔ اور تم
میری ہلاکت کے درپے ہوتے ہو۔ میں محتاج نہیں ہوں۔ اسے محتاجوں کو
دو۔ یہ کہہ کر اُٹھے اور ہارون مجبوراً رخصت ہوا۔ ؎

زندگی ہے تو ہے وہی اے دل
جس میں نفسانیت کا نام نہیں! (محروم)

۲۔ فضیل اوائل میں چور تھے۔ پھر چوروں کے سردار ہوئے اور بدمعاشوں کے تجربے سے آخر ان کو ہدایت دینے میں کامیاب ہوئے۔ چوروں نے ایک قافلہ لوٹا۔ ایک آدمی سب نقدی اُٹھا کر بھاگا اور دُور ایک خیمہ دیکھ کر پناہ کے لئے اندر جا گھسا۔ وہاں ایک شخص موٹا کپڑا پہنے تسبیح لئے بیٹھا تھا۔ اس کے پاس روپیہ امانت رکھ کر واپس چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد لوٹا تو وہی شخص چوروں کے درمیان قافلے کا مال بانٹ رہا تھا۔ سر پٹک کر رہ گیا۔ مگر اس شخص نے بُلا کر سب روپیہ اس کے سپرد کر دیا۔ چوروں نے کہا اس قافلے میں نقدی ہم نے بالکل نہیں دیکھی تھی۔ آپ نے کیوں واپس کر دی۔ کہا اس آدمی نے مجھے امین سمجھا تھا اور میں ویسا ہی ہوں فضیل کسی عورت پر عاشق تھے اور لوٹ مار کر کے اُس کو خوش کرتے۔ مگر چونکہ طبیعت میں نیکی اور لیاقت موجود تھی توبہ کر کے ولایت کو پہنچے ؛

۳۔ ہر ایک چیز کی زکواۃ ہوتی ہے اور عقل کی زکوٰۃ متواتر غم ہے عام خیال ہے کہ انسان خوشی سے پھلتا پھولتا ہے۔ مگر ڈاکٹر بوس کے نباتی تجربوں سے ثابت ہوا ہے کہ آفات نشوو نما کا باعث ہوتی ہیں۔ حیوانات میں بھی فکر و اندیشہ ان کی حفاظت اور قوت کا موجب ہوتا ہے اگر انسان اپنے گھر کی مضبوطی کا غم نہ کھائے اور چھت کے

بولنے پر چونک کر باہر نہ بھاگے تو ہلاکت کے نیچے دب جائے گا۔
جسم اس کا شخصی گھر ہے اور وطن اس کا ملی گھر ہے۔ ان کی رفاہ و ترقی کا غم ہو تو تدابیر سوچے گا اور اس سے عقل کی باتیں عوام میں پھیل کر اُن کی آسودگی اور بہبودی کے اسباب مہیا کریں گی۔

کچھ وہی سمجھے ہیں یونس زندگی کے راز کو
زندگی جن کی کسی کے واسطے قربان ہے!

۴۔ فرمایا تین چیزوں کی تلاش مت کرو۔ کیونکہ نہیں ملیں گی۔ عالم جس کا عمل اس کے علم کے موافق ہو۔ عامل جس کا عمل صدق و اخلاص کے مطابق ہو۔ دوست جس میں کوئی نقص و عیب نہ ہو۔ اگر ڈھونڈو گے تو نہ پاؤ گے اور بے یار و مددگار ہو جاؤ گے۔

تو در مقام تجربہ با دوستاں مباش
صائب دریں زمانہ تو بے دوست میشوی

حضرت ابوالحسن خرقانی رح

آپ واقفِ طریقت، ماہرِ شریعت، چشمۂ اسرارِ الٰہی اور منبعِ فیوضِ لامتناہی تھے۔ صاحبِ ریاضت و عبادت ہونے کے علاوہ توحید و تحقیق میں کامل تھے۔

۱۔ سلطان بایزید رح فرماتے تھے کہ ابوالحسن رح مجھ سے تین درجے بڑھ کر ہیں کیونکہ اہل و عیال کی پرورش کرتے ہیں۔ درخت لگاتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ باوجود اس رائے کے جب بوعلی سینا آپ سے ملنے کے لیئے آئے تو ابوالحسن رح کی بیوی نے یہ رائے ظاہر کی کہ میرے جھوٹے اور بے دین خاوند کے ساتھ ملاقات کرنے سے کیا حاصل؟

۲۔ جب ابوالحسن رح اور بوعلی سینا میں ملاقات ہوئی تو حکیم نے ظاہر بینی سے مقدس کلام کی تاثیر سے انکار کیا۔ ابوالحسن رح نے غصے میں آکر برا بھلا کہا۔ ابوعلی بھی متغیر ہو گئے۔ اور چہرہ سرخ ہو گیا بلکہ لڑائی پر آمادہ ہوئے۔ ابوالحسن رح نے معذرت چاہی اور نرم باتیں کیں تو بارے ابوعلی کی طبیعت قرار پائی۔ پھر کلام کی تاثیر کا ذکر چھیڑا تو ابوالحسن رح نے اس معاملے کو دلیل میں پیش کیا کہ میری سخت باتوں نے آپ پر برا اور

ملائم گفتگو نے اچھا اثر کیا۔ ؎

وہ مرد جس کے ذہن میں زباں ہے مرد نہیں
اگر حسینوں کو اس سے نہ کر سکے تسخیر (محروم)

۳۔ حق تعالیٰ نے مجھے فکر عطا کی جس سے میں نے دیکھا جو کچھ اس نے پیدا کیا اور رات دن اس شغل میں رہا۔ پھر فکر بینائی اور شمع ہو کر انبساطِ محبت اور ہیبت بن گئی جس سے گرانباری طاری ہوئی اور میں خدا کی یگانگی میں پڑ گیا۔ وہاں سے ایسے مقام پر پہنچا جہاں فکر حکمت ہو کر مجھے صراطِ مستقیم پر لے گئی اور آخر شفقت بن گئی چنانچہ میں اپنے سے زیادہ لوگوں پر مہربان اور کسی کو نہیں پاتا۔ کاش تمام خلقت کے بدلے میں مرتا اور زہر مرگ کی تلخی میرے سوا اور کوئی نہ چکھتا۔ تمام لوگوں کے عوض مجھ سے حساب لیتے تاکہ ان کی بجائے مجھے سزا ملتی اور صرف مجھے دوزخ میں ڈالتے۔

۴۔ اگر تم سے پوچھیں کہ ابوالحسنؒ کی صحبت سے کیا چاہتے ہو تو ہر ایک اپنا اپنا خیال ظاہر کرے گا۔ اور اگر مجھ سے سوال کریں کہ ان جوانمردوں کی صحبت سے کیا چاہتے ہو تو کہوں گا صرف انہی کو چاہتا ہوں۔ ؎

ما از تو بغیر از تو دیگر چیز نخواہیم
حلوہ بکسے دِہ کہ محبت نخشیدہ است

حضرت حاتم اصمؒ

آپ زاہدِ زمانہ و عابدِ یگانہ تھے۔ حضرت شفیق بلخیؒ کے
مُرید اور حضرت احمد حضرویہؒ کے پیر تھے۔

۱۔ آپ نے ایک دن اپنے مُریدوں سے کہا کہ ایک مدّت سے میں تمہارا رنج کھینچتا ہوں بھلا یہ تو بتلاؤ کہ تم میں سے کوئی بھی جیسا کہ چاہیئے شائستہ ہوا ہے ایک نے کہا فلاں شاگرد نے اس قدر جہاد کئے آپ نے فرمایا وہ تو غازی ہو گا اور میں تو شائستہ چاہتا ہوں۔ دُوسرے نے کہا کہ فلاں شاگرد نے اس قدر حج کئے ہیں آپ نے فرمایا وہ حاجی ہے۔ ایک نے کہا کہ فلاں مرید شب و روز عبادت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ عابد ہے اور مجھے شائستہ درکار ہے۔ مُریدوں نے کہا بھلا آپ ہی فرمایئے کہ آدمی شائستہ کیسے ہو گا۔ آپ نے فرمایا شائستہ وہ ہے جو حق تعالےٰ سے ڈرے اور بغیر اس کے کسی سے اُمید نہ رکھے۔ ؎

دِل ماسوا سے ہٹ گیا یونس سمجھ گیا
میری نماز ان دنوں میری نماز ہے

۲۔ آپ اِس حد تک کریم تھے کہ ایک عورت آپ کے سامنے آئی اور

آپ سے مسئلہ دریافت کیا اس کی ہوا نکل گئی اور وہ شرمندہ ہو گئی آپ نے فرمایا کہ بلند آواز ی سے کہو کہ مجھے سُنائی نہیں دیتا اور میرے کان بہرے ہیں اور آپ کا یہ کہنا اس لئے تھا کہ وہ شرمندہ نہ ہو۔ آپ نے اُس مسئلہ کا جواب دیا اور عورت کو یہی معلوم ہوا کہ آپنے ہوا کی آواز کو نہیں سُنا ہے اور جب تک وہ عورت زندہ رہی آپ نے اپنے آپ کو بہرہ بنائے رکھا۔ اور اسی سبب سے آپ کو اصم کہتے ہیں۔ ؎

جب ذاتِ خداوندی رکھتی ہے میرا پردہ
نا ہو نہ کسی کے جا تو عیب و ثواب اندر (یونس)

۳۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میرے پاس بہت سا مال ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اور آپ کے مریدوں کو اس میں سے دُوں۔ آپنے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ جب تو مر جائے گا۔ تو مجھے کہنا پڑے گا۔ کہ اے آسمان کی روزی دینے والے زمین کی روزی دینے والا مر گیا ؛

۴۔ فرمایا آج کے دن کو غنیمت جانو حق تعالےٰ کو عبادت سے خوش کرو اور نفسِ اَمّارہ کو اس کی نافرمانی سے ناخوش کرو۔ اور اس بات سے ہمیشہ ڈرتے رہو کہ کل تمہیں کیا ہو گا نجات ہو گی یا ہلاکت ؛

حضرت شفیق بلخیؒ

آپ یگانۂ وقت، شیخ زماں، رکن محترم، قبلۂ محتشم، صاحب زہد و تقویٰ اور ماہر علوم تھے۔ تمام عمر توکل میں بسر کی۔ بیشمار کتابیں تصنیف کیں علم طریقت حضرت ابراہیم ادھمؒ سے حاصل کیا۔ حضرت حاتم اصمؒ آپ کے شاگرد تھے۔

۱۔ آپ مکہ شریف تشریف لے گئے۔ وہاں لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا یہاں روزی کی تلاش کرنا جہالت ہے اور روزی کے لئے کام کرنا حرام ہے۔ حضرت ابراہیم ادھم بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا اے ابراہیم معاش کے بارے میں تم کیا کرتے ہو۔ فرمایا اگر کوئی شے مل جاتی ہے تو شکر کرتا ہوں اگر نہیں ملتی تو صبر کرتا ہوں۔ آپ کہنے لگے ہماری گلی کے کتے بھی یہی کرتے ہیں۔ اگر کوئی چیز انہیں مل جاتی ہے تو قناعت کرتے ہیں اور دم ہلاتے ہیں۔ اور اگر نہیں ملتی تو صبر کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ نے فرمایا بھلا پھر تم کیا کرتے ہو آپ نے فرمایا اگر ہمیں کچھ چیز مل جاتی ہے تو ایثار کرتے ہیں اور اگر نہیں ملتی تو صبر کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم ادھم اٹھے اور آپ کا

سر چوم لیا۔ ؎

مسلمان بھی کام کے ہوتے یونسؒ

اگر ان میں تھوڑا سا ایثار ہوتا

۲۔ فرمایا میں نے سات سو علماء سے دریافت کیا کہ عقلمند کون ہے۔ دولتمند کون ہے۔ دانا کون ہے۔ درویش کس کو کہتے ہیں۔ اور بخیل کون ہوتا ہے۔ ان سب یعنی سات سو نے ایک ہی جواب دیا عقلمند وہ ہے جو دُنیا کو دوست نہ رکھے اور دانا وہ ہے کہ دُنیا اس کو فریب نہ دے سکے۔ اور دولت مند وہ ہے جو خدا کی تقسیم پر رضی ہو اور درویش وہ ہے جس کے دل میں زیادتی کی طلب نہ ہو۔ اور بخیل وہ ہے جو حق تعالےٰ کے مال کا حق ادا نہ کرے۔

۳۔ حضرت حاتم اصمؒ نے آپ سے وصیت چاہی۔ ایسی وصیت جو نہایت ہی نافع ہو۔ آپ نے فرمایا اگر عام وصیت چاہتے ہو تو زبان کو نگاہ رکھو اور اس وقت تک جواب نہ دو۔ جب تک کہ اپنی عقل کے ترازو میں اس کا جواب نہ دیکھو۔ اور اگر خاص وصیت چاہتے ہو تو دیکھو کہ اس وقت تک بات نہ کہو جب تک کہ یہ نہ دیکھ لو کہ اگر تم نہ کہو گے تو جل جاؤ گے یا اُس کے نہ کہنے سے کوئی زبردست فتنہ اُٹھ کھڑا ہو گا۔ آپ کی وفات مبارک

۴۲۵ھ میں ہوئی ہے

غرورِ زہد نے سکھلا دیا ہے واعظ کو
کہ بندگانِ خدا پر زباں دراز کرے (اقبالؒ)

حضرت ابوالحسن بوشنجیؒ

آپ صاحب کشف وکرامت، متقی اور پرہیزگار تھے مدت تک بوشنج سے باہر عراق میں رہے۔ جب واپس آئے تو لوگوں نے زندیق کہنا شروع کر دیا تو آپ نیشاپور چلے گئے۔ اور باقی عمر وہیں بسر کی۔

۱۔ ایک روز آپ صوفیا کے مجمع میں جا رہے تھے کہ ناگاہ ایک ترک نے آپ کی گردن پر ایک تھپڑ لگایا۔ اور چلا گیا۔ لوگوں نے اس ترک سے کہا کہ یہ تو فلاں مشہور و معروف شیخ ہیں تم نے ایسی بے ادبی کیوں کی۔ ترک نے معذرت کی۔ آپ نے فرمایا۔ خوش رہو۔ میں نے یہ فعل تم سے نہیں دیکھا اور جہاں سے ہے وہاں غلطی نہیں ہو سکتی ؂

۲۔ ایک روز آپ جبکہ طہارت خانہ میں تھے اُس وقت آپ کے دل میں خیال آیا کہ پیراہن فلاں درویش کو دے دینا چاہیئے۔ اُسی وقت آپ نے خادم کو بُلایا کہ یہ میرا پیراہن لے جاؤ اور فلاں درویش کو دے دو۔ خادم نے کہا طہارت خانہ سے باہر آنے تک توقف فرمایئے آپ نے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ شیطان لعین مجھ کو دھوکا دے اور میری اس نیّت کو بدل ڈالے۔ ؎

کیا عجب بہر مدعا شیطان
بن کے آجائے حافظِ قرآن (محروم)

حضرت ابوبکر شبلیؒ

واقفِ رموزِ طریقت و غریقِ بحرِ حقیقت تھے۔ آپ کے نکاتِ عبادات، رموز، ارشادات، ریاضت و کمالات احاطۂ تحریر سے بالاتر ہیں۔

۱۔ آپ کی ابتدائی حالت یہ ہے کہ آپ علاقہ نہاوند کے امیر یعنی حاکم تھے۔ ایک دفعہ دربارِ خلافت سے تمام امراء کے نام حاضری کے

پروانے جاری ہوئے آپ بھی بحیثیت امیر ہونے کے دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔ خلیفہ نے تمام امرار کو خلعت عطا کی۔ اس اثنا میں ایک امیر کو چھینک آگئی اس نے خلعت سے اپنے منہ اور ناک کو صاف کر لیا۔ لوگوں نے یہ بات خلیفہ سے کہی کہ فلاں شخص نے ایسا کیا ہے خلیفہ نے اس سے خلعت چھین لینے کا حکم دیا اور امارت سے بھی معزول کر دیا۔ آپ جب اس حال سے آگاہ ہوئے تو آپ نے سوچا کہ جو شخص مخلوق کے دیئے ہوئے خلعت کے ساتھ بے ادبی کرتا ہے وہ عزل و استخفاف کا مستحق ٹھہرتا ہے اور اس کی خلعت و رتبہ چھین لیا جاتا ہے۔ پس وہ شخص جو بادشاہ عالمیان کے ساتھ بے ادبی کرے خدا جانے اس کی کیا حالت ہو گی۔ آپ اس وقت خلیفہ کی خدمت میں واپس آئے اور کہا اے خلیفہ تم جو کہ مخلوق ہو اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ لوگ تمہاری خلعت کے ساتھ بے ادبی کریں معلوم ہے کہ تمہاری خلعت کی قدر و قیمت کیا ہے بادشاہ عالمیان نے مجھے اپنی دوستی و معرفت کا خلعت دیا ہے۔ کیا وہ اس بات کو پسند کرے گا کہ میں اس کی دی ہوئی خلعت کو مخلوق کی خلعت سے ناپاک کروں پس آپ خلعت واپس کر کے باہر آگئے۔ اور حضرت خیر نساج کی مجلس میں حاضر ہو کر توبہ کی۔

پہنچا نہ سکے اپنے کو جو اہلِ صفا تک
ہو کیسے یہ امید کہ پہنچیں گے خدا تک (یونس)

حضرت ابراہیم ادھم رح

بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے تھے کہ جو علوم اولیاء اللہ کو حاصل ہوتے ہیں حضرت ابراہیم بن ادھمؒ ان کی کنجی تھے۔

۱۔ ابراہیم ادھم رح اگر کسی کو اپنی صحبت میں رکھتے تو یہ شرط پیش رکھتے کہ خدمت میں کروں گا۔ نماز کی اذان میں دوں گا اور جو مال میسر آئے۔ اس میں ہم دونوں برابر کے شریک ہوں گے۔ ایک دوست نے کہا کہ میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ کہا تعجب ہے تمہارے صدق پر۔

۲۔ جب ابراہیم رح نے بادشاہی چھوڑ دی تو امیر المومنین نے پوچھا کہ اب تمہارا پیشہ کیا ہے۔ کہا کہ دنیا کو اس کے طالبوں کے لئے چھوڑا اور عقبیٰ کو اس کے طالبوں کے واسطے۔ میں نے یہاں خدا کا ذکر اختیار کیا۔ اور وہاں اس کا دیدار۔ کارکنانِ حق کو حاجت پیش نہیں ہے۔

چونکہ اندر بہر دو عالم یار میباید مرا
با بہشت و دوزخ و با حور و غلماں چہ کار

حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ

آپ اپنے زمانہ کے بڑے بزرگ تھے اور شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ مرآۃ الحکما، آپ کی مشہور کتاب ہے، حضرت ابوحفص حدادؒ نے اُنہیں لکھ کر فرمایا کہ جو چیزیں عبا میں ڈھونڈتا تھا۔ قبا میں پائی ﷺ

آپ کی ایک بیٹی تھی۔ شاہِ کرمان نے اپنے بیٹے کے لئے اس کے ساتھ عقد کی درخواست کی آپ نے تین روز کی مہلت طلب کی اور اُن تین دنوں میں آپ مسجدوں کا چکر لگاتے رہے۔ آخری روز آپ نے ایک مسجد میں ایک درویش کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ جب وہ درویش نماز سے فارغ ہوئے آپ نے اس سے شادی کی نسبت سوال کیا۔ درویش نے جواب میں کہا۔ مجھ جیسے مفلس کی شادی کہاں۔ آپ نے فرمایا میں اپنی بیٹی تیرے عقد میں دیتا ہوں۔ اگر تین درم تیرے پاس ہیں۔ تو ایک درم خوشبو میں صرف کرنا۔ ایک درم کی شیرینی اور ایک درم مہر کے لئے۔ غرضیکہ آپ کی بیٹی اس درویش کی جھونپڑی میں داخل ہوئی تو اُس نے وہاں ایک خشک روٹی کو ایک پیالے میں پڑا دیکھ کر پوچھا یہ روٹی

کیسی ہے۔ درویش یعنی شوہر نے جواب دیا کہ یہ روٹی کل کی بچی ہوئی ہے
اور آج رات کے لئے رکھی ہے یتی نویلی دلہن یہ حالت دیکھ کر گھبرائی اور
اپنے باپ کے گھر آنا چاہا۔ پھر درویش نے دلہن سے کہا میں پہلے ہی
سمجھتا تھا کہ بادشاہ کی لڑکی مجھ جیسے بے نوا کے شریک حال نہ ہوگی لیکن
دلہن نیک اختر نے جواب دیا اے میرے سرتاج میں آپ کی مفلسی سے
گھبرا کر اپنے باپ کے گھر نہیں جاتی بلکہ آپ کے ضعفِ ایمان اور یقین کی کمزوری
کے باعث جاتی ہوں۔ کیونکہ آپ نے کل کی روٹی آج کے لئے رکھ چھوڑی
ہے مجھے اپنے بزرگ باپ پر تعجب آتا ہے کہ بیس سال کی عمر تک میری
شادی اس لئے نہیں کی کہ میں کسی پرہیزگار شخص کے ساتھ منسوب ہوں گی۔
لیکن جب میری شادی ہوئی بھی تو آپ جیسے شخص کے ساتھ جو اس
رزاق پر اپنے رزق کا بھی اعتماد نہیں رکھتا درویش آپ کی متوکلہ
اور صابرہ بیٹی کی یہ تقریر سن کر ششدر ہو گیا۔ اور اس نے پوچھا
کہ اب اس گناہ کا کفارہ بھی ہو سکتا ہے۔ آپ کی صابرہ بیٹی نے کہا
کہ یا تو مجھے رکھئے یا اس خشک روٹی کو چنانچہ وہ درویش ہمیشہ کے لئے
اس معاملہ میں اس کا ہمخیال ہو گیا۔

اسیرِ لذتِ تن ماندہ دگر نہ ترا
چہ عیشہا است کہ در ملکِ جاں مہیّا ست

حضرت ابو حفص حدادؒ

قطبِ عالم و بزرگ کامل تھے۔ آپ کو بلا واسطہ کشفِ مراتب حاصل ہوتے۔ حضرت ابو عثمان الحیریؒ آپ کے مرید تھے۔
آپ کو بادشاہِ مشائخ بھی کہتے ہیں۔

آپ کی ابتدائی حالت یہ تھی کہ آپ ایک کنیز پر عاشق ہو گئے۔ اور آپ کا صبر و قرار جاتا رہا تھا۔ کسی نے مشورہ دیا کہ نیشاپور میں ایک یہودی جادوگر ہے وہ آپکے کام کی تدبیر کر سکتا ہے۔ آپ اس کے پاس پہنچے اور اپنا حال بیان کیا۔ یہودی نے کہا آپ کو چالیس روز عبادت نہ کرنی چاہیئے۔ اور نہ ہی نیک خیالات رکھنے چاہیئیں تاکہ میں عمل کروں اور جادو سے آپ کو مقصود تک پہنچاؤں آپ نے ایسا ہی کیا۔ جب چالیس دن گذر گئے تو یہودی کے پاس آئے۔ یہودی نے طلسم کیا تھا وہ بالکل غیر مؤثر ثابت ہوا۔ یہودی نے کہا ان چالیس دنوں میں ضرور آپ سے کوئی نہ کوئی نیکی عمل میں آئی ہے۔ آپ نے فرمایا ان چالیس دنوں میں ظاہراً نیکی تو مجھ سے کوئی بھی عمل میں نہیں آئی ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہوا ہے کہ میں راستہ میں جا رہا تھا۔ تو میں نے راہ سے

ایک پتھر اُٹھا کر کنارہ پر رکھ دیا تھا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے۔ یہودی نے کہا اُس خداوند کو آزردہ نہ کر کہ جس کی نافرمانی تو چالیس دن تک کرے اور وہ اپنی مہربانی سے تیرے پتھر اُٹھانے کی ادنی اسی تکلیف بھی ضائع نہ کرے۔ اِس بات سے آپ کے دِل میں ایک آگ سی لگ گئی اور آپ نے یہودی کے ہاتھ پر توبہ کی اور اپنا آہنگری کا کام کرنے لگے اور اپنا قصہ پوشیدہ رکھا۔ آپ ہر روز ایک دینار کماتے تھے اور اور رات کو مستحق فقراء کو تقسیم کر دیتے تھے اور بیوہ عورتوں کے گھر میں پھینک آتے تھے اِس طرح کہ اُن کو خبر بھی نہ ہوتی ۔

مصروف کارِ خیر ہو تم تمام دِن

تا شب کو یادؔ لذّتِ فردوس خواب میں (محروم)

آپ عشاء کی نماز کے وقت دریوزہ گری کرتے اور اُس سے روزہ افطار فرماتے اور کبھی کبھی ترکاری دھونے والے حوض کی طرف جاتے اور جو کچھ سبزی فروشوں کا اُس میں بچا کھچا ہوتا وہ نکال لیتے اور دھو کر اپنے لئے پکاتے اور اُسی کو اپنی روٹی کا سالن بناتے ۔

حضرت حمدون قصارؒ

ارباب ذوق وشوق کے پیشوا تھے۔ فقہ وحدیث میں بہت ماہر تھے۔ حضرت ابوتراب بخشیؒ کے مرید اور حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے پیر تھے۔ آپ بہت صاحب تقویٰ تھے۔

آپ کا تقویٰ اس قدر تھا کہ آپ ایک رات ایک دوست کے سرہانے بیٹھے تھے۔ اور دوست نزع کی حالت میں تھا۔ جب آپ کا دوست وفات پا چکا تو آپ نے چراغ بجھا دیا۔ لوگوں نے کہا۔ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ آپ نے فرمایا اس وقت تک تو ہمارے دوست کا مال تھا لیکن اب یتیموں کا مال ہے ہمیں تیل جلانا نہ چاہیئے۔

حضرت یوسف اسباط ؒ

آپ بڑے عابد، زاہد، متقی اور پرہیزگار تھے اور تارک الدنیا ہو کر زندگی بسر کرتے تھے ۔

آپ نے حذیفہ مرعشی کو خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے تم نے اپنے دین کو دو جبہ کے عوض فروخت کر ڈالا ہے ۔ وہ اس طرح کہ تم بازار میں ایک چیز خریدنے کے لئے گئے ۔ اس چیز کے مالک نے تم سے دو دانگ قیمت طلب کی اور تم اس کی تہائی دینے پر رضامند تھے ۔ چونکہ وہ تم کو پہچانتا تھا اس لئے تمہاری نیکو کاری کی وجہ سے وہ بول نہ سکا اور تم کو وہ شے اس نے تھوڑی قیمت پر ہی دے دی ۔

ہم نے سامان کئے اپنی تباہی کے لئے
کچھ توجہ نہیں کی امر و نواہی کے لئے
بھاگتے چور کی لنگوٹی سمجھ کر آخر
سند آگے رکھ لیا ایمان گواہی کے لئے (یونس)

حضرت خیر نسّاجؒ

آپ مُفتیِ ہدایت اور مہدی ولایت تھے حضرت سری سقطیؒ کے مُرید تھے مدت تک کُوفہ میں ایک شخص کے ہاں کپڑا بُنتے رہے۔ اِس لئے آپ کو نساج کہتے ہیں۔

آپ کی وفات کا وقت قریب نماز مغرب کے تھا۔ حضرت عزرائیل آئے تو آپ نے تکیہ سے سر اُٹھایا اور فرمایا عَفَاکَ اللہ کچھ ذرا صبر کرو اور پھر اپنا کام کرو۔ میں اور آپ دونوں اُس کے تابعدار بندے ہیں تم کو حکم دیا گیا ہے کہ اِس کی جان نکال لو اور مجھے حکم دیا ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو نماز پڑھ لو۔ جو کچھ تم کو حکم دیا گیا ہے۔ وہ فوت نہ ہوگا۔ اور جو کچھ مجھے حکم دیا گیا ہے وہ فوت ہوا جاتا ہے۔ ذرا توقف کرو تاکہ میں وضو کر لوں پس آپ نے وضو کر کے نماز ادا کی اور جان حق تعالیٰ کے سپرد کر دی کسی شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے یہ نہ پوچھو لیکن بخس دُنیا سے نجات پا گیا ہوں۔

مولوی روتا ہے کہ عُقبےٰ نہ ملی ✲ دُنیا کہتی ہے کہ دُنیا نہ ملی
ایک میں ہوں کہ نہیں آتی ہوش ✲ کیوں ملی کیسے ملی کیوں نہ ملی (د.یونس)

حضرت ابو اسحٰق گاذرونیؒ

مقتدائے ماہرانِ شریعت، پیشوائے واقفانِ طریقت اور اپنے وقت کے قطب الاولیا تھے۔ آپ کے فضائل، خصائل، کمالات ریاضات اور عبادات کا بیان کرنا قدرتِ قلم سے باہر ہے۔

بصرہ میں صوفیوں کی ایک جماعت کے ہمراہ آپ کو کھانا کھانے کا اتفاق ہوا دستر خوان پر گوشت بھی موجود تھا۔ آپ نے گوشت نہ کھایا صوفیوں نے خیال کیا کہ شاید آپ گوشت نہیں کھایا کرتے جب آپ تنہا ہوئے تو آپ نے اپنے نفس سے مخاطب ہوکر کہا کہ شاید لوگ گمان کرتے ہیں۔ کہ میں گوشت نہیں کھاتا۔ اب مجھے ان کے گمان کو غلط نہیں کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ آپ نے اس دن کے بعد تمام عمر گوشت نہ کھایا۔ آپ نے مریدوں سے وصیت کی تھی کہ کبھی کچھ تنہا نہ کھائیں۔ ؎

دل کو بدعت سے بچانا ہے تو گر لس سوچ لو
ہر نفس کو تازہ رگ کا تازیانہ چاہیئے

حضرت ابو اسحٰق خواصؒ

صاحبِ طریقت و واقفِ حقیقت تھے۔ آپ کا شمار کبار اولیاء اللہ میں تھا۔ لوگ آپ کو رئیس المتوکلین کہا کرتے تھے۔ آپ اکثر زنبیل بنایا کرتے تھے اِس لئے آپ کو خواص کہتے تھے۔

ایک درویش نے آپ سے درخواست کی کہ میں سفر میں آپ کے ہمراہ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے منظور فرمالیا اور کہا کہ ہم دونوں میں ایک امیر ہونا چاہیئے تاکہ تمام کام اچھی طرح سر انجام پائیں۔ درویش نے کہا پھر آپ ہی حاکم بن جائیے۔ آپ نے فرمایا اب تم مطیع بنو۔ جب ہم ایک منزل پر پہنچے تو آپ نے مجھ سے بیٹھنے کو کہا اور خود پانی لائے۔ چونکہ سردی کا موسم تھا اس لئے آپ نے لکڑیاں اکٹھی کیں اور آگ جلائی پھر راہ میں جو کام بھی ہوتا آپ خود اُسے کر لیتے اور مجھے کرنے کی اجازت نہ دیتے اور فرمایا شرط یہ ہے کہ میں امیر رہوں اور تم مطیع رہو۔ راستہ میں نہایت زبردست بارش ہوئی تو آپ نے لبادہ اُتار کر مجھ پر ڈال دیا۔ اور تمام رات لبادہ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر مجھ پر سایہ کئے رہے۔ تاکہ میں بارش سے محفوظ رہوں۔ میں یہ دیکھ کر

نہایت شرمسار ہوا لیکن از روئے شرط کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے کہا کہ آج میں امیر بنوں گا۔ آپ نے فرمایا بہتر ہوگا۔ جب ہم منزل پر پہنچے تو آپ نے تمام خدمت اپنے ذمہ لے لی۔ میں نے کہا امیر کے فرمان کے خلاف کیوں عمل کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا نافرمانی وہ ہوتی ہے کہ امیر کو اپنی خدمت کے لئے کہا جائے۔ آپ مکہ معظمہ کے طویل سفر میں میرے ساتھ یہی سلوک فرماتے رہے۔ جب اس جگہ پہنچے تو آپ کے حسن سلوک سے شرمندہ ہو کر بھاگ گیا۔ آپ نے مجھ کو مقام منا میں دیکھا تو فرمایا بیٹا دوستوں سے اس طرح محبت رکھنی چاہیئے جس طرح میں نے تم سے رکھی۔

دین و دنیا میں تمدن کا تقاضا ہے یہی
کر بھلا دنیا میں تیرا بھی بھلا ہو جائے گا (دیوانِ سرخ)

حضرت ممشاد دینوری رح

صاحبِ زہد و تقویٰ تھے اور عبادت و ریاضت میں
اپنا مثل نہیں رکھتے تھے ۔
آپ اپنی خانقاہ کا دروازہ بند رکھتے ۔ جب کوئی مسافر آتا تو
آپ اس سے دریافت فرما لیتے کہ مسافر ہے یا مقیم اگر مقیم ہو تو
اس خانقاہ میں آجاؤ ۔ اور اگر مسافر ہو تو یہ خانقاہ تمہاری جگہ نہیں
ہے کیونکہ جب تم چند روز یہاں رہو گے اور مجھے تم سے اُنس ہو
جائے گا اور پھر اُس وقت تم جانا چاہو گے تو مجھے اس سے تکلیف
ہو گی اور مجھ میں تمہارے فراق کی طاقت نہیں ؎

آشنائی با مسافر کردن اے دل خوب نیست
او بوطنِ خویش رفتہ داغ بر سینہ بماند

حضرت ابو علی الدقاق رح

آپ اپنے زمانہ کے تمام صوفیائے کرام سے ممتاز تھے۔ حدیث و تفسیر میں کامل مہارت رکھنے کے علاوہ جو نکات آپ معمولاً بیان فرماتے تھے بڑے بڑے لوگ اُن کے سمجھنے سے عاجز رہ جاتے تھے۔ سوز و گداز کی وجہ سے آپ نوحہ گر قوم کے نام سے موسوم ہو گئے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن ایک جنازہ دیکھا۔ جسے تین مرد اور ایک عورت اُٹھائے لئے جا رہے تھے جس طرف سے اُس عورت نے اُٹھایا ہوا تھا۔ میں نے اُٹھا لیا یہاں تک کہ ہم قبرستان میں پہنچ گئے اور نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد اُس کو دفن کر دیا۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ کیا تمہارے کوئی ہمسایہ وغیرہ نہ تھے۔ جو تمہاری مدد کرتے اُنہوں نے کہا یہ میّت مخنّث کی تھی اور وہ اس کو حقیر جانتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں مجھے اُن کی حالت دیکھ کر رحم آگیا۔ میں نے کچھ گندم اور چند درم ان کو دیئے۔ اسی شب میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا کہ جس کا چہرہ منوّر اور نہایت قیمتی لباس

پہنا ہوا تھا۔ اُس نے تبسم کیا۔ اور کہا کہ میں وہی مخنث ہوں اِس کے سبب سے کہ لوگ مجھ کو حقیر جانتے تھے۔ حق تعالےٰ نے مجھ پر رحمت کی ۔

نگاہِ یار نے اِس وقت تاکا ہے یونسؔ
کِسی قطار میں جبکہ مرا شمار نہیں

حضرت محمد بن اسلمؒ

علاقہ طُوس کے رہنے والے تھے۔ یگانۂ جہاں و مقتدائے زماں تھے۔ آپ نے سُنت کی متابعت بہت فرمائی ہے۔ لوگ آپ کو لسان الرسول کہا کرتے تھے ؎

حضرت محمد اسلمؒ کو خراسان کا کوتوال کہتے تھے۔ ان کی وعظ سے پچاس ہزار آدمی راہِ راست پر آئے۔ پھر بھی معتزلہ نے اُن کو دو سال قید میں رکھا۔ والیٔ نیشاپور نیا مقرر ہوا تو لوگ اس کی تعظیم کے لیے گئے۔ مگر اُن سے ملنے وہ خود آیا جب پروا نہیں کی تو والی نے کہا کہ الٰہی میں البتہ بُرا آدمی ہوں جو یہ مجھے پسند نہیں کرتے۔ اور یہ چونکہ اچھے آدمی ہیں۔ اِسلئے مَیں انہیں اچھا سمجھتا ہوں۔ تو اپنے فضل سے میرے بُرے کاموں کو اچھا کر ۔ ؎

دھوکا کھاتے ہیں جو سمجھتے ہیں ؎ مَیں بھلا ہوں بھلائی کرتا ہوں (یونسؔ)

حضرت احمد حرب رح

عالم، زاہد، متقی اور پرہیزگار تھے اور بہت سے لوگ آپ کے معتقد تھے۔
احمد کا ایک پڑوسی بہرام نام آتش پرست۔ اس کا مال چوری ہو گیا
تو اپنے احباب کے ساتھ اس کی غمخواری کو گئے۔ بہرام نے گمان کیا کہ قحط
پڑا ہوا ہے۔ اس لئے دستر خوان کا حکم دیا۔ مگر احمدؒ نے کہا کہ چوری کا حادثہ
سُن کر اظہار افسوس کے لئے آئے ہیں۔ بہرام نے کہا۔ اس واقعہ میں مجھ
پر تین شکر واجب ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ دوسروں نے میرا مال چرایا۔
میں نے نہیں۔ دوسرا آدھا ابھی میرے پاس ہے تیسرا یہ کہ دنیا کو ضرر
پہنچا ہے اور دین میرے پاس ہے۔

زر کے آنے کی خوشی ہے اور نہ زر کے جانے کا غم
کیونکہ جو کچھ پاس ہے وہ بیش و کم جانے کو ہے (یونس)

احمد نے دوستوں کو کہا۔ کہ بات لکھنے کے قابل ہے اس سے
آشنائی کی بُو آتی ہے۔ پھر گبر کو کہا کہ آتش پرستی کیوں کرتے ہو؟ اس نے
جواب دیا تاکہ کل مجھے نہ جلائے۔ فرمایا آگ کمزور چیز ہے۔ ایک بچے کے
پانی ڈالنے سے بجھ جاتی ہے۔ خاک اس پر ڈالی جائے تو اس کو ہٹانے

کی قوت نہیں رکھتی جاہل ہے۔ خوشبو اور بدبو کی تمیز نہیں رکھتی۔ دوست اور دشمن دونوں کو جلا دیتی ہے۔ پھر اس نے بہت سے سوال کئے اور خاطر خواہ جواب پانے پر مسلمان ہو گیا۔ بچتر سال کا تھا۔

حضرت عبداللہ مغربیؒ

ظاہر و باطن میں بے مثل تھے۔ اکثر مشائخ کرام کے اُستاد تھے ہمیشہ احرام باندھے رہتے تھے۔ اور اکثر گھاس کی جڑیں کھایا کرتے تھے۔ آپ نے ایک گھر میراث میں پایا۔ اُسے بیچ کر پچاس۵۰ دینار کمر میں باندھے اور سفر پر چل پڑے۔ ایک اعرابی سامنے آیا جو للکارا کہ پاس کیا ہے؟ فرمایا سچ کہنا بہتر ہے۔ پچاس۵۰ دینار۔ اعرابی نے طلب کیے تو اُس کے حوالے کیے۔ اُس نے گنے اور پورے پائے تو اپنا اُونٹ بٹھا لیا اور آپ کو ساتھ سوار کر کے کہا کہ آپ کی سچائی سے میرا دل محبت سے بھر گیا۔ پھر آپ کے ساتھ حج کو گیا اور مدت تک صحبت میں رہ کر ایک بزرگ شخص بن گیا۔

به از راستی در جہاں کار نیست
کہ در گلبن راستی خار نیست (سعدیؒ)

حضرت ابو نصر سراجؒ

علاقہ طوس کے رہنے والے علوم ظاہری و باطنی کے ماہر تھے لوگ آپ کو طاؤس الفقراء کہتے تھے۔

فرماتے ہیں کہ آداب کے بارے میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔ اہلِ دنیا کے نزدیک فصاحت، بلاغت، علوم و فنون، رسوم تاریخ قصص اور اشعار ادب ہیں۔ اہلِ دین کے نزدیک دل کی پاکی راز کی رعایت جو بلند خیالات دل میں آئیں ان کو بغیر پوری تحقیق و تدقیق کے ظاہر نہ کیا جائے) اعضاء کو ترتیب سے درست حالت میں رکھنا۔ احکام کی پابندی۔ بے جا خواہشوں کو ترک کرنا۔ اور نفس کو تابع بنانے کی عادت ادب ہے ان دونوں سے زیادہ خاص اشخاص کے نزدیک وقت کو ہمیشہ بہتر کاموں میں خرچ کرتے رہنا۔ ہر قسم کے عہدوں کو ایفا کرنا۔ دل کے اندیشوں کی طرف بہت کم ملتفت ہونا۔ اور حق کی طلب کے اثناء میں اس کے دریافت کرنے پر اور درجہ عالی قرب حاصل کرنے کے بعد بھی خلق پر قائم رہنا ادب ہے۔

دلا در وفا باش ثابت قدم
کہ بے سکہ رائج نباشد درم

حضرت ابو العباس نہاوندی

آپ صاحبِ ورع و تقویٰ تھے۔ ریاضت بہت کرتے تھے آپ نے فرمایا۔ فقر کا آخر تصوف کا اول ہے ؂

آپ ٹوپیاں بنا کر گذارہ کرتے اور کمائی کا آدھا حصّہ صدقہ میں دیتے۔ ایک دولت مند مرید نے پوچھا کہ زکوٰۃ کسے دوں۔ فرمایا۔ جس پر تمہارا دل مطمئن ہو اُس نے ایک اندھے کو روپے دیئے۔ اتفاقاً دوسرے دن اُسے دیکھا کہ خرابات میں شراب پیتے، گانا سنتا اور اُن سے بدفعل کا مرتکب ہونے کو ہے۔ شیخ سے یہ ماجرا سنایا۔ اُنھوں نے ایک روپیہ دیا اور کہا جو شخص سامنے آئے اُسے دے دینا۔ ایک سیّد کو دیکھ کر روپیہ اُس کے حوالے کیا اور چپکے سے اُس کے پیچھے ہولیا۔ وہ ویرانے میں گیا اور ایک مُردہ چکور دامن کے نیچے سے نکال کر پرے پھینک دیا۔ دریافت ہوا کہ سات روز سے اپنے بال بچوں سمیت بھوکا تھا۔ اور سوال کی ذلت اپنے پر روا نہیں رکھتا تھا۔ ویرانے سے مُردہ جانور اُٹھا کر کھانے کے لئے لے گیا تھا۔ جب اضطرار جاتا رہا تو اُسے پھینک دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ مالِ حلال ایسی

ہی جگہ پہنچ جاتا ہے۔ اور جس میں شبہ ہو مست اندھوں کے ہاتھ
پڑتا ہے۔ ؎

پلصراط پر کیوں شیخ و شاب کانپ گئے
گناہگار اسی وقت بات بھانپ گئے
حلال مال کی قربانیاں نہیں کی ہیں
جبھی تو راہ میں دنبے تمہارے ہانپ گئے (ریولس)

حضرت سمنون محبؒ

حضرت جنید بغدادیؒ کے ہم عصر تھے۔ مشائخ کبار میں سے
تھے۔ خود اپنے آپ کو سمنون کذاب کہتے تھے۔

جب آپ کی مقدس شہرت بغداد میں بہت ہو گئی تو حاسد بھی
پیدا ہو گئے۔ منجملہ ان کے غلام خلیل نامی ایک شخص نے عموماً علماء کو
خلیفہ کے سامنے برا بھلا کہنا شروع کیا۔ تاکہ اپنے علم کا سکہ جمائے۔
ایک دولتمند عورت نے سمنون محبؒ کے ساتھ نکاح کرنا چاہا۔
آپ نے انکار کیا تو وہ غصے میں آکر خلیل کے پاس پہنچی اس
نے تہمت لگا کر خلیفہ کو آپ کے مارنے پر برانگیختہ کیا۔

مگر تحقیق پر آپ کی بریت اور عزت ہوئی غلام خلیل کو آخر ایسی بیماری لاحق ہوئی کہ اس کی بد بو سے خلیفہ کیا کوئی بھی اُسے نزدیک نہیں آنے دیتا تھا مشائخ وقت نے اظہار افسوس کیا کہ وہ ہمارے حق میں اچھا تھا کہ ہماری بُرائیاں بیان کر کے ہم پر مصیبت نازل کراتا تھا۔

غم سے اکثر ٹوٹتا ہے وقت و موسم کا نظام
شام ہو جاتی ہے صبح اور صبح ہو جاتی ہے شام (محروم)

حضرت مالک بن دینارؒ

پیشوائے دین اور رہبر سالکین تھے حسن بصریؒ کے ہم عصر تھے۔ آپ کی کرامات و ریاضات شہرہ آفاق ہیں۔

دمشق میں جامعہ معاویہؓ کے ساتھ بہت اوقاف تھے اور اس مسجد کی امامت کے ساتھ بہت عزت و مرتبت وابستہ تھی۔ مالک بن دینارؒ بھی بہت مال و جال کے مالک تھے۔ امام بننے کا خیال ہوا ایک سال مسجد میں معتکف رہے۔ تا کہ لوگ انہیں پسند کریں۔ مگر کسی نے التفات نہ کیا۔ آخر متنبہ ہوئے کہ اتنی مدت منافقت سے عبادت کی

توبہ کو ایک ہی دن گذرا تھا کہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ امامت قبول کرلیں۔ آپ نے واقعہ سے متاثر ہو کر صاف انکار کر دیا۔

تو نے پوچھی امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے!
علامہ اقبالؒ

الحمد اسلم جاوید
خانیوال 94-27/2

احسن القصص

زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بُتِ پندار کو اپنا خدا تُو نے!

(علامہ اقبال)

قصص القرآن

از تلاوت بر تو حق دارد کتاب
تو ازو کامے کہ مے خواہی بیاب (علامہ اقبال)

اظہارِ صداقت

جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نصاریٰ کو فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا رسول کہو۔ خدا کا بیٹا مت کہو۔ اور مجھے سچا رسول جانو تو اُنہوں نے انکار کیا پس خدا تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اُن کو کہہ دو کہ ہم مباہلہ کرتے ہیں یعنی ہم بھی اپنے لوگوں کو لے جاتے ہیں۔ اور جھوٹے کے حق میں بددُعا مانگیں گے کہ اُس پر خدا کا غضب نازل ہو۔ آیت مباہلہ کے نازل ہوتے ہی جو کہ سورۃ آلِ عمران کے چھٹے رکوع میں واقع ہے۔ پیغمبر نے بنی نجران کو بلایا کہ آؤ ہمارے ساتھ مباہلہ کرو کیونکہ تم ہماری باتوں کو جھوٹا جانتے ہو۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا کون ہے۔ تمام نصاریٰ اس پر راضی

ہو گئے۔ وقت اور جگہ مقرر کی گئی۔ ؎

درد ملت کے لئے اک آتش شرط ہے

ہو سکے تو پھر اُٹھو اور پاس کر لو امتحان (ریلونس)

دوسرے روز حضرت رسالت پناہؐ نے حضرت امام حسینؑ کو گود میں اُٹھایا اور حضرت امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑا۔ اور جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؑ آپ کے پیچھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہٗ آپ کے ساتھ چلے جاتے تھے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب میں دُعا کروں تم سب آمین کہنا۔ ادھر نصاریٰ کے سردار تھے ان کو دیکھ کر کہا اے قوم نصاریٰ ان کے مقابلہ پر نہ نکلنا۔ کیونکہ ان کی دُعا ضرور قبول ہو گی۔ پس صلح کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ؎

صداقت آزماؤ تو سہی گر آزمانی ہے

مناسب بندہ پرور آپ پر یہ قدر دانی ہے

رسولِ خدا نے فرمایا کہ اگر بنی نجران مباہلہ کرتے تو خدا تعالےٰ ان کی شکلیں بدل دیتا۔ اور تمام ہلاک ہو جاتے ؛

۲ - انعامِ خداوندی

لقمان حکیم ایک شہر نوبہ کے رہنے والے تھے۔ خدا تعالےٰ نے

ان کو حکمت عطا فرمائی ایک دن فرشتے اُن کے گھر آئے اور السلام علیکم کہا۔ لقمان حکیم نے اُن کو دیکھا تو نہ تھا مگر سلام کا جواب دیا۔ اور پھر اُنہوں نے کہا کہ خدا تعالےٰ کا حکم ہے۔ کہ نبوت یا حکمت دونوں میں جونسی چیز تو پسند کرے تجھ کو عطا کی جائے۔ اُنہوں نے کہا نبوت کا بوجھ اُٹھانا تو مشکل ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کو عطا فرمانا ہی ہو تو کچھ عذر نہیں۔ اِس واسطے خدا تعالےٰ نے اُن کو حکمت عطا فرمائی۔ وہ پہلے ایک شخص کے غلام تھے۔ اور بکریاں چرایا کرتے تھے حکیم ہو کر جب لوگوں کو حکمت کی باتیں بتائیں۔ ایک دن جب خلقت جمع تھی تو ایک بوڑھا وہاں سے گذرا اور کہا کہ کیا تو وہی غلام لقمان ہے جو بکریاں چرایا کرتا تھا۔ لقمان نے کہا۔ ہاں۔ پھر اُس نے کہا تو ایسا کِس طرح بن گیا۔ کہا کہ تین چیزوں سے۔ سچ بولنا۔ امانت میں خیانت نہ کرنا۔ فضول بات نہ کرنا۔

گاہ شاہی بہ جگر گوشۂ سلطان ندہند

گاہ باشد کہ بہ زندانی چاہے بخشد (علامہ اقبالؒ)

کہتے ہیں کہ ایک دن اپنے آقا کے باقی غلاموں کے ساتھ باغ میں میوہ چُننے گئے۔ تو اُنہوں نے میوہ تو خود کھالیا اور لقمان کا نام لگایا۔ آقا لقمان پر خفا ہُوا۔ لقمان نے کہا کہ مجھے متہم کرتے ہیں۔ سچائی معلوم

کرنے کے لئے ہمیں گرم پانی پلا کر دوڑائیں ۔ قے ہو کر میوہ باہر آجائے گا ۔ چنانچہ ایسا کرنے سے نوکر جھوٹے ہوئے ۔

اُنہوں نے اپنے بیٹے باران کو نصیحت کی کہ شرک نہ کرنا ۔ خدا تعالےٰ ہر چیز کو جانتا ہے ۔ ہمیشہ نیکی کرنا ۔ بُرائی نہ کرنا ۔ والدین کی فرمانبرداری کرنا بشرطیکہ شرک کی طرف نہ لے جائیں ۔ جو کچھ ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے ۔ کسی کو ہیچ کر مت پکارنا ۔ اور بہت ہی عمدہ نصیحتیں کیں ۔ اس کا بیان سورۂ لقمان میں ہوا ہے ۔

---

۳ ۔ شیطان کا فریب

(کیا عجب ، بہر مدعا ہ شیطان
زین کے آجائے حافظِ قرآن محروم)

برصیصا ایک راہب خدا پرست تھا ۔ ۷ برس تک خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا ۔ شیطان اس کو گمراہ کرنے کے لئے ایک پرہیزگار کی شکل میں اس کے عبادت خانہ میں داخل ہوا ۔ اور برصیصا سے بڑھ کر عبادت کرنے لگا ۔ برصیصا اس کا مُرید ہو گیا ۔ ایک روز کہنے لگا کہ میں یہاں سے جانے والا ہوں ۔ اور برصیصا کو چند کلمات بتائے ۔

کہ تو ان سے بیماروں کو اچھا کرے گا۔ پھر شہر میں آکر ایک شخص کا گلا دبایا اور ایک آدمی کی شکل بن کر آیا اور کہنے لگا۔ کہ برصیصا کے سوا اس کا کوئی علاج نہ کر سکے گا۔ اُسے برصیصا کے پاس لے گئے۔ اُس نے دم کیا۔ وہ فوراً اچھا ہو گیا۔ کیونکہ شیطان نے اس سے اپنا تصرف ہٹا لیا تھا۔ غرض اسی طرح شیطان لوگوں کو تکلیف پہنچاتا اور اور برصیصا کے دم سے اچھے ہو جاتے۔ پھر بادشاہ کی بیٹی کو جا دبایا۔ اس کو برصیصا کے عبادت خانے میں لائے۔ اور اس کو وہاں چھوڑ کر چلے گئے کہ اُسے آرام ہونے پر لے جائیں گے۔ برصیصا کے دم سے وہ اچھی ہو گئی۔ پھر شیطان نے برصیصا کو ورغلایا۔ چنانچہ اُس نے لڑکی سے زنا کیا۔ پھر شیطان نے بادشاہ کو جا کر خبر دی۔ بادشاہ نے برصیصا کو سولی پر چڑھایا۔ اس وقت شیطان اس عابد کی صورت میں آموجود ہوا۔ اور اُسے کہنے لگا کہ اگر تو مجھے سجدہ کرے تو میں تجھے بچا لوں گا۔ اس نے اُسے سجدہ کر دیا۔ شیطان نے اُس سے بیزاری ظاہر کی جس کی خبر سورہ حشر کے دوسرے رکوع میں دی ہے ؛

۴۔ توکّل علی اللہ

مشرکوں نے عوف بن مالک رضؓ کے بیٹے کو قید کر لیا تو عوف بن مالک

رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میرا بیٹا کافروں نے قید کرلیا ہے۔ اب اُس کی ماں بہت بے قرار ہے اور فاقہ مستی بھی ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ تم دونوں (لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ) پڑھا کرو۔ پس دونوں رسولؐ کے حکم کے مطابق پڑھنے لگے۔ تھوڑی مدت کے بعد اُس کا بیٹا قید سے چھوٹا اور اُن کی چار ہزار بکریاں بھی لے آیا۔ اسی لئے خدا نے فرمایا (وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ)

پڑھیے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ
کوئی بہکانے لگا ہے ہمیں شیطان ہوکر
آج وہ لمبی عبا والے خدائے باطل
منہ چھپانے لگے شرمندۂ داماں ہوکر (یونسؒ)

۵۔ مشیّتِ ایزدی

صنعا یمن میں ایک نیکوکار آدمی تھا۔ اُس کا ایک باغ تھا۔ میوہ توڑتے وقت فقیروں کو بُلاتا۔ اور جو میوہ اس کے بچھونے کے پاس گرتا فقیروں کو دیئے جاتا۔ اور پھر دسواں حصّہ فقیروں کو بانٹ دیتا۔ جب وہ

مرگیا تو اُس کے بیٹوں نے کہا کہ ہمارے پاس مال تھوڑا ہے اور ہم عیالدار ہیں۔ اگر ہم نے باپ کی طرح فقیروں کو میوہ بانٹ دیا تو گذارہ کیونکر ہوگا۔ ہم ایسے وقت میوہ توڑیں کہ فقیروں کو خبر نہ ہو۔ اور آپس میں قسم اُٹھائیں کہ کسی فقیر کو خبر نہ کی جاوے اور اس اقرار پر کہ ہم صبح میوہ توڑنے جاویں گے لفظ انشاءاللہ نہ کہا۔ رات کے وقت اُن کے سوتے ہی تمام باغ تباہ ہو گیا۔ جب علی الصبح چپکے چپکے گھروں سے نکلے تو باغ تباہ اور اُجڑا ہوا دیکھا۔ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ یہ قصہ سورۃ ن کے پہلے رکوع میں مذکور ہے۔

بارہا یہ خیال آتا ہے
بنتا ہے جو خدا بناتا ہے
پھر نہ معلوم کس لئے اِنسان
اپنی ہستی کو بھول جاتا ہے — (یونس رح)

۶۔ دعوتِ ایمان

ایک مرتبہ رسول صلعم طائف سے پھرتے وقت بطنِ نخلہ میں اُترے اور نمازِ تہجد میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ کہ جنوں کا ایک گروہ

وہاں سے گزرا اور قرآن مجید سننے میں مشغول ہوا۔ جب رسول صلعم
نماز تہجد پڑھ چکے تو جنات نے حاضر ہو کر کلمہ پڑھ کر اسلام قبول
کیا اور اپنی قوم میں جا کر کہنے لگے کہ ہم نے آج قرآن شریف سنا ہے
جو تورات کے بعد نازل ہوا۔ اور سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔
اور خدا کے راستہ کی طرف بلاتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لا چکے
ہیں اور پروردگار کا کوئی شریک نہیں اور نہ کوئی اس کی بیوی ہے
اور نہ بیٹا۔ جاہل لوگ کہا کرتے ہیں کہ خدا کی اولاد ہے مگر یہ غلط ہے۔

آہ! اے مردِ مسلماں تجھے کیا یاد نہیں
حرفِ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا آخَر (علامہ اقبالؒ)

پہلے جو آسمان سے چرا کر لوگوں کو بتاتے تھے اب وہ نہ کر سکو گے۔
کیونکہ اب آسمان کے آگے محافظ مقرر کئے گئے ہیں۔ اب اگر تم میں
سے کوئی خبر سننے جائے گا تو ستاروں سے انگارے پڑیں گے۔ اس کے
علاوہ اور بہت سی نصیحتیں کیں جن کا ذکر قرآن مجید کے سورۂ جن
میں ہے۔

قصص الانبیاءؑ

۱- لازمۂ عبادت

آنحضرت صلعم ایک روز مع اصحاب مکان کے باہر تشریف فرما تھے کہ ایک شخص کا گذر وہاں سے ہوا۔ لوگوں نے کہا یا حضرت یہ شخص شبانہ روز مصروف عبادت رہتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر اس کے کھانے پینے کا گذارہ کس طرح چلتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا بھائی اس کے خورد و نوش کا کفیل ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس کے بھائی کا درجۂ ثواب اس کی عبادت سے بہت زیادہ ہے۔ جو کہ کھلا پلا کر اس کو عبادت کے واسطے کھڑا ہونے کے قابل بناتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ عبادت کے ساتھ کسبِ حلال بھی لازمۂ عبادت ہے ورنہ دوسروں پر اپنا بوجھ ڈال کر عبادت کرنا سودمند نہیں۔ الکاسب حبیب اللہ

درویش ہے وہی جو ریاضت میں چست ہو
تارک نہیں فقیر بھی راحت پرست ہے

۲۔ حکمتِ الٰہی

حضرت سلیمان علیہ السلام ایک شہر میں پہنچے۔ دیکھا کہ ایک بڈھا ضعیف لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھے چلا آتا ہے۔ اس کے حالِ زار پر رحم آیا۔ اور نام دریافت فرمایا۔ کہا سلیمان۔ حضرت کو خیال آیا کہ سبحان اللہ ایک میں سلیمان ہوں۔ کہ تمام ملک زیرِ نگیں ہے۔ اور ایک یہ سلیمان ہے کہ پیری میں ایسی سخت مصیبت جھیلتا ہے۔ فوراً اپنے تاج سے ایک لعل اس کے حوالے کیا اور کہا کہ لے تجھے بلکہ تیری اولاد کو بھی کفایت کرے گا۔ مناسب ہے کہ آئندہ اس محنت کو چھوڑ دے۔ اور آرام سے بسر کر۔ بڈھے نے لکڑیوں کا گٹھا سر سے پھینک دیا۔ اور لعل کو لے کر شاد و خرم گھر چلا۔ بار بار لعل کو دیکھتا اور حیران ہوتا کہ اللہ تعالےٰ نے کیا قدر و قیمت اس سنگریزہ کو عطا کی ہے۔ یکایک ایک چیل نے اِس کو گوشت سمجھ کر جھپٹا مارا اور صاف لے اُڑی۔ بڈھا بیچارہ ہاتھ ملتا رہ گیا۔ اب یہ فکر پڑی کہ آج زن و فرزند کو کیا کھلاؤں گا۔ چلو پھر اپنے گٹھے کو لاؤ اور بیچ باچ کر پیٹ پالو۔ وہاں جا کر دیکھا تو گٹھا بھی کوئی اُٹھا لے گیا تھا۔ ناچار شرم کے مارے

رات جنگل ہی میں کاٹی۔ صبحدم پھر لکڑیاں چننے لگا۔ کہ اتنے میں
حضرت سلیمان علیہ السلام کی سواری آئی سوچے کہ یہ حریص بڈھا اب بھی
اپنی معمولی مشقت میں مصروف ہے۔ دریافت کیا تو اُس نے قصہ سُنایا
حضرتؑ کو پھر رحم آیا اور دوسرا لعل عنایت کیا۔ آج بڈھے نے نہایت
احتیاط سے مٹھی میں بند کر گھر کی راہ لی۔ راستہ میں ایک ندی تھی
جب منجدھار میں پہنچا تو پاؤں اُکھڑ گئے۔ دو چار ایسی ڈبکیاں کھائیں کہ
ڈوبتے ڈوبتے بچا اور لعل ہاتھ سے نکل گیا۔ پھر حسرت و افسوس کے ساتھ
واپس گیا اور لکڑیاں چننے لگا۔ حضرت سلیمانؑ کے لشکر کا گذر ہوا تو پھر
دیکھا کہ وہی بد قسمت بڈھا لکڑیوں کا گٹھا رہ باندھے چلا جاتا ہے۔
پھر طلب فرمایا اور حال پوچھا اُس نے کیفیت واقعہ عرض کی اور کہا
کہ آج تیسرا دن ہے نہ جانے زن و فرزند پر کیا گذری ہوگی حضرت
کو بہت ہی رحم آیا اور تیسرا لعل جو نہایت ہی گراں تھا اُس کو دے دیا
اب کی دفعہ خوب کس کے پگڑی میں باندھا۔ تھوڑی ہی دُور چلا تھا۔ کہ ایک
سوار نمودار ہوا۔ اس نے تاڑ لیا کہ اس بڈھے کی پگڑی میں لعل چمکتا ہے
گھوڑا دوڑا کر قریب آیا اور پگڑی اُچک کر یہ جا وہ جا جھٹ نظروں
سے غائب ہو گیا۔ بڈھا روتا پیٹتا۔ حضرت سلیمانؑ کے پاس حاضر ہوا
اور کہا کہ اے پیغمبر خدا آپ نے خوب میری راہ کھوٹی کی۔ خدا نے

جو کچھ میرے نصیب میں لکھا تھا میں اسی پر راضی تھا آپ نے چاہا کہ مجھے فقر سے نجات ہو سو یہ بات خدا کو منظور نہ تھی۔ آپ کے چاہے سے میں امیر تو نہ بنا البتہ اس کے عوض میں مجھے اور میرے بال بچوں کو تین دفعہ فاقہ کشی کرنی پڑی۔ حضرت نے فرمایا کہ سلیمان کیا کرے جب خدا ہی نہ کرے۔ غرض بڈھا بدستور لکڑیاں لاتا اور کنبے کو پالتا، قضاءً حضرت سلیمانؑ کی انگشتری گم ہو گئی ماہی گیر کے گھر جا کر رہے۔ جب دوبارہ تخت سلطنت ملا اور لشکر کا گذر اس لکڑہارے کی بستی میں ہوا تو آدمی بھیج کر اس کو طلب فرمایا۔ اس نے جواب دیا کہ اب تو بغیر سواری کے ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ حضرت کو تعجب ہوا سواری بھیج کر بلایا اور حال دریافت کیا۔ اس نے عرض کیا کہ جب آپ کے دیئے ہوئے لعل گم ہو گئے اور میری آس ٹوٹ گئی تو میں نے بے اختیار خداوند کریم کی جناب میں گریہ وزاری شروع کی کہ خدایا تیرے نبی نے بہت کوشش کی مگر تو نے نہ چاہا تو کچھ بھی فائدہ نہ ہوا اب سوائے تیرے کسی کا آسرا نہیں تو ہی اپنے خزانۂ غیب سے وہ کھوئے ہوئے لعل عنایت کر۔ اتفاقاً ایک دن حسب معمول لکڑیاں توڑنے کو درخت پر چڑھا۔ وہاں چیل کا گھونسلا تھا اور دیکھا تو وہاں تینوں لعل رکھے ہیں۔ ان کو پا کر اب میں امیر کبیر بن گیا۔ جب

تک سلیمان علیہ السلام پر بھروسہ تھا تو محروم رہا۔ جب خداوند کریم کی طرف خلوصِ دل سے متوجہ ہوا تو مالامال ہو گیا۔ ؎

ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے
کوئی بڑا کوئی چھوٹا یہ اس کی حکمت ہے (اقبالؒ)

۹۔ آبِ حیات

تواریخ سے ثابت ہے کہ ایک دن جبرئیل ایک پیالہ آبِ حیات کا حضرت سلیمانؑ کے نزدیک لائے اور کہا کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ نے تجھے اختیار دیا ہے کہ تو یہ جام نوش کرے۔ تو قیامت تک نہ مرے۔ سلیمانؑ نے جن و انس و حیوانات سے اس بات کی مشورت کی۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا مبارک ہے پیجئے اور حیاتِ ابدی حاصل کیجئے۔ تب سلیمان نے اندیشہ کیا کہ کوئی اس مشورت سے خالی تو نہیں رہا۔ ایک خارپشت باقی رہ گیا۔ اس کا خیال آیا اُسے بھی بلانے کے واسطے گھوڑے کو بھیجا۔ وہ اس کے ساتھ نہ آیا تب حضرت نے کُتے کو بھیجا خارپشت اُس کے ساتھ چلا آیا۔ سلیمانؑ نے کہا تیرے ساتھ کچھ مشورت منظور ہے لیکن یہ تو بتا کہ گھوڑے سے زیادہ کونسا جانور شریف ہے، جو تو اس کے بلانے سے نہ

آیا۔ اور کُتّا جو کہ سب جانوروں سے خسیس اور نجس و ناپاک ہے۔
اس کے ساتھ چلا آیا۔ اس کا کیا سبب ہے۔ بولا گھوڑا اگرچہ شریف
ہے لیکن بے وفا ہے یہی چاہتا ہے کہ کسی طرح سوار کو گرا دے دوسرے
یہ کہ دشمن کو بھی اپنے اوپر سوار کرا لیتا ہے۔ اور کُتّا ہرچند کہ خسیس
نجس ہے لیکن وفادار ہے۔ ایک لقمہ کسی کا کھاوے تو ساری عمر اُس کا
احسان نہ بھولے۔ تب سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ ایک جام آبِ حیات کا میرے
پاس بھیجا گیا ہے اور اس کے پینے یا نہ پینے کا مجھے مختار کیا۔ سب لوگوں
نے مجھے اُس کے پینے کی رائے دی۔ بھلا تیری اس میں کیا صلاح
ہے پیوں یا رد کردوں۔ پوچھا۔ یہ آبِ حیات فقط آپ ہی کے لئے آیا ہے
یا سب عیال و اطفال وعزیز بھی اسے پیویں گے۔ فرمایا مجھے اکیلے کو
اس کے پینے کا حکم ہے۔ خارپشت بولا تو اس کا پینا مناسب نہیں۔
کیونکہ ہر ایک عزیز تمہارے رُوبرو جب مرے گا تو اُن کے غم و الم
سے یہ جانِ شیریں تمہیں بھی تلخ ہوگی۔ عزیز دوست جب کوئی نہ رہے
تو زندگانی حیف ہے۔ یہ بات سلیمان علیہ السلام کو پسند آئی۔ اور وہ آبِ حیات
واپس کردیا۔

بندہ ہر کام میں محتاجِ صلاح ہوتا ہے
مشورہ باہمی آغازِ فلاح ہوتا ہے (یونس)

۱۰۔ موت کی جگہ

ایک دن حضرت سلیمانؑ کے پاس ملک الموت آدمی کی صورت میں ملاقات کے لئے آئے۔ اس وقت حضرت سلیمانؑ کا وزیر بیٹھا ہوا تھا۔ ملک الموت نے وزیر کی طرف کئی مرتبہ غور کے ساتھ دیکھا۔ جب ملک الموت چلے گئے تو وزیر نے حضرت سلیمانؑ سے پوچھا کہ یا حضرت یہ کون شخص تھا حضرت سلیمانؑ نے فرمایا عزرائیل۔ وزیر نے کہا مجھ کو کئی بار عزرائیل نے گھورا۔ اس سے مجھ کو بڑا خوف پیدا ہوا۔ آپ ہوا کو حکم دیجئے کہ مجھ کو بوماس کے جزیرے میں پہنچا دے۔ حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو حکم دیا اور بات کی بات میں وزیر ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر کئی ہزار کوس جزیرۂ بوماس میں جا داخل ہوا۔ جونہی ٹاپو میں قدم رکھا حضرت عزرائیل آموجود ہوئے۔ اور وزیر کی رُوح قبض کی کئی روز بعد پھر عزرائیل حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں گئے۔ اور حضرت سلیمانؑ نے اپنے وزیر کا قصہ بیان کیا۔ عزرائیل نے عرض کیا اُس روز جو میں اس شخص کی طرف بار بار دیکھتا تھا۔ اس کی یہی وجہ تھی۔ میں حیران تھا کہ اس کی تو مدت حیات پوری ہو چکی

ہے اور دو گھڑی بعد جزیرہ بوماس میں مجھ کو اس کی روح قبض کرنے کا حکم ہے یہ یہاں کیوں بیٹھا ہے۔ نتیجہ یہ کہ انسان کا خمیر جہاں کا ہے وہیں اس کو مرنا ہوگا۔ ؎

دو چیز آدمی راستانند بزور
یکے آب و دانہ دگر خاک گور

۱۱۔ اسمِ اعظم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک دوست تھا مگر نادان۔ اس نے حضرت سے درخواست کی کہ مجھ کو اسم اعظم سکھا دیجئے۔ ہر چند انکار کیا اور سمجھایا کہ تو اس قابل نہیں ہے اس نے نہ مانا اور نہایت اصرار کیا ناچار بتا دیا اور امتحان بھی کرا دیا لیکن منع فرمایا کہ آئندہ تو اس کو کام میں نہ لانا ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ یہ فرما کر چل دیئے اس کے دل میں خیال آیا کہ بھلا اب تو دیکھوں اسم اعظم تاثیر کرتا ہے یا نہیں کچھ ہڈیاں نظر آئیں۔ اُن پر اسم اعظم پڑھا فوراً ایک شیر خونخوار زندہ ہوکر غرایا اور اس کو پھاڑ کھایا۔ جب حضرت اس راہ سے واپس آئے تو دیکھا کہ وہ مرا ہوا پڑا ہے۔ اور شیر کھا رہا ہے۔ شیر سے پوچھا تو نے

اس کو کیوں مارا۔ جواب دیا کہ یہ شخص میرا خالق تو بنا تھا مگر رزق کی فکر نہ کی۔ اس لیئے میں نے اس کو کھا لیا۔

بسکہ ہیں اپنے بد و نیک سے ناواقف ہم
ہوتے ہیں اپنی مصیبت کے طلبگار اکثر
التجا کرتے ہیں جب ہم تو ہماری خاطر
کارسازانِ قضا کرتے ہیں انکار اکثر

۱۲۔ دُنیا و آخرت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں تشریف لے جاتے تھے۔ اثنائے راہ میں بارش ہونے لگی۔ ناچار ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں دیکھتے کیا ہیں کہ ایک لومڑی دوڑ کر اپنے بھٹ میں گھس گئی۔ آپ کو خیال آیا کہ سبحان اللہ جانوروں کے لیئے تو ٹھکانا اور میں خانہ بدوش خیال کے آتے ہی ایک مکان جواہر نگار نمودار ہوا۔ اور ندا آئی کہ اے دوست اگر مکان درکار ہے تو یہ موجود ہے ہمارے پاس کسی شے کی کمی نہیں لیکن تمہارے واسطے یہ رتبہ قلندری اس مکان سے بہت اعلیٰ ہے۔ آپ نے عرض کیا الٰہی میں اسی حال میں خوش ہوں دنیا دو روزے چند عاقبت کار با خداوند

یہ فقر مرد مسلماں نے کھو دیا جب سے
رہی نہ دولتِ سلمانی و سلیمانی (علامہ اقبالؒ)

۱۳۔ کسبِ حلال

حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ عادت تھی کہ لباس بدل کر راتوں کو اکیلے پھرا کرتے۔ کوئی ملتا تو اُس سے پوچھتے کہ داؤد کی خصلت نیک ہے یا بد۔ ایک رات جبرئیل انسان کی صورت بن کر ملے۔ داؤدؑ نے پوچھا کہ داؤد کے حق میں تو کیا کہتا ہے۔ جبرئیل نے کہا داؤد پیغمبر ہے اور بادشاہ بھی ہے۔ مگر ایک خصلت نہ ہوتی تو بہت اچھا تھا۔ کہا وہ کیا ہے۔ بولا کہ اگر روزی اپنے کسب سے پیدا کرتا اور بیت المال سے نہ کھاتا تو اُس کے خصائلِ حمیدہ میں بہت اضافہ ہوتا۔ حضرت داؤدؑ یہ سُن کر پھرے اور جنابِ الٰہی میں رو کر التجا کی کہ الٰہ العالمین مجھے کوئی کسب نہیں آتا۔ ایک حرفہ سکھا جس سے میری روزی چلے۔ حق تعالےٰ نے زرہ بنانا اُنہیں تعلیم کیا۔ پس پیغمبروں نے کسب سے روزی پیدا کی ہے تو سب کو لازم ہے۔ کہ کسب سیکھیں۔ ؎

تدیّن در ہمہ حالات لازم نہ آں عزیزِ من
بمیدانِ جہاں اسپ امانت راں عزیزِ من

قصص الصوفیا

۴۱ حفاظت حقوق

امام الشہدا حضرت حسینؓ کا دستور العمل تھا کہ آپ اکثر اپنے ہاتھ سے سودا خرید کر بازار سے لایا کرتے تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ ترازو کے دونوں پلڑوں میں ہر چیز کو وزن کرا لیتے تھے۔ ایک روز ایک سبزی فروش عورت سے سبزی خرید کر ترازو کے دونوں پلڑوں میں وزن کرایا۔ سبزی فروش عورت نے بطور اعتراض کے عرض کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں فرمایا کہ تیرا حق میری جانب اور میرا حق تیری جانب نہ آجائے۔ میں تجھ کو پاک کرتا ہوں اور خود بھی پاک رہتا ہوں۔ کیونکہ دوسرے کا حق عالم بقا میں بڑی خرابی پیدا کرتا ہے۔ وہ عورت قدم بوس ہوئی اور آئندہ احتیاط رکھنے لگی۔ ؎

زندہ است نام نیکوئے نوشیرواں بعدل
گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند!

۱۵- آلِ رسولؐ

حضرت جنید بغدادیؒ فنونِ سپہ گری میں یکتائے زمانہ تھے۔ خصوصاً پہلوانی میں بڑے نامی گرامی۔ ایک بار ایک شخص آیا اور بادشاہ سے کہا میں تمہارے پہلوان سے لڑوں گا۔ بادشاہ نے کہا ہمارا پہلوان بہت زبردست ہے تم دبلے پتلے آدمی ہو بھلا اس سے کیا لڑو گے۔ مگر اس شخص نے نہ مانا اور بہت اصرار کیا۔ آخر دنگل ہوا۔ جب حضرت جنیدؒ خم ٹھوک کر مقابل آئے اور دونوں کی پکڑ ہونے لگی تو اس شخص نے چپکے سے اُن کے کان میں کہا میں سیّد ہوں محتاج ہوں۔ آئندہ تم کو اختیار ہے۔ حضرت جنیدؒ لڑتے لڑتے گر پڑے۔ جب تو بڑا شور و غل ہوا۔ بادشاہ نے نہ مانا۔ دوبارہ کشتی کرائی۔ پھر پچھڑ گئے۔ تیسری بار کشتی ہوئی پھر چاروں شانہ چت۔ آخر بادشاہ نے اس کو انعام دیا۔ اور حضرت جنیدؒ کو بلا کر پوچھا کہ سچ کہو یہ کیا بات تھی۔ آپ نے اصل حال بیان کر دیا۔ بادشاہ بہت متعجب ہوا کہ مجمع عام میں اپنی ذلت اور سیّد کی عزت گوارا کی فی الحقیقت یہ بڑی پہلوانی اور بہادری تھی۔ اسی شب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جنیدؒ نے خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔

شاباش جنید تُو نے ہماری اولاد کے ساتھ سلوک کیا ہم بھی تیرے ساتھ سلوک کریں گے۔ دُوسرے روز بادشاہی مُلازمت ترک کی اور فقرا کی جُستجو میں پھرنے لگے۔ آخر اپنے ماموں حضرت سری سقطیؒ سے بیعت ہوئے

کرم اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغِ سکندری (اقبالؒ)

۱۶۔ قبولیّت دُعا

حضرت جنیدؒ ایک روز مسجد میں تھے۔ ایک شخص آیا اور کہا کہ حضرت آپ کا وعظ شہر ہی میں کام کرتا ہے یا جنگل میں بھی کچھ تاثیر بخشتا ہے آپ نے حال پوچھا۔ اُس نے عرض کیا کہ چند اشخاص فلاں مقام پر جنگل کے اندر مصروفِ رقص و سرود اور دور شراب سے مخمور ہیں۔ آپ نے اسی وقت مُنہ لپیٹ کر جنگل کی راہ لی۔ جب قریب پہنچے تو وہ لوگ بھاگنے لگے۔ فرمایا کہ بھاگو مت۔ میں بھی تمہارا ہم مشرب ہوں اور اسی واسطے آیا ہوں ہمارے لیئے بھی لاؤ۔ شہر میں تو پی نہیں سکتے۔ پوشیدہ طور پر یہاں آگئے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا افسوس ہے کہ اس وقت شراب باقی نہیں رہی۔ فرمایا تو شہر سے منگوا دی جائے۔

حضرت نے فرمایا تم کو کوئی ایسی بات نہیں آتی کہ شراب خود بخود آجایا کرے۔ وہ بولے کہ صاحب یہ کمال تو ہم میں نہیں فرمایا۔ کہ آؤ میں تم کو ایک ایسی بات سکھا دوں کہ شراب خود بخود آجائے پھر شراب کا مزہ دیکھو وہ سب مشتاق ہوئے کہ یہ کمال تو ضرور بتا دیجئے کہا کہ اچھا۔ اول نہاؤ۔ پھر کپڑے بدل کر میرے پاس آؤ۔ سب نے غسل کیا۔ کپڑے دھوئے اور پاک و صاف ہو کر آموجود ہوئے۔ تب فرمایا کہ سب دو دو رکعت نماز پڑھو۔ جب وہ نماز میں مشغول ہوئے تو آپ نے دعا مانگی کہ بارِ خدایا میرا تو اتنا ہی اختیار تھا کہ تیرے حضور میں ان کو کھڑا کر دیا اب تجھے اختیار ہے خواہ ان کو گمراہ کر خواہ ہدایت بخش۔ چنانچہ حضرت کی دعا منظور ہوئی اور وہ سب ہدایتِ کامل سے مستفیض ہوئے۔

یا رب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو روح کو تڑپا دے جو قلب کو گرما دے

۱۷۔ نصیحت

عمر بن عبدالعزیزؒ جب تختِ خلافت پر متمکن ہوئے تو حسن بصریؒ کو ایک خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ میرے دوست تم جانتے ہو کہ میں

ایک بہت بڑے کام میں مبتلا ہوا ہوں۔ مجھ کو کوئی نصیحت کیجئے۔
اور اپنے ہم نشینانِ خدادوست میں سے ایک کو میرے پاس بھیج دیجئے،
تاکہ اُس کی مصاحبت سے مجھے آسائش حاصل ہو سکے۔ جواب میں حضرت
حسن بصریؒ نے لکھا کہ امیر المومنین کا نامہ مطالعہ سے گذرا اور جو اشارہ
کہ اس میں کیا گیا تھا وہ سمجھ لیا۔ آپ نے جو فرمایا ہے کہ اس کی مصاحبت
سے آسائش حاصل کروں تو سمجھ لے کہ جیسا شخص کہ تجھ کو چاہیئے
وہ تیرے نزدیک آئے گا اور تجھ سے اور تمام عالم سے فارغ ہوگا۔
اور جو شخص کہ تیرے پاس آئے گا ایسے شخص کی تجھے کچھ ضرورت
نہیں ہے۔ اُس کی مصاحبت سے تجھے کچھ آسائش و نفع حاصل
نہ ہوگا۔ اور جو کہ نصیحت کے واسطے لکھا ہے تو جان لے کہ جو کوئی
خدا سے ڈرتا ہے تمام لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔ اور جو کوئی خدا سے
شرم رکھتا ہے لوگ بھی اس سے شرم رکھتے ہیں۔ اور جو کوئی خدا کے
حضور میں گناہوں پر دلیری کا اظہار کرتا ہے تمام لوگ اُس پر
دلیر ہو جاتے ہیں اور جو کوئی آج امین ہے کل کو مخدوش ہوگا اور
جو آج مخدوش ہے کل کو مامون ہوگا۔ اور جو کوئی اپنے آپ پر مغرور
ہوگا۔ وہ دُنیا اور آخرت میں معزول ہوگا۔ دُنیا کی تمام نیکیوں کا نچوڑ
صبر کرنا ہے اور صبر کا ثواب سب سے زیادہ ہے۔ اپنے تمام کاموں میں

خدائے عزوجل کی پناہ اور مدد طلب کرتا کہ تجھ کو مدد دیلے اور اس پر توکل رکھتا کہ تیرے کاموں میں تجھے کفایت کرے جو کوئی آنکھ کو آزاد کرتا ہے کہ جو کچھ چاہے سو دیکھے اس کا اندوہ دراز ہو جاتا ہے۔ اور جو کوئی زبان کو رہا کر دیتا ہے کہ جو کچھ چاہے سو کہے وہ گویا اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے۔ غالباً یہ مختصر کلمات تیری رہنمائی اور عمل کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے (اقبالؒ)

۱۸۔ کشفِ حقیقت

حضرت ابراہیم ادھمؒ کا ایک صحرا میں گذر ہوا دیکھا کہ چند اولیائے خدا اپنے حال میں مستغرق اور مراقبہ میں مصروف ہیں۔ یہ اُن کی صحبت کو غنیمت سمجھ کر بیٹھ گئے اور مشغولِ مراقبہ ہوئے۔ اس وقت حضرت ابراہیم ادھمؒ کو ازراہِ باطن منکشف ہوا کہ جہاز سمندر کے اندر مبتلائے طوفان ہے اور بادِ مخالف کے سخت جھونکے ایسے لگتے ہیں کہ جہاز غرق ہونے کے قریب ہے اور اہلِ جہاز کو بصد عجز و نیاز

گریہ وزاری کرتے ہیں۔ یہ کیفیت مشاہدہ کر کے براہِ تراحم اُن کا جی
بھر آیا اور ازراہِ باطن جہاز کی مدد کی اور اس کو صحیح وسلامت طوفان سے
نکال دیا۔ وہ تمام اولیائے بزرگ باہم بولے کہ دیکھو یہ فضولی ہم میں سے
کس نے کی سب نے انکار کیا۔ حضرت ابراہیم بولے کہ صاحبو مجھ کو
ایسا رحم آیا کہ زیادہ صبر نہ ہو سکا۔ میں نے یہ کام کیا ہے۔ اُنہوں
نے کہا کہ سنو صاحب سرکار کو تو خود اس جہاز کا بچانا منظور تھا
اگر ڈبونا ہوتا تو تمہاری ہمت سے کیا ہو سکتا تھا۔ تم نے دخل دے کے
مفت اپنے ذمہ ایک الزام لے لیا۔ ہماری تمہاری صحبت راس
نہ آئے گی۔ یہ کہہ کر سب غائب ہو گئے۔

انسان چلے وہ چال جو ہو جہاں پسند
مہماں سے ہو وہ کام جو ہو میزباں پسند

۱۹۔ رحمدلی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم بستر استراحت پر
نیند لے رہے تھے۔ کہ کسی کے پاؤں کی آہٹ نے اُنہیں جگا
دیا۔ رات چاندنی تھی اور چاندنی چھن چھن کر روشندانوں کے ذریعے

کمرے کی دیواروں پر پڑ رہی تھی۔ نورِ قمر سے کمرے کی فروزاں دیواریں ایسی معلوم ہو رہی تھیں۔ جیسے چاند کا کوئی ٹکڑا یا حورز بچہ زمین پر اُتر آیا ہو۔ کمرے کے دروازے کاسۂ چینی اور ساغرِ بلّور بنے ہوئے تھے۔ اسی اثنا میں ایک فرشتہ نظر آیا۔ جس کے دستِ مبارک میں ایک طلائی کتاب تھی۔ وہ اس پر نہایت غور سے کچھ لکھ رہا تھا۔ حضرت نے حیرانی کی ہنسی ہنستے ہوتے پوچھا۔ اے فرشتے! بتا یہ کیسی تحریر ہے فرشتے نے حضرت کا استفسار غور سے سُنا۔ اور اس کے جواب میں کہا۔

"یہ ایسے اشخاص کی فہرست ہے۔ جنہیں خداتعالےٰ سے ایک غیر فانی اُلفت ہے"۔

کیا میرا نام بھی ان لوگوں کی فہرست میں ہے؟

ابراہیم بن ادھمؒ نے نہایت متانت سے پوچھا۔

فرشتے نے انکار کر دیا۔ حضرت نے یہ ناامید کر دینے والا جواب سُنا مگر پھر بھی وہ مطمئن نظر آ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اے فرشتے! میرا نام اس زمرہ میں نہیں لکھا تو نہ سہی۔ لیکن کم سے کم ایسے اشخاص کی فہرست میں تو میرا نام لکھ دے جنہیں بنی نوعِ انسان سے محبت ہے۔

فرشتہ اس کا کچھ جواب نہ دیتے ہوئے رخصت ہو گیا۔

دوسری رات وہ فرشتہ پھر آیا۔ اس کے ہاتھوں میں وہی طلائی کتاب تھی۔ اور عاشقانِ خدا کے باب میں ـــــ حضرت کا نام سب سے پہلے لکھا ہوا تھا۔

آپ نے فرشتہ کا شکریہ ادا کیا اور فرشتہ ـــــ واپس چلا گیا۔

سچ ہے۔ ؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

۲۰۔ مروّت

سلمانؒ فارسی کسی شہر کا حاکم تھا۔ اس کی یہ عادت تھی کہ نیا کمبل پہنے رہتا۔ پا پیادہ پھرتا گھر کا سودا سلف اپنے ہاتھ سے لاتا۔ کسی امیر نے ایک بوری آٹے کی خریدی اور اس انتظار میں تھا کہ کسی کو بیگار میں پکڑے۔ سلمان کو جاتے دیکھ کر بیگار میں پکڑ لیا اور نہ پہچانا کہ یہ حاکم شہر ہے۔ بوری اس کے سر پر رکھی اور لے چلا۔ ایک شخص نے راہ میں دیکھ کر کہا اے امیر وحاکمِ شہر یہ بوجھ کہاں لئے جاتے ہو

وہ یہ کلام سنتے ہی قدموں پر گر پڑا۔ اور عذر کرنے لگا کہ بندہ سے نادانستہ یہ حرکت ہوئی معاف کیجیے اور یہ بوجھ سر سے اُتار ڈالیے۔ آپ کے قدم کی خاک جو سرمہ کروں تو بجا ہے سلیمانؒ نے کہا کہ کیا میں نے یہ قبول نہیں کیا ہے کہ یہ گٹھڑی تیرے گھر تک پہنچا دوں آخر نہ اُتاری اور اس کے گھر میں پہنچا کر کہا کہ میں نے تو تیرا کام کیا اب تو بھی مجھ سے عہد کر کہ پھر کسی کو بیگار میں نہ پکڑے اور اتنا لے جو اُٹھا سکے اور کسی سے بے مروت نہ ہونا پڑے۔ ؎

کرم پیشہ کن کادمی زادہ صید
بہ احسان تواں کرد وحشی بہ قید

۲۱ مشرب رندانہ

ایک فقیر رند مشرب حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ مولوی بابا شراب پلوا۔ شاہ صاحب نے ایک روپیہ اس کی نذر کیا اور فرمایا کہ جو چاہو سو کھاؤ پیو تم کو اختیار ہے۔ وہ بولا کہ ہم نے تو آپ کا بڑا نام سنا تھا لیکن آپ تو قید میں ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ کیا شاہ صاحب آپ قید میں نہیں ہیں

کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی روش کے مقید نہیں ہو تو آج غسل کرو اور جُبّہ پہن اور عمامہ باندھ کر مسجد میں چلو اور نماز پڑھو ورنہ جیسے تم رندی کی قید میں مبتلا ہو اسی طرح ہم شریعتِ غرّا کی قید میں پابند ہیں۔ تمہاری آزادی ایک خیالِ خام ہے۔ یہ بات سن کر وہ چُپ ہو گیا اور شاہ صاحب کے قدم پکڑے کہ درحقیقت ہمارا خیال غلط تھا جو ہم آزادی کا دم بھرتے تھے۔ اور آئندہ کے لئے مشربِ رندانہ سے تائب ہو گیا۔ ؎

علم حق غیر از شریعت ہیچ نیست
اصل سنت جز محبت ہیچ نیست

قصص الملوک

۲۲ - نیک مزاجی

قاضی یحییٰ ایک دفعہ خلیفہ مامون رشید کے ہاں بطور مہمان مقیم تھا اور خلیفہ اور قاضی دونوں ایک ہی کمرے میں سو رہے تھے آدھی رات کے بعد قاضی صاحب کی آنکھ کھل گئی اور پیاس لگی چاہتے تھے کہ اُٹھ کر پانی پئیں خلیفہ مامون یہ دیکھ کر خود پلنگ سے اُٹھا۔ دوسرے کمرے میں گیا اور پانی کی صراحی اُٹھا کر لے آیا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ آپ نے یہ کیا غضب کیا۔ خدام کو ارشاد کیا ہوتا خلیفہ نے کہا۔ سب سو رہے ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا کہ میں خود پانی پی آتا۔ آپ نے کیوں تکلیف کی۔ مامون نے کہا۔ مہمان کو تکلیف دینی کس نے بتلائی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے سید القوم خادمہم قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے۔ قاضی صاحب کی موجودگی میں خلیفہ مامون نے ایک دفعہ ایک غلام کو آواز دی مگر کوئی نہ بولا۔ پھر پکارا تو ایک ترک کی

غلام حاضر ہوا اور آتے ہی بڑ بڑانے لگا کہ کیا غلام کھاتے پیتے نہیں
جب ذرا کسی ضرورت کے لئے باہر گئے تو آپ یا غلام یا غلام چلانے
لگتے ہیں۔ آخر یا غلام کی کوئی حد بھی ہے۔ یہ سن کر مامون نے سر جھکا لیا
اور کچھ دیر کے بعد قاضی صاحب سے مخاطب ہو کر کہا نیک مزاجی میں
یہ بڑی آفت ہے کہ نوکر اور غلام شریر اور بدخو ہو جاتے ہیں۔
مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کے نیک خو کرنے کے لئے میں بدمزاج
بن جاؤں۔

اچھی نہیں شے کوئی محبت سے زیادہ
وہ بھی ہے بری جو ہو صفت حد سے زیادہ

۲۳۔ دل جوئی

امیر مامون کے عہد کا ذکر ہے کہ ایک اعرابی ریتیلے تھل میں
رہا کرتا تھا۔ اس کے نواح کے سب کنوئیں کھاری تھے۔ پانی آسمان پر
سے بھی برستا تو شور زمین کے سبب کھارا ہو جاتا وہاں کی خلقت لیے
میٹھے پانی کا مزہ مطلق نہ چکھا تھا قضارا وہاں قحط پڑا۔ ہر کوئی کہیں کا
کہیں نکل گیا۔ اس اعرابی نے بھی اس علاقہ سے مسافرت اختیار کی۔

اس خیال سے کہ امیر کے پاس التجا لے جاوے امیر اُن دنوں کوفہ کے قرب و جوار میں لب آب فرات شکار کھیل رہا تھا جب یہ اعرابی اپنے علاقہ کے حدود سے باہر کسی گاؤں کے نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ ایک گڑھے میں بارش کا پانی جمع ہے اُس نے اس میں سے کچھ پیا تو تعجب کیا کہ دنیا میں ایسا میٹھا پانی بھی ہوتا ہے۔ ہو نہ ہو یہ ضرور بہشت کا پانی ہے جو پروردگار نے میری خاطر جنت سے اُتارا۔ بہتر یہ ہے کہ یہاں سے مشک بھر کر امیر کے پاس لے جاؤں تو وہ خوش ہو کر مجھے انعام دے گا۔ آخر چند روز کے بعد وہ پانی لے کر امیر کی خدمت میں پہنچا امیر نے پوچھا تو کہاں سے آیا۔ کہا فلاں علاقہ سے اور ایک تحفہ بھی لیتا آیا ہوں جو کسی بادشاہ کو میسر نہ ہوا ہوگا۔ پانی خُلد کا خوش ذائقہ ہے امیر نے عقل سے دریافت کر کے کہا اچھا دے جو میں پیوں۔ اعرابی نے وہ مشک آگے لا کر دی۔ امیر نے ایک چلو اس میں سے پیا اور باقی کوزوں میں بھروا لیا اور فرمایا تیری کیا حاجت ہے۔ بولا اے امیر قحط نے مجھے بے وطن کر کے در بدر بھٹکایا ہے۔ اب تیرے دامن کا آسرا لیا ہے۔ امیر نے کہا میں تیری حاجت روا کرتا ہوں۔ بشرطیکہ تو یہیں سے پلٹ جائے آگے نہ بڑھے۔ وہ اس بات پر راضی ہوا۔ پھر امیر نے وہ مشک زر سے پُر کر دی اور بدرقہ ہمراہ دے کر اُسے رخصت کر دیا۔

تب مقربوں نے پوچھا کہ اُسے یہیں سے واپس کر دینے میں کیا حکمت تھی فرمایا اگر وہ چند قدم اور بڑھتا اور فرات کا پانی پیتا تو ایسا تحفہ لانے سے خجالت کھینچتا مجھے حیا آئی کہ کوئی میرے پاس تحفہ لاکر شرمندہ ہو شعر

شرف مرد بجود است و کرامت بسجود
ہر کہ ایں ہر دو ندارد عدمش بہ ز وجود

۲۴۔ قطعی جواب

امیر المومنین خلیفہ مامون نہایت حاضر جواب شخص تھا۔ ایک روز اُس نے کہا کہ میری تمام عمر میں تین شخصوں نے گفتگو میں مجھ پر غالبہ حاصل کیا اوّل مادرِ فضل سہیل جو کہ اس کے ماتم میں نہایت گریہ وزاری کرتی تھی۔ میں نے اس کو کہا کہ اس کی بجائے میں تیرا بیٹا ہوں گا اور تجھ کو اُس سے زیادہ عزت و احترام کے ساتھ رکھوں گا۔ اُس نے کہا کہ ایسے فرزند کی موت پر جس کے باعث مجھ کو تیرے جیسا فرزند ہاتھ آئے کیوں گریہ وزاری نہ کروں۔ دوسرے ایک ستیاح نے مصر میں دعوئی پیغمبری کیا اور کہا کہ میں موسیٰ عمران ہوں اس کو میرے پاس

لایا گیا۔ میں نے کہا کہ موسیٰ عمران کے پاس تو معجزات تھے بیضا اور عصا وغیرہ تو بھی کوئی معجزہ دکھلا۔ کہا موسیٰؑ نے معجزات اس وقت دکھلائے تھے جبکہ فرعون نے دعویٰ خدائی کیا اور کہا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی تو بھی یہ دعویٰ کر۔ تا کہ میں معجزات دکھلاؤں۔ تیسرے ایک علاقہ کے دہقان میرے پاس اُس علاقہ کے حاکم کی شکایت لائے۔ میں نے کہا وہ شخص تو عالم و عادل اور پارسا و امین ہے۔ انہوں نے کہا واجب ہے کہ اُس کے عدل کا فائدہ تمام خلق کو پہنچایا جائے نہ کہ صرف ہم ہی اُس کے فائدہ کے ساتھ مخصوص رکھے جائیں اور دوسرے لوگ اس کے عدل کے فائدہ سے محروم رہیں۔ ؎

چو خواہد کہ ویران کند عالمے
نہد مُلک در پنجۂ ظالمے!

۲۵۔ قضاء آسمانی

کہتے ہیں کہ امیر مہدی کے عہد میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا۔ ہر چند کہ امیر نے فی سبیل اللہ خزانے کا مُنہ کھول دیا اور غلّہ کے انبار وقف عام کر دیئے لیکن قحط کی مصیبت کم نہ ہوئی۔ اس سبب سے

خلقت کی یہ حالت دیکھ کر اپنی جانِ شیریں بھی تلخ معلوم ہوئی۔ نہ پیٹ بھر کر کھاتا نہ چین سے بچھونے پر سوتا۔ ایک روز بستر پر حیرت و حسرت زدہ سا لیٹا ہوا تھا خادم پاس بیٹھا تھا۔ فرمایا کہ کوئی کہانی کہہ کہ دل بہلے اور کچھ غم غلط ہو۔ خادم نے کہا کہ غلام کی کہانی شہنشاہ کی سماعت کے کب لائق ہے فرمایا مضائقہ نہیں جیسی تجھے یاد ہو بیان کر۔ خادم کہنے لگا کہ ہندوستان کی سرزمین کے کسی بیاباں میں ایک شیر ژیاں رہا کرتا اور سب درندے جنگل کے اس کی خدمت میں حاضر رہتے۔ ایک دن ایک لومڑی نے اُس شیر سے کہا کہ تو ہمارا بادشاہ ہے اور ہم تیری رعیت۔ بادشاہ پر رعیّت کی رعایت بہر صورت لازم و واجب ہے۔ اب مجھے ایک ضروری سفر درپیش آیا ہے بغیر جائے بن نہیں پڑتا مشکل یہ ہے کہ میرا ایک بچہ ہے میں چاہتی ہوں کہ وہ بچہ تیرے سپرد کر دوں تاکہ تو اِس کو اپنی پناہ میں رکھے اور کسی دشمن کا چنگل اس تک نہ پہنچنے پاوے۔ شیر نے یہ بات قبول کی۔ لومڑی اپنا بچہ اس کے حوالے کر کے سفر پر روانہ ہو گئی۔ شیر نے اُس بچہ کو اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا تاکہ کوئی درندہ اُسے گزند نہ پہنچائے۔ ناگاہ ایک عقاب اپنا طعمہ تلاش کرتا ہوا اُڑتا پھر رہا تھا۔ اس کی نظر ناگاہ اس لومڑی کے بچہ پر پڑی اور شیر کی پیٹھ پر سے جھپٹا مار کر اُس بچے کو لے اُڑا۔

جب لومڑی سفر سے واپس آئی تو بچے کو نہ دیکھ کر شیر سے بولی کہ کیا تو نے یہ عہد نہ کیا تھا کہ میں تیرے بچے کی حفاظت قرار واقعی کروں گا شیر نے کہا البتہ میں نے ذمہ لیا تھا کہ کوئی جانور زمین کا اس کا قصد نہ کرنے پاوے گا۔ لیکن جو بلائے ناگہانی آسمان کی طرف سے نازل ہو تو میرا کوئی ذمہ نہ تھا۔ امیر نے جب یہ کہانی یہاں تک سنی اٹھ بیٹھا اور رو رو کر جناب کبریائی میں التجا کرنے لگا کہ الٰہی جو کچھ فتنہ و فساد زمین سے اٹھے تو اسے دفع کروں مگر قضائے آسمانی و قدرت یزدانی میں بندہ ناچیز سے کیا ہو سکتا ہے۔ آخر خدا کے فضل و کرم سے وہ قحط چند روز میں دفع ہو گیا۔ ؎

قفلِ درِ مراد سب اک بار کھل گئے
چھوڑا جب آرزو نے بھروسہ کلید کا

۲۶۔ طرزِ نصیحت

سکندر کی عالمگیری اور فتحمندی سے متاثر ہو کر ایک بادشاہ نے ازراہِ دور اندیشی یہ طریق کار اختیار کیا کہ باوجود سکندر سے بدرجہا زیادہ لشکرِ جرار رکھنے کے بغیر کسی قسم کی جنگ کے صلح کے لیے پیش قدمی

کی سکندر نے اس کی بے شمار فوج کو دیکھ کر کہا کہ اگر تو صُلح کے لئے
آیا ہے تو اس قدر لشکر جرّار اور فوجِ بے شمار کو ہمراہ لانے کا کیا مطلب
شاید کہ تیرے دل میں کچھ دغا ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ دغا شیوہ عاجزوں
کا ہے صاحب مقدور کبھی دغا نہیں کرتے۔ یہ میرا جزئی لشکر ہے
جو دائیں بائیں میری رکاب میں رہتا ہے تاکہ تو سمجھے کہ میں عاجزی سے
تیری اطاعت نہیں کرتا۔ لیکن تیرا اقبال بلند ہے۔ جو کوئی دولتِ خداداد
سے لڑے گا سو گرے گا اسی سبب سے میں تیرا مطیع ہوا۔ سکندر نے کہا
بے شک تو لائقِ احسان ہے میں نے تجھے امان دی۔ اس بادشاہ نے
تمام لشکر کو نہایت پُرتکلف کھانا کھلایا۔ اور ایک زردوزی خیمہ
میں جہاں دیبائے منقش کا فرش بچھا ہوا تھا سکندر کو بٹھایا اور
ایک بڑے خوانِ زریں میں بیش بہا جواہرات لعل یاقوت۔ موتی۔
ہیرا۔ زمرد بھر کر سکندر کے آگے رکھ دیا۔ اور کہا کہ کھایئے سکندر
نے کہا جواہرات انسان کی غذا نہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ کیا کھایا
کرتے ہیں۔ کہا یہ روٹی جو تمام خلقت کھاتی ہے اس بادشاہ نے کہا
سخت تعجب ہے کیا یہ روٹی تجھے اپنے ملک میں نہ ملتی تھی کس لئے ناحق
اس قدر رنج و مصیبت برداشت کرتا ہے۔ اور اپنے ساتھ بے شمار مخلوق خدا
کو بھی مبتلائے مصائب کر رکھا ہے سکندر نے تب ایک آہ کھینچ

کر کہا کہ اس سفر میں مجھے اتنی نصیحت کا فائدہ ہوا کہ سب موزِ دنیا و آخرت اس سے علاقہ رکھتے ہیں ؎

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسبابِ معاش
آنچہ ما در کار داریم اکثرش در کار نیست

۲۷۔ کامل اطاعت

سُلطان محمودؒ کے پاس ایک جام بیش بہا تھا۔ ارکینِ دولت کو حکم دیا کہ اس کو توڑ دو۔ سب نے عذر کیا کہ حضور ایسی نایاب چیز کو توڑنا مناسب نہیں آخر ایاز کو اشارہ کیا۔ اس نے بے تامل چور چور کر دیا۔ اہلِ دربار نے اس کو ملامت کی کہ آہ ایسی جنسِ عزیز تو نے ضائع کر دی۔ ایاز نے جواب دیا کہ تم نے پیالے کی نایابی کو مدِ نظر رکھا۔ اور میں فرمانِ شاہ کا بندہ ہوں۔ بادشاہ نے بھی مصنوعی ناراضگی سے اس کو پوچھا کہ تم نے پیالہ کیوں توڑا۔ جب کہ تمام اہلِ دربار اس کے توڑنے میں متامل تھے ایاز نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور قصور ہو گیا۔ معاف فرمائیں۔ بادشاہ نے اہلِ دربار سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ اس قسم کی فرمانبرداری نے ہی اس کو دلداری کا رتبہ

دیا ہے۔ جس کا تم سب پر رشک و حسد کرتے ہو۔

اگر شہ روز را گوید شب است این
بباید گفت اینک ماہ و پروین (سعدیؒ)

۲۸۔ استعانت

بخت نصر بادشاہ ابتدا میں نہایت نیک بخت و صالح تھا حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کی نہایت اطاعت کرتا تھا۔ اتفاقاً اس نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ جس کے ہمراہ ایک لڑکی نہایت حسینہ و جمیلہ پہلے شوہر سے تھی۔ جب وہ لڑکی سنِ بلوغ کو پہنچی تو بادشاہ اس کی بہارِ حسن دیکھ کر فریفتہ و دیوانہ ہو گیا۔ اس کی ماں کو پیغام دیا وہ بہت خوش ہوئی۔ مگر دل میں اندیشہ کیا کہ بادشاہ پیغمبروں کا مطیع فرمان ہے اور یہ نکاح پیغمبران خدا کی شریعت کے خلاف ہے۔ وہ کاہے کو اس کام کی اجازت دیں گے اس لئے بادشاہ سے کہا کہ تم اس کا مہر ادا نہ کرسکو گے اس نے دریافت کیا ایسا کتنا مہر ہے۔ جو کچھ کہو میں دوں گا۔ عورت نے کہا اس کا مہر تمہارے دونوں

پیغمبروں کا سر ہے۔ اگر تم یہ مہر ادا کر سکو تو لڑکی حاضر ہے۔ ورنہ اس کا نام مت لو۔ بادشاہ نے کہا یہ بیچارے مسکین خدا کے دوست بیت المقدس کے مجاور ہیں کسی کام میں دخل نہیں دیتے بلکہ ہمارے خیر خواہ و دعا گو ہیں اُن کو بے جرم و گناہ قتل کرنا ظلم عظیم ہے۔ اس کے سوا جو کچھ مانگو جو مہر کہو مجھے منظور ہے اُس نے کہا اس کے سوا کوئی مہر نہیں ہے۔ بادشاہ نے ہوائے نفسانی سے مغلوب ہو کر فوج کو حکم دیا کہ دونوں بے گناہوں کا سر کاٹ لاؤ۔ حکم کے بموجب سپاہیوں نے جا کر اول حضرت یحیٰی علیہ السلام کو بیت المقدس میں قتل کیا اور حضرت زکریا یہ حال دیکھ کر بھاگ نکلے۔ فوج پیچھے ہوئی۔ اور شیطان نے اُن کی رہنمائی کی۔ جب سپاہیوں نے آ دبایا اور گھیر لیا تو حضرت زکریا نے ایک درخت سے التجا کی کہ تو مجھ کو اس وقت پناہ دے وہ درخت پھٹ گیا۔ یہ اس کے اندر سما گئے وہ پھر بند ہو گیا لیکن قدرے کپڑا باہر رہ گیا فوج متحیر ہو گئی کہ کہاں غائب ہو گئے۔ شیطان نے نشان دیا کہ اس درخت کے اندر ہیں اور یہ کپڑا اُن کے موجود ہونے کی علامت ہے۔ پھر شیطان نے آرہ کی ترکیب بتلائی۔ درخت چیرا گیا۔ جب آرہ سر تک پہنچا۔ تو حضرت نے سسکی بھری حکمِ الٰہی نازل ہوا کہ

اگر اُف کردگے تو پیغمبری سے خارج کر دیئے جاؤ گے۔ تم نے غیر سے کیوں پناہ مانگی۔ اگر ہم سے التجا کرتے تو کیا ہم پناہ نہیں دے سکتے تھے۔ اب اس کا مزہ چکھو۔ اور چُپ چاپ سر پر آرہ چلنے دو۔

غرضیکہ سر سے پاؤں تک جسم چیر اگیا اور حضرت زکریاؑ نے دم نہ مارا۔ جب دونوں پیغمبر اس طرح بیدردی سے قتل کیے گئے تو غضبِ الٰہی نازل ہوا۔ دن تاریک ہو گیا۔ ایک بادشاہ فوج خونخوار لے کر چڑھا اور اس شہر کے باشندوں کو گرفتار کر لیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خون بند نہ ہوتا تھا جب قبر میں رکھتے تھے تو قبر خون سے لبریز ہو جاتی تھی۔ بادشاہِ لشکر کش نے قسم کھائی۔ کہ جب تک خون بند نہ ہوگا۔ میں قتل سے باز نہ رہوں گا۔ ہزارہا آدمی تہ تیغ کر دیئے لیکن خون بند نہ ہوا۔ اس وقت ایک شخص حضرت یحییٰؑ کی لاش پر آیا اور کہا کہ تم پیغمبر ہو یا ظالم۔ ایک خون کے بدلے ہزارہا آدمی قتل ہو چکے۔ اب کیا سارے جہان کو قتل کراؤ گے اِتنا کہنا تھا کہ ان کا خون بند ہو گیا۔

جامع دمشق میں حضرت کی قبر ہے غرض اس بیان سے یہ ہے کہ بجز اللہ تعالےٰ کے کسی سے استعانت نہ چاہیئے۔

خدا کے حکم کی پابندیاں اگر کی ہیں
بہشت تیری ہے بیشک ظہور تیرا ہے
عجب نہیں کہ خدا حشر میں کہے یونس
کہ آج بخش دیا جو قصور تیرا ہے

حکایاتِ مفید

تمنّا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں سے

علامہ اقبالؒ

حکایاتِ مُفید

مصروفِ کارِ خیر رہو تم تمام دِن
تا شب کو پاؤ لذتِ فردوس خواب میں

۱- اطاعتِ خالق

ابو منصور جو کہ سلطان طغرل کا وزیر تھا۔ خدا ترس اور مرد دانا تھا ہر صبح نماز فرض پڑھتا اور سجادہ پر بیٹھ جاتا اور طلوعِ آفتاب تک ورد و وظیفہ پڑھتا رہتا۔ پھر خدمتِ سلطان میں حاضر ہوتا۔ ایک دفعہ بادشاہ کو ایک مہم درپیش آگئی سلطان نے وزیر کو بہ تعجیل طلب کیا۔ آدمی بلانے آیا۔ تو وہ سجادہ پر بیٹھا تھا اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ حاسدوں کو بات ہاتھ آگئی اور شکایت کا موقع مِل گیا۔ انہوں نے بادشاہ کو بہکایا کہ وزیر نے ایسے ضروری فرمانِ شاہی پر توجہ نہیں کی اور معتبر نہ سمجھا۔ بادشاہ کے غصّہ کی آگ بھڑک اٹھی بیٹھا

وزیر اپنے معمولِ وظائف سے فارغ ہو گیا تو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان نے اُس کو سختی سے پوچھا اتنی دیر سے کیوں آیا۔ اُس نے کہا۔ اے بادشاہ میں خدا کا بندہ ہوں اور تیرا چاکر۔ جب تک اس کی بندگی سے فارغ نہ ہو جاؤں تیری چاکری پر حاضر نہیں ہو سکتا۔ بادشاہ اُس کے اِس دلیرانہ سچے جواب سے آبدیدہ ہو گیا۔ اور اُس کی بہت تعریف کی اور کہا کہ خدا کی بندگی کو میری چاکری پر مقدم رکھ تاکہ اس کی برکت سے ہمارے سب کام درست ہو جائیں۔

ترا فقر بہتر ہے اسکندری سے
یہ آدم گری ہے وہ آئینہ سازی

علامہ اقبالؒ

۲۔ خدمتِ خلق

سمٰعیل سامانی بادشاہ کے خصائلِ حمیدہ سے ایک یہ تھی کہ ایام برف و باران میں باہر بیٹھتا اور میدان میں کھڑا رہتا۔ اگر کسی کو کچھ حاجت ہوتی تو اس کی حاجت روائی کرتا اور اگر کوئی مظلوم ہوتا تو اس کی دادرسی کرتا اور ضعیفوں کو صدقہ دیتا اور ان کی فارغ البالی

کے لئے پوری کوشش کرتا اور بوقتِ مراجعت دو رکعت نمازِ شکرانہ ادا کرتے۔ الحمدللہ کہ آج کا دن میرا بقدرِ وسعت و طاقت خدمتِ خلق میں صرف ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ اے امیر برف و باراں کے دن اُمراء گھروں کے باہر بھی نہیں نکلتے۔ ایسے تکلیف دہ ایام میں امیر گھر میں نہیں بیٹھتا اور رنج و تکلیف اُٹھاتا ہے اس کا کیا باعث ہے فرمایا کہ ایسے ایام میں غربا اور بےکس زیادہ تنگ دل ہوتے ہیں۔ اگر ایسی حالت میں ایک بھی توفیق خدمت گذاری مجھے حاصل ہو جائے۔ تو اُس کی برکت سے دُعا اجابت سے نزدیک تر ہوتی ہے۔ ؎

وہ طرزِ زیست ہو کہ جو مانگو دُعا کبھی
ہو غیب سے نہ یاس ہویدا جواب میں (محروم)

۲۔ ارادۂ خداوندی

نظام الملک وزیر ملک شاہ کا پہلے نہایت مفلس تھا باورچی خانہ کے داروغہ کے پاس آکر نوکر ہوا تھا۔ وہ اُسے حساب کرنے کے واسطے دیوان کے ہاں بھیجا کرتا۔ دیوان نے جب اس کی چال ڈھال اچھی دیکھی اپنے نزدیک پیش کاری پر رکھا۔ پھر چند روز میں اُسے اپنا

نائب بنایا۔ اتفاقاً دیوان سخت بیمار پڑا اور بادشاہ کوچ میں حاضر
فرمایا کہ اس کا نائب اُس کے بدلے ہمارے ساتھ چلے۔ نظام اُس
پاس کچھ لوازمہ سفر مہیا نہ تھا اور نہ دیوان سے اُس کی حالت سب
کچھ کہہ سکتا تھا نہایت متحیر ہوا۔ اِسی حیرانی میں ایک مسجد میں نماز
نماز پڑھ کے ایک ستون سے لگ کر سر زانو پر دھرے گیا۔
میں بیٹھا تھا کہ ایک اندھا لاٹھی ٹیکتے ہوئے مسجد میں آیا۔ اور
پکارا کہ مسجد میں کون ہے۔ یہ چپ رہا اسی طرح اِس نابینا
نے کئی مرتبہ آواز دی لیکن اُس نے زبان نہ ہلائی۔ پھر اندھے
نے عصا پھرا کر ساری مسجد ٹٹولی لیکن یہ اپنے تیں بچاتے ہوئے ادھر
اُدھر کھسک جاتا۔ جب وہ خوب احتیاط کر چکا اور سمجھا کہ اب تو
یہاں کوئی بھی نہیں مسجد کا دروازہ بند کر دیا اور محراب کے نزدیک سے
فرش اُلٹا اور اینٹ سرکا کر ایک لوٹا زمین میں سے نکالا۔ اس میں
ہزار اشرفی تھی اُنہیں اُنڈیل کر تھوڑی دیر اُن سے کھیلتا رہا۔ پھر
اُسی لوٹے میں وہ اشرفیاں ڈال کر اُسی جگہ رکھ اُس پر اینٹ
بٹھا اور بوریئے میں چھپا کر آپ باہر چلا گیا۔ نظام الملک وہ
تمام زر نکال کر باربرداری اونٹ، گھوڑے، خیمہ و دیگر سامانِ تجمل
درست کر کے سلطان کی رکابِ سعادت میں روانہ ہوا۔ اور

کے لیتے پلو... منصور ہاشمی سے روشناس ہو گیا۔ جب سفر سے مراجعت
کی... رحلت ہو چکی تھی۔ اسی کے نام دیوانی مقرر پائی۔ اس ہی
خلق میں... خدا ہی بن پڑی تو درجۂ وزارت کو پہنچا۔ ایک روز شہر کے
گھر میں... لا جاتا تھا کہ اُسی اندھے کو دستہ بدر گدائی کرتے ہوئے شکستہ
بیٹھا... دیکھا اپنے ساتھ لا کر خلوت میں اس سے پوچھا کہ تیرا مال
تھا تو نے پایا نہیں۔ اندھے نے یہ سنتے ہی کود کر وزیر کا
دامن پکڑ لیا اور کہا ہاں ہاں ابھی پایا۔ پوچھا کیونکر۔ وہ بولا اسلئے
کہ میں نے یہ بھید کسی سے نہ کہا تھا۔ تو نے جو ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ
یہ کام خدا ہی ہے۔ تب وزیر نے وہ زر اُسے دلوایا اور اپنی طرف سے
ایک گاؤں اس کی ملک کر دیا۔ نتیجہ یہ کہ جب خدا چاہتا ہے کہ کسی
کو دولت بخشے تو اس کے اسباب بے رنج وسعی میسّر کر دیتا ہے ؎

آسیا کہتی ہے ہر روز بآواز بلند
رزق سے بھرتا ہے رزّاق دہن پتھر کے

۴۔ رضاء خلق

حجّاج نے ایک دن خطبہ پڑھا اور بہت لمبا کر دیا تو لوگوں میں سے

ایک آدمی اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے حجاج نماز پڑھو کیونکہ وقت انتظار نہیں کرے گا اور خدا تجھے معذور نہیں رکھے گا۔ اس پر حجاج نے اُسے قید کرنے کا حکم دے دیا تو اُس قیدی کے قوم کے لوگ حجاج کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ وہ دیوانہ ہے اور درخواست کی کہ وہ اس قیدی کو چھوڑ دے حجاج نے کہا کہ اگر وہ دیوانگی کا اقرار کریگا تو میں اُسے چھوڑ دوں گا پس اس قیدی سے اس بارہ میں کہا گیا کہ کہہ دو میں دیوانہ ہوں تو اُس نے کہا معاذ اللہ میں تو یہ ہرگز نہ کہوں گا۔ کہ خدا نے مجھے کسی مرض میں مُبتلا کیا ہے حالانکہ اُس نے مجھے تندرستی عطا کی ہے۔ آخر یہ بات حجاج کو پہنچی تو اُس نے اُسے راستی کے باعث معاف کر دیا غرض یہ کہ تجھے صدق لازم پکڑنا چاہیئے۔ اگرچہ وہ تجھے وعید کی آگ سے جلا دے اور خدا تعالیٰ کی رضامندی طلب کر کیونکہ سب لوگوں سے زیادہ بیوقوف وہ شخص ہے جس نے خدا کو خفا اور لوگوں کو راضی کیا۔

راستی موجب رضائے خدا است
کس ندیدیم کہ گم شدہ از راہ راست

۵۔ مصلحتِ خداوندی

حضرت بلھے شاہ قصوری نے بڑی کوششوں اور سخت تکالیف برداشت کرنے کے بعد بہت مشکل سے اپنے مرشد حضرت شاہ عنایتؒ کی ناراضگی رفع کر کے دوبارہ اُن کی خوشنودی حاصل کی اور اس غیر متوقع خوشی کی تقریب میں انہوں نے اپنی منت اُتارنے کے لئے اظہارِ خوشی کے طور پر کافی مقدار مٹھائی کی تقسیم کرنے کے لئے منگوائی اور انہوں نے بخوشی اس کی اجازت دے دی۔ حضرت بلھے شاہ صاحب مٹھائی تقسیم کرنے کے لئے اُٹھے تو دریافت کیا یا پیر و مرشد خدائی تقسیم عمل میں لائی جائے یا محمدیؐ تقسیم۔ شاہ عنایتؒ اس عجیب سوال کو سن کر جواب دینے میں متامل و متوقف ہوئے۔ آخر دانا بزرگ تھے۔ فرمایا کہ تکریم و تقدیم تو ذاتِ خداوندی کو ہی ہے۔ لہٰذا خدائی تقسیم ہی عمل میں لانا بہتر ہے۔ مٹھائی لینے کے لئے بچے، بوڑھے اور جوان جمع ہو گئے۔ حضرت بلھے شاہ نے اس مجمعِ کثیر میں سے بغیر کسی امتیاز کے صرف چند بچوں، بوڑھوں کو وہ تمام مٹھائی تقسیم کر دی اور باقی تمام لوگوں کو

رخصت ہونے کے لئے کہہ دیا یہ شکایت حضرت شاہ عنایتؒ صاحب
کے پاس پہنچی۔ آپ نے اس غلط اور نامکمل تقسیم کا باعث دریافت
فرمایا تو مجھے شاہ صاحب نے کہا کہ خود حضورؒ نے ہی خدائی تقسیم کی
اجازت مرحمت فرمائی تھی سو خدائی تقسیم تو اسی طرح کی ہے جیسا کہ
میں نے کی ہے۔ البتہ اگر آپ محمدیؐ تقسیم کی اجازت بخشتے
تو مساداتِ اسلامی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جو کہ اصولِ اسلام کا
توحید و رسالت کے عقیدہ کے بعد سب سے زیادہ قابلِ قدر زرین
اصول ہے سب کو بحصہ رسدی مساوی تقسیم کر دیتا حضرت شاہ صاحب
نے فرمایا کہ ایک ناراضگی سے تو تم کو خلاصی حاصل کئے ہوئے ابھی بہ
نہیں ہوئی۔ لیکن یہ بات کہہ کر تم نے دوسری ناراضگی کا سبب پیدا
کر لیا آئندہ کے لئے یاد رکھو کہ اگرچہ بظاہر دنیا کے تمام معاملات
میں یہی تقسیم کارفرما نظر آرہی ہے لیکن مصلحتِ خداوندی میں کسی
کو چون و چرا کرنے اور دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہماری
فہم ناقص بحرِ حکمت و مصلحت کی گہرائیوں تک پہنچنا تو درکنار سطح
تک پہنچنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ آئندہ ایسے معاملات میں ہرگز لب کشائی
نہ کیجیو ؎ جہاں دار داند جہاں داشتن
یکے را بریدن یکے کاشتن

بآنست مہر و بایں نست کیں
تو دانا تری اے جہاں آفریں

مطلب - جہاندار جہان کو رکھنا جانتا ہے کسی کو بوتا ہے اور کسی کو کاٹتا ہے - نہ اُس کے ساتھ محبت ہے نہ اُس کے ساتھ دشمنی وہ جہاں آفریں سب سے دانا تر ہے ؞

۲- حکمتِ الٰہی

کسی بادشاہ کا وزیر شاکر بتقدیر تھا - اور ہر ایک بُرے بھلے واقعہ پر یہ کہنے کا عادی تھا "کہ بہت اچھا ہوا" ایک دفعہ بادشاہ کی انگلی کٹ گئی - وزیر نے حسب عادت کہا "بہت اچھا ہوا" بادشاہ کو وزیر کے اِس بے محل فقرہ کے استعمال پر رنج ہوا اور وزیر کو قید خانہ بھجوانے کا حکم دے دیا - وزیر نے اِس حکم کو سُن کر بھی وہی فقرہ کہا "بہت اچھا ہوا" دوسرے روز بادشاہ شکار میں اپنے ہمراہیوں سے بچھڑ کر اکیلا جنگل میں دور تک نکل گیا - چونکہ راستہ معلوم نہ تھا - ناچار ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا - اتنے میں ایک شیر نمودار ہوا - اور بادشاہ پر حملہ آور ہوا - بادشاہ نے

سانس کھینچ لیا۔ اور مردہ سا بن کر پڑا رہا۔ شیر زخمی انگلی کو سونگھ کر بادشاہ کو اس خیال سے چھوڑ کر چلا گیا۔ کہ یہ پہلے سے کسی جانور کا کھایا ہوا ہے۔ بقول ؎

نخورد شیر ہم خوردہ سگ
در بسختی بمیرد اندر غار

یعنی شیر کتے کا پس خوردہ نہیں کھاتا۔ خواہ سختی سے غار کے اندر مر جائے اتنے میں بادشاہ کے ہمراہی بھی تلاش کرتے وہاں آ گئے اور بادشاہ کو صحیح سلامت پا کر سجدۂ شکر بجا لائے۔ اور اس واقعہ کو سن کر بادشاہ کی جان بچ جانے کو نہایت غنیمت اور خدا کی خاص رحمت خیال کیا۔ واپس آکر بادشاہ نے وزیر کو قید خانہ سے طلب کر کے انعام سے مالا مال کر دیا اور کہا کہ واقعی اگر کل میری انگلی نہ کٹتی تو آج وہ شیر مجھے ہرگز نہ چھوڑتا اور انگلی کا کٹ جانا واقعی "بہت اچھا ہوا" اور وزیر سے کہا کہ تم نے قید خانے کو جاتے وقت بھی "بہت اچھا ہوا" کہا تھا اس میں کیا مصلحت خیال کر کے یہ فقرہ کہا گیا تھا۔ وزیر نے جواب دیا کہ لازمی طور پر میں شکار میں آپ کے ہم رکاب رہتا اور شیر آپ کو چھوڑ کر مجھے کھا جاتا۔ نتیجہ یہ کہ قدرت کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا خواہ وہ بظاہر کتنا ہی برا کیوں نہ ہو۔

۷۔ تقدیرِ الٰہی

دو یار ہم سفر تھے۔ ایک نے کہا کہ اگر خدا تعالیٰ مجھے سلطنت عطا فرماتے تو ایسا عدل و انصاف کروں اور جود و کرم کی بارش کروں کہ کبھی کسی نے سنا بھی نہ ہو۔ دوسرا بولا اگر میں بادشاہ ہو جاؤں تو ہر روز ایک آدمی کو قتل کیا کروں۔ اور ایسے ایسے ظلم ایجاد کروں کہ جو کسی کے خیال میں بھی نہ گذرے ہوں۔ خدا کی قدرت کچھ مدت بعد وہ ظالم دوست آدمی صاحبِ تاج و تخت ہو گیا اور اپنے ارادہ و منشار کے موافق اس نے ایسے ایسے ظلم شروع کئے کہ تمام ملک میں شورِ قیامت برپا ہو گیا۔ اتفاقاً وہ عدل پسند یار بھی وہاں آگیا۔ لوگوں نے اس کے رُو برو واویلا کی کہ صاحب بادشاہ تمہارا قدیم دوست ہے کچھ تم ہی ان کو سمجھاؤ کہ جورِ بے حد سے باز آئے۔ اس نے تنہائی میں نصیحت کی کہ یار کچھ تو خدا سے ڈر۔ کیوں خلقت کو تباہ کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے احمق اگر اللہ تعالیٰ کو لوگوں پر رحم کرنا منظور ہوتا تو مجھ کو دولت و سلطنت کیوں دیتا تجھی کو بادشاہ نہ بناتا کیا تجھ کو یاد نہیں کہ میں نے اس سفر میں کیا کہا تھا۔ غرض یہ کہ عدل ہو یا ظلم سب تقدیرِ الٰہی سے وابستہ

ہیں پھر چوں چرا کیسی۔ اور یہ عدل و ظلم انسان کی نسبت سے معتبر ہیں ورنہ در اصل نہ کوئی بات ظلم ہے نہ عدل۔ ؎

شاہِ عادل سایۂ لطفِ حق است
ہر کہ دارد عدل لطفِ مطلق است

۸۔ حصولِ دُنیا

ایک مولوی صاحب ہر چند کہ علم و فضل کے لحاظ سے شبلی دوران اور زہد و عبادت کی رُو سے جنید زماں تھے لیکن افلاس و تنگدستی جو کہ طبقۂ علماء و فضلا کا موروثی حصہ ہے وراثت کے اس کلیہ سے وہ بھی مستثنٰی نہ تھے۔ دائمی افلاس و تنگدستی سے تنگ آ کر ایک روز بیوی صاحبہ نے کہا بے شک دینداری افضل ترین نعمت ہے لیکن کیا ہی خوب ہوتا کہ اگر آپ دینداری کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دُنیا داری کا بھی کچھ خیال رکھتے کیونکہ فقر اور کُفر ایک دوسرے سے بہت نزدیک ہیں کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا تنگدستی کفر کو پہنچا دیتی ہے۔ حقوقِ نفس کی ادائیگی ہر انسان پر فرض ہے اور جائز صورتوں میں زندگی قائم رکھنے کے واسطے حصولِ دُنیا کسی طرح اصولِ دین کے خلاف نہیں ہے۔

اس تنگدستی نے میرے تو اعتقادات کو متزلزل کر دیا ہے بہتر ہوگا کہ دُنیا کی درستی کے لئے بھی آپ بقائمیِ دین ممکن العمل جائز راہ اختیار کریں مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ دُنیا چند روزہ ہے مشکل یا آسان کسی نہ کسی طرح سے گذر ہی جائے گی ۔ ہر حال ہمیں وطیرۂ صبر و شکر اختیار کرنا چاہیئے اور اس عارضی فائدہ کو حاصل کرنے کے لئے دینداری ترک کر کے ابدی راحت سے محروم رہنا نہایت خسارہ کا سودہ ہے نیز اَلدُّنیا جِیفَۃٌ وَطَالِبُوھَا کِلَابٌ دُنیا ایک مُردار ہے اور اس کے چاہنے والے کُتّے ۔ بیوی نے کہا کہ دینداری کے ساتھ بھی تو دُنیا کمائی جا سکتی ہے ۔ مولوی صاحب نے کہا یہ بالکل ناممکن ہے کیونکہ دُنیا ایک مکر ہے اور بغیر مکر و فریب حاصل نہیں ہو سکتی ۔

الدنیا زُور ولا یحصل الّا بالزُّور ۔ مکر و فریب اور دینداری ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے ۔ اگر تیری یہی خواہش ہے تو تجربہ کے طور پر میں تجھ کو اس کا نتیجہ بھی دکھلا دوں گا تا کہ تجھے پختگیٔ اعتقاد حاصل ہو سکے ۔

جو اس کے ڈھنگ دیکھ کے ڈرنا ضرور ہے
دُنیا ہے جس کا نام وہ دار الغرور ہے (المحروم)

---

۹ - دُنیوی لذّات

مہاراجہ گوپی چند سے اُس کے وزیر نے ایک روز عرض کیا ہندو عقیدۂ تناسخ کے مُطابق سینکڑوں جُونیں گدھا۔ کتا۔ بلّی۔ بیل وغیرہ حیوانات کے بھوگنے کے بعد بڑی مشکل سے انسانی جامہ نصیب ہوتا ہے آپ اس انسانی جُون سے جو کہ اشرف المخلوقات ہے، دُنیا میں کچھ تو لذاتِ دُنیوی بھی اُٹھائیں اور حقوقِ نفس بھی ادا کریں۔ اعتدال کے ساتھ پرمیشور کی بھگتی کریں اور دُنیا بھی بھوگیں۔ کیونکہ پرمیشور نے دُنیا کو بھی بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔

دُنیا میں ہے جو کچھ کہ وہ انساں کیلئے ہے
آراستہ یہ گھر اسی مہماں کے لئے ہے

اِس کے جواب میں راجہ گوپی چند نے جو کچھ کہا اُسے ہر ایک انسان کو ہر وقت پیشِ نظر رکھنا واجب ہے کہ اے نادان وزیر دُنیا اور عیش دو متضاد باتیں ہیں۔ زمانہ کے پل پل کے اندر ہزار ہا آفات پوشیدہ ہیں۔ حوادثاتِ ناگہانی اور مصائبِ دُنیوی کی بے شمار بلائیں ہر ذی حیات کی ہستی کو نگل جانے کے لئے ہر چہار طرف مُنہ کھولے

ہوتے گھڑی رہتی ہیں جس سے کسی انسان کو کسی صورت میں مفر نہیں
اور اس چند روزہ دنیا میں ہر متنفس کو کم و بیش پس و پیش ان سے
دوچار ہونا پڑتا ہے۔ سب سے زیادہ یہ کہ موت کا کالا ادنٹ ہر شخص کے
دروازہ پر ہر وقت بندھا ہوا ہے۔ حیرانی ہے کہ اس کو ہر وقت
دروازہ پر بندھا ہوا دیکھ کر اور چلاتا ہوا سن کر کس طرح پُر امن اور
مطمئن زندگی بسر کر سکتے ہیں یا یہ سمجھو کہ ہر ایک انسان کو پھانسی کا حکم
مل چکا ہے لیکن چڑھائے جانے کی تاریخ کسی کو سنائی نہیں گئی۔
نہ معلوم کس کو کس وقت تختہ دار پر لٹکا دیا جائے۔ تعجب ہے کہ اس قدر
سخت مخدوش حالت میں بال بندھی تلوار کے نیچے ہم کس طرح چند ساعت
چند روزہ یا زیادہ سے زیادہ چند سالہ دنیاوی عارضی لذات سے بہرہ مند
ہونے کی جرأت کر سکتے ہیں اور مامون و مطمئن زندگی کس صورت سے بسر
کر سکتے ہیں۔ دنیا تو درکنار آرام تو گوشۂ قبر میں بھی نہیں مل سکتا ہے

کیا جانے گھڑی کون تھی منحوس وہ ناکام ؛ جس وقت ملا جان سے یہ جسم بدانجام
جب تک رہے دنیا میں رہا غم سے سدا کام ؛ جاتے ہیں عدم کو تو وہاں بھی نہیں آرام
واں حشر کی دہشت سے فراغت نہیں ملتی ؛ تن چھوڑ کے بھی روح کو راحت نہیں ملتی

۱۰۰۔ دُنیوی تعلّق

ایک مجذوب مادر زاد ننگے رہا کرتے تھے۔ دو چار دنیا دار مُعتقد ہو گئے اور خدمت کرنے لگے۔ چند روز کے بعد اُن سے کہا میاں صاحب برہنہ رہنا خلافِ شرع ہے لنگوٹی باندھ لو۔ خیر اُنہوں نے حسبِ درخواست لنگوٹی باندھ لی۔ اتفاقاً ایک دن لنگوٹی ناپاک ہو گئی۔ چوہوں نے لنگوٹی کُتر ڈالی۔ اور جسم کو زخمی کیا۔ صبح کو معتقدین آئے۔ میاں صاحب کا حال دیکھا تو خیال آیا کہ بلی پالنی چاہیئے تاکہ موذی چوہوں کو کھا جائے غرض ایک بلی لائے۔ دو چار روز اس کے واسطے دُودھ لاتے رہے۔ ایک روز عرض کیا کہ میاں صاحب اس روز کے بکھیڑے سے تو یہی بہتر ہے کہ ایک بکری لے آویں۔ اس کے دُودھ سے بلی پلتی رہے گی غرض بکری بھی لا باندھی۔ چند روز تو بکری کے واسطے چارہ لاتے رہے۔ پھر روز کی خدمت کون کرتا۔ دنیا داروں کا اعتقاد گھڑی میں موم گھڑی میں فولاد۔ قہر درویش برجانِ درویش، اب میاں صاحب خود جاتے اور جنگل سے بکری کا چارہ لاتے۔ ایک روز درخت پر چڑھ گئے کہ پتے توڑیں۔ پاؤں پھسلا دھم سے نیچے گرے اور بازو ٹوٹ گیا۔

گھر جا کر مرہم پٹی کی۔ مریدانِ سست اعتقاد بھی جمع ہو کر عیادت کو آئے اور حال دریافت کیا۔ مجذوب نے لنگوٹی کھول کر اُن کے مُنہ پر ماری کہ لو سارا اسی کا فساد ہے۔ خبردار جو آئندہ میرے پاس آئے۔ نتیجہ یہ کہ دُنیا سے جس قدر زیادہ تعلق ہو گا اُتنا ہی مُبتلائے مصیبت ہو گا۔

عالم میں کبر و عُجب کا ہر سو ظہور ہے
دُنیائے انکسار جو ہے یاں سے دُور ہے (محروم)

۱۱۔ دُنیوی سامان

ایک شخص نے گھر کے کاروبار اور مصارف سے تنگ آ کر ارادہ کیا کہ ترکِ دُنیا کیجے۔ ایک بیوی تھی اُس غریب کو تنہا چھوڑ کر نکل گیا اور کسی فقیر کا چیلا بنا۔ گلے میں کفنی ڈال ہاتھ میں کاسہ لے دربدر بھیک مانگنی اختیار کی۔ ایک دن پھرتا پھرتا اُسی بستی میں آ نکلا جہاں اب اُس کی بیوی جا کر رہتی تھی حسبِ عادت صدا کی بھلا ہو مائی کچھ بھیجو فقیر کو۔ مائی نے اس بے وفا کی آواز پہچان لی۔ جھانک کر دیکھا کہ وہی ذاتِ شریف ہیں۔ خیر اُن کو مٹھی بھر آٹا دیا اور کہا شاہ جی

گو ہمارا تمہارا میاں بیوی کا رشتہ تو قطع ہو گیا۔ لیکن للہ تمہاری روٹی تو پکادیں۔ کہا اچھا مگر آٹا۔ دال۔ نمک مرچ اور لوٹا۔ کونڈا۔ توا۔ چھوٹا کچھ لکڑیاں سب ضروری اشیاء فقیر کی جھولی میں موجود ہیں۔ یہ سامان لو اور پکا دو۔ تب تو اس عورت نے زور سے ایک دوہتڑ ماری اور کہا کہ کم بخت سارا سامانِ دنیا تو اپنی بغل میں مارے پھرتا ہے کیا جورو ہی دنیا ہوتی ہے کہ مجھ غریب کو چھوڑ کر تارک الدنیا بن گیا۔ ؎

چیست دنیا از خدا غافل بودن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

۱۴ مصائبِ دُنیا

ایک طالب علم کسی مسجد میں بڑی بے قدری کے ساتھ رہتا تھا۔ نہ لنگر کی روٹیوں میں سے اس کو حصہ ملتا نہ دعوت میں اس کو کوئی ساتھ لے جاتا۔ نہ کسی جگہ اس کا کھانا مقرر تھا۔ ایک روز کوئی امیر آدمی مرا اور جنازہ کی نماز کے واسطے مسجد میں لائے۔ اس طالب علم نے دور سے دیکھ کر پہلے تو جانا کہ روٹیوں کا خوان آیا۔ حصہ لینے کی امید سے دوڑا حوض کے پاس جا کر معلوم ہوا کہ جنازہ ہے بے چارہ ناامید

ہو کر پُوچھنے لگا۔ کیوں جی کون مر گیا۔ لوگوں نے کہا کہ فلاں سودا گر مر گیا
طالب علم نے پُوچھا کیا کچھ بیمار تھے۔ لوگوں نے کہا کل تک تو بھلے چنگے
تھے رات اسی مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی۔ گھر پہنچتے پہنچتے تُخمہ کیا۔
طالب علم نے پُوچھا تخمہ کیا ہوتا ہے۔ لوگوں نے کہا بدہضمی کا ہیضہ
جو بہت کھانا کھا جانے سے ہو جاتا ہے۔ طالب علم نے کہا۔ خدایا یہ
مرض مبارک ہم کو کبھی نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ کہ دُنیا کی تکلیفیں آدمی کو موت پر
دلیر کرتی ہیں ؎ ممکن نہیں نزولِ حوادث سے جائے امن
بس مغتنم ہے گوشۂ راحت مزار میں

۱۴۔ حفظِ مراتب

ایک گُرو مع اپنے چیلہ کے شہر بیداد نگری میں پہنچے وہاں
تمام اشیائے خوردنی کا بھاؤ ٹکے سیر تھا۔ گُرو نے چیلے سے کہا کہ
اس شہر سے جلد بھاگ چلو۔ کیونکہ یہاں حفظِ مراتب کا کچھ لحاظ نہیں
چیلہ بولا۔ حضور یہاں تو سب چیزیں ارزاں ہیں بڑے چین سے بسر ہو گی
گُرو نے کہا خیر تمہاری خوشی ہمارا کام تو رہنمائی ہے وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ
چیلے کو جو ٹکے سیر حلوا پُوری ملا چند روز میں کھا پی کے خوب موٹا تازہ

ہو گیا۔ اتفاقاً ایک چور زیور چرانے کے جرم میں عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ چور نے کہا حضور میں قصوروار نہیں۔ اگر صاحب زیور ایسی عمدہ چیز کو اپنے گھر میں نہ رکھتا تو مجھے کیا پڑی تھی کہ نقب لگا کر اسے چرانے کی جرأت کرتا۔ چور بری ہو گیا اور زیور والا مجرموں کی طرح عدالت میں حاضر کیا گیا۔ اس نے عدالت کا یہ رنگ اور چور کے بیانات کا نرالا ڈھنگ دیکھ کر عرض کیا کہ حضور اگر سنار ایسا اچھا زیور نہ بناتا تو مجھے اس کے خریدنے کی زحمت ہی گوارا کیوں ہوتی۔ چنانچہ زیور والا بری کر دیا گیا اور سنار کو پھانسی کی سزا کا حکم سنایا گیا۔ سنار نے بھی اسی طرح کا استدلال پیش کر کے برأت حاصل کر لی اسی طرح متعدد ملزموں کی پیشی کے بعد پھانسی کی سزا کا قرعہ فال ایک ایسے شخص کے نام پر پڑا جو کوئی دلیل نہ دے سکتا تھا۔ اُسے تختہ دار کے قریب لایا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ اتنا لاغر ہے کہ پھانسی کا پھندا اس کی گردن کو پکڑ نہیں سکتا اس کی جگہ ایک ایسا موٹا تازہ سادھو پھانسی چڑھانے کے لئے لایا گیا۔ چیلے نے دہائی دی کہ صاحب میرا کیا قصور ہے۔ راجہ نے کہا قصور تو کچھ بھی نہیں لیکن تو خوب موٹا ہے اس وقت گرو پہنچے اور بآہستگی چیلے سے کہا کہ اور کھا لے ٹکے سیر کا حلوہ پوری اب بے تجھ سے کہا نہ تھا کہ یہ شہر بیداد نگری ہے۔ یہاں سے

بھاگ تُو نے نہ مانا ۔ اب تو اپنے کیے کو بھگت ۔ چیلے نے عاجزی کی کہ بس اب میری توبہ ہے کبھی خلافِ مرضئ مبارک نہ کروں گا ۔ گرو نے فرمایا کہ خیر اب میں یہ کہوں گا کہ پہلے مجھ کو پھانسی دے دو ۔ تو کہنا کہ نہیں پہلے مجھ کو دے دو ۔ دونوں نے مشورہ کرکے راجہ کے رُو برو اپنا اشتیاق پھانسی کے لئے ظاہر کیا ۔ راجہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ لوگ تو پھانسی کے نام سے ڈرتے ہیں ۔ یہ کیا بات ہے کہ تم دونوں اس کی تمنا ایک دوسرے سے زیادہ ظاہر کرتے ہو ۔ گرو جی نے کہا کہ خوش قسمتی سے آج وہ ساعت آئی ہے کہ اس میں جو کوئی پھانسی پائے گا ۔ سیدھا بیکنٹھ یعنی بہشت کو چلا جائے گا ۔ راجہ نے یہ سُن کر کہا کہ یہ بات ہے تو پہلے ہم کو ہی پھانسی دے دو ۔ چنانچہ راجہ کو پھانسی لگی اور یہ دونوں بھاگ نکلے نتیجہ یہ کہ حفظِ مراتب کو چھوڑنا اور آزادی و بیداری کے نرلقموں سے خواہشوں کو تروتازہ رکھنا موجبِ ہلاکت ہے ۔ پس ہمیشہ بزرگوں کی ہدایت و رہنمائی کے موافق کاربند ہونا چاہیئے ۔ ؎

ناصح کے وعظ و پند پر کرتے تھے مضحکہ
دیکھا کبھی نہ کیا ہے خدا کی کتاب میں

۱۴۔ ظرافتِ طبع

سلیمان واہب کے ایامِ وزارت میں جو حاکم کہ زیادہ خراج دینے کا وعدہ کرتا۔ پہلے کو موقوف کر کے اُس کو اس کی جگہ مقرر کر دیتا۔ ایک شخص جو کہ اپنی لطفِ طبع کے باعث مشہور تھا اُس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کوئی ملازمت چاہی وزیر نے اُس کو ایک علاقہ کا حاکم مقرر کر دیا جس وقت کہ وزیر اس کو وداع کر رہا تھا۔ تو اُس نے عرض کیا کہ میں ایک بات کہنی چاہتا ہوں۔ لیکن پوشیدہ کہوں گا۔ فرمایا کہ کہو۔ اُس نے وزیر کے کان میں کہا کہ گھوڑا صرف جانے کے واسطے کرایہ کروں یا کہ آنے کے واسطے بھی۔ وزیر بے ساختہ ہنس پڑا اور یہ کلمہ سننے کے بعد پھر کسی کو معزول نہ کیا ؁

۱۵۔ معیارِ جہالت

ایک شخص نے افلاطون سے کہا کہ آج فلاں آدمی تیری بہت تعریف کرتا تھا حکیم نے یہ سنتے ہی سر نیچا کر لیا اور نہایت متفکر ہوا

تب اُس نے کہا اے حکیم تجھے کیا اندیشہ ہوا ہیں نے تو کچھ بُری بات نہیں کہی۔ جواب دیا تیری بات کی مجھے کچھ فکر نہیں لیکن ہیں یہ سوچتا ہوں کہ مجھ سے ایسی کیا بے وقوفی ہوئی جو اس جاہل کے پسند آئی کیونکہ جب تک نادانی نہ ہووے نادان پسند نہیں کرتا۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

۱۶۔ تماشائے عالم

تواریخِ ہنود میں مذکور ہے کہ شکھدیوجی نے اپنے باپ بید بیاس جی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھ کو گیان حاصل ہو جائے اور جیون مُکت کا مرتبہ میسّر ہو باپ نے ہدایت کی کہ تم راجہ جنک کے پاس جاؤ۔ چونکہ طالبِ صادق تھا منازل کر کے راجہ کے دروازہ پر پہنچا اور دربانوں سے کہا کہ راجہ صاحب کو میرے آنے کی اطلاع کر دو چنانچہ اطلاع ہوئی کہ شکھدیوجی بید بیاس جی کا پُتر آیا ہے۔ راجہ نے کہا کہ اچھا کھڑا رہنے دو۔ سات روز کے بعد پھر اطلاع کی تو کہا اچھا دوسرے دروازہ پر لاؤ وہاں بھی سات روز کھڑا رہا۔ تیسری بار کہا کہ آنے دو

سُکھدیو اندر گیا تو دیکھا کہ تمام ٹھاٹ دُنیاداری کا موجود ہے۔ دل میں خیال کیا کہ یہ تو خود جگت بیوپاری ہے مجھ کو کیا تعلیم کرے گا۔ راجہ کو یہ وسوسہ منکشف ہو گیا۔ اُس کو ٹھہرایا اور دوسرے دن شہر کے تمام اطراف اور گلی کوچوں میں ناچ رنگ اور جابجا تماشا کرایا گیا پھر سُکھدیو جی کو طلب کیا اور ایک کٹورہ دُودھ سے لبریز اُس کے ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ جاؤ شہر جنک پوری کی پوری سیر کرو مگر خبردار دُودھ نہ گرنے پائے اور دو سپاہی شمشیر برہنہ اُس کے ہمراہ کئے اور ایک قطرہ بھی اس میں سے گرے تو سُکھدیو کے پُرزے اُڑا دو۔ اُسی طور سے جیسا حکم ہوا تھا وہ دونوں سپاہی سُکھدیو جی کو شہر میں پھرا کر لے آئے۔ راجہ نے پُوچھا دُودھ تو نہیں گرا۔ سپاہیوں نے عرض کیا کہ حضور اگر ایسا ہوتا تو یہ آپ کے پاس سلامت کیسے پہنچتے قتل نہ کر دیئے جاتے۔ پھر راجہ سُکھدیو کی جانب متوجہ ہوئے اور دریافت کیا کہ آج تم نے تماشا خوب دیکھا ہو گا۔ جابجا تماشے دھوم دھام تھی۔ اُس نے جواب دیا کہ مہاراج مجھ کو تو اس کٹورے کی حفاظت بلائے جان ہو رہی تھی۔ ہر دم یہی خوف تھا کہ دُودھ کا قطرہ بھی گرا اور مارا گیا۔ بھلا اس حالت میں تماشا کیا دیکھتا مجھ کو تو بجز دُودھ کے اور کوئی شے نظر نہیں آتی ہے اُس وقت راجہ نے فرمایا کہ جس طرح تم پر یہ

ایک ساعت گزری ہے ہمارا ہر وقت یہی حال رہتا ہے۔ اس دولت و حشمت کی طمطراق اور مال و جاہ کی کر و فر ہماری نگاہوں میں یہ سب ہیچ ہے۔ ہماری توجہ کسی طرف نہیں۔ تم نے ظاہری سلطنت و حکومت اور دولت و ثروت دیکھ کر ہماری حالت کو قیاس کیا۔ رائے سُکھ دیو اسی واقعہ سے جو تم پر گذرا سمجھ لو کہ سپاہی ملک الموت ہے تن کٹورا اور من دُودھ اور راگ رنگ جو راہ میں ہو رہا تھا وہ دُنیائے فانی کا سیر تماشا تھا اسی طرح ہم نے بھی دُنیا کے دھندے میں دِل نہیں لگایا کہ ایسا نہ ہو دُودھ گر جائے اور دِل یادِ الٰہی سے چُوک کے اور مارا جائے اس کے بعد راجہ جنک نے سُکھدیو جی کو اُس کے حوصلہ کے موافق تعلیم دے کر رخصت کیا ۔

دُنیا میں ہم رہے تو کئی دِن پہ اس طرح
دُشمن کے گھر میں جیسے کوئی مہماں رہے

۱۷۔ خوش اعتقادی

ایک امیر خدا کی ہستی سے یہاں تک مُنکر ہو گیا تھا کہ اُس نے اپنے دیوان خانہ میں ایک بڑے تختہ پر یہ فقرہ موٹے حروف میں لکھوا رکھا تھا (GOD IS NO WHERE) یعنی خُدا کہیں نہیں ہے نقلِ کفر

کفر نباشد) ایک دفعہ وہ سخت بیمار ہوا۔ ایک دوست اُس کی عیادت
کو آیا جس کے ہمراہ ایک بچہ بھی تھا۔ دوست مصروفِ عیادت ہوگیا۔
اور بچّہ اِدھر اُدھر پھرنے لگ گیا۔ ناگاہ بچّہ کی نظر تختہ پر پڑی جس کو
اُس نے اپنے معصومانہ انداز اور بلند آواز کے ساتھ اِس طرح پڑھا
(GOD IS NOW HERE) یعنی خدا اب یہاں ہے امیر کے
کانوں میں جس وقت یہ الفاظ اصل عبارت سے خفیف اور نامعلوم تغیر کے
ساتھ سُنے گئے تو اُن کے حقیقی مفہوم سے متاثر ہوکر فوراً اپنی اِس
بدعقیدگی سے بدل تائب ہوگیا۔ اور خدا نے بھی اُسے صحتِ عاجل
عطا فرمائی۔ انگریزی ناخواندہ اصحاب کو معلوم ہو کہ انگریزی عبارت
میں نشان زدہ حروف کو اگر دائیں لگا دیا جائے تو اس کا مطلب خدا
کی ہستی سے انکار اور اگر بائیں طرف لگا دیا جائے تو اس کا مفہوم
خدا کی ہستی کا اقرار ہو جاتا ہے اور یہ ایک ایسا لطیف اور غیر محسوس
فرق عبارت ہے، کہ جس میں ایک حرف کی کمی بیشی کے بغیر نفی کا مطلب
اثبات میں بدل جاتا ہے۔ جس کا زیادہ لطف انگریزی خواں اصحاب
ہی اُٹھا سکتے ہیں ؎

۱۸- گُناہ کی تلافی

کرپال نام ایک راجہ بڑا عادل تھا۔ ایک روز ہاتھی پر سوار ہو کر شہر کی سیر کرنے نکلا۔ ہر طرف دیکھتا بھالتا پھرتا تھا کہیں ایک عورت حسین اُس کی نظر پڑی۔ دیکھتے ہی دیکھتے فریفتہ ہو گیا۔ ہاتھی کو اُسی طرف موڑا چاہتا تھا تاکہ اپنی خواہش کو پُوری کرے لیکن پاسبانِ عقل نے منع کیا۔ آخر وہاں سے پھر کر محل میں داخل ہوا۔ اور دوسرے روز سارے اہلکار جمع کر کے بولا۔ میں چاہتا ہوں جیتے جی اپنے تئیں آگ میں گرا کر جلا ڈالوں۔ سبھوں نے پوچھا کیا سبب۔ وہ بولا کل مجھ سے ایسی حرکت ظہور میں آئی کہ پرائی اِستری پر میرا دل بگڑا۔ پنڈت یہ سُن کر بولے کہ تم راجہ ہو کر ایسی پاپ کی کھوٹی نگاہ رکھو تو ہمیں بھی تمہارا جینا نہیں بھاتا۔ اب یہ بہتر ہے۔ کہ ایسی بے دھرم زندگی سے اپنے تئیں پھونک کر راکھ بناؤ۔ ؎

نکوئی با بداں کردن چناں است
کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

آخر کار چتا چُنی گئی اور آگ بھڑک اُٹھی۔ تب راجہ نے ارادہ کیا کہ

اس میں کود پڑے۔ برہمنوں نے ہاتھ پکڑ لیا کہ بس تدارک ہو چکا۔ کیونکہ بدن کی کچھ تقصیر نہ تھی۔ یہ سب ضمیر کا گناہ تھا۔ سو اس کو کافی سزا مل گئی جو اتنی دیر اس کو کوفت رہی تب راجہ نے جان کے عوض بہت سا روپیہ خیرات کیا۔

۱۹۔ توکّل کا مفہوم

چھوٹا بھائی جنگل میں بھیڑوں کو اکیلے چرتا ہوا چھوڑ کر خود کسی کام کے واسطے شہر میں آگیا جہاں پر اتفاق سے بڑا بھائی اس کو مل گیا۔ اس نے دریافت کیا کہ جنگل میں بھیڑوں کو کس کے حوالے کر کے آئے ہو۔ اس نے کہا کہ توکّل بر خدا چھوڑ آیا ہوں۔ بڑے بھائی نے کہا کہ تم نے یہ سخت غلطی کی۔ چھوٹے بھائی نے کہا کہ خدا کے توکّل پر بھیڑوں کے چھوڑ آنے کو غلطی بتلانا سخت کفر کا کلمہ ہے۔ ایسا مت کہو۔ بڑے بھائی نے کہا کہ کم بخت اگر بھیڑیں خدا کے توکّل پر چھوڑ آیا ہے تو بھیڑیئے بھی تو خدا کے توکّل پر ہی پھر رہے ہیں۔ تم نے توکّل کے مفہوم کو نہایت غلط طور پر استعمال کیا ہے۔ توکّل اختیار کرتے وقت رسول خدا کے فرمان کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ اونٹ کو اکیلا چرنے کے لئے گھٹنا باندھ کر توکّل پر چھوڑو اور ایسے موقعوں

پر ممکن العمل تدابیر سے درگذر نہ کرو۔ ؎

بولے پیغمبرؐ باواز بلند
باندھ گھٹنا رکھ توکل خردمند

۲۰۔ ظاہری اسباب

نواحِ کلکتہ میں ایک بزرگ تھے۔ بارہ بیگہ زمین اُن کا ذریعہ معاش تھی جبکہ بندوبستِ زمین شروع ہوا تو حاکم نے اُس زمین کی ضبطی کا حکم نافذ کیا۔ فقیر صاحب نے بہت واویلا کیا مگر کسی نے نہ سُنی۔ تب حاکم کے لئے بددُعا کی وہ مرگیا۔ دُوسرا حاکم آیا تو اس کے سامنے اپنا رونا رویا۔ اُس نے بھی کچھ نہ سنا جو حکم ہوچکا تھا وہی بحال رہا۔ اُس کے واسطے بھی تیر دعا لگایا وُہ بھی مرگیا۔ تیسرا حاکم بھی اسی طرح بددعائے فقیر کا شکار ہوا۔ جب چوتھے حاکم کو کرسئ حکومت ملی تو اس نے فہم و فراست سے معلوم کیا کہ جو حاکم آتا ہے وہ مرجاتا ہے کچھ اس کا سبب خاص ہے۔ پُوچھا تو کسی نے تمام حال سُنا دیا۔ نئے حاکم نے فقیر کو بلایا اور کہا سُنو صاحب جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہوچکا میں اُس حکمِ ضبطی کو منسُوخ نہیں کرسکتا۔ لیکن تم صبر کرو۔ میں پختہ وعدہ کرتا ہوں کہ اتنے

عرصہ میں تمہارے لئے معافی زمین کی سند منگوادوں گا۔ اس وعدہ سے
فقیر کو تسلی ہوگئی۔ حاکم نے حسبِ وعدہ منجانب سرکار سند بنام فقیر منگوائی
اور جاکر اس کے حوالے کی۔ اور کہا اپنی زمین کی سند لیجئے۔ لیکن مجھ کو
اس بات کا جواب دیجئے کہ یہ تین خون ۱۲ بیگہ زمین کے واسطے آپ نے
کئے۔ یہ کس کے سر ہوتے گو عدالتِ ظاہری اس کا مواخذہ نہ کرے لیکن
خدائے غیب داں کے سامنے تو اس کی باز پرس ضرور ہو گی۔ اور آپ تو
فقیر خدا پرست ہیں۔ خدا پر توکل نہ ہوسکا۔ کیا اسی بارہ ۱۲ بیگہ زمین کو
اپنا رزاق سمجھتے ہو جس کے واسطے مخلوقِ خدا میں سے تین آدمیوں کو غارت
کردیا۔ اس وقت فقیر کی آنکھیں کھلیں رونے لگا اور بولا کہ صاحب ہم سے
بڑی خطا ہوئی کہ ہم نے خدا کو بھول کر اس زمین پر نظر رکھی۔
درحقیقت تم تو ہمارے رہنما ہی نکلے کہ ہم کو خوابِ غفلت سے بیدار کردیا۔
نتیجہ یہ کہ انسان کو ظاہری اسباب چھوڑ کر صرف خداوند کریم پر ہی
نظر رکھنا چاہیئے۔

وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کرے پیدا
یہ سنگ و خشت نہیں جو تیری نگاہ میں ہے (علامہ اقبالؒ)

۲۱۔ مردم شناسی

ایک سیّد صاحب راجہ بھرت پور کے ہاں سواروں میں نوکر تھے۔
عیدالاضحیٰ کے روز گائے کی قربانی کی کسی مخبر نے راجہ کو خبر دی پکڑے گئے
حکم ہوا کہ کل صبح کو توپ سے باندھ کر اُڑا دو۔ غریب سیّد نے حوالات
میں دیوانِ حافظ منگوا کر فال دیکھی تو یہ مصرع نکلا "مردے از غیب
بروں آید و کارے بکند" یعنی غیب سے کوئی مرد باہر آئے گا اور کام
بنا دے گا۔ خیال کیا کہ ایسا کون غیب سے آئے گا جو مجھ کو موت کے پنجہ
سے چھڑائے گا۔ خدا کی شان نصف شب کے بعد راجہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا
راجہ پہلے بے اولاد تھا۔ صبح دم سیّد کے قتل کی خبر مشہور ہوئی
شدہ شدہ رانی کے کان میں بھی اس کی بھنک پڑی اُس نے جلدی
سے راجہ صاحب کو بلوا کر کہا کہ خدا نے اپنے فضل و کرم سے ایسا مبارک
دن ہم کو دکھایا ہے کہ جس کا شکر ہم سے ادا نہیں ہو سکتا۔ اگر آج
تمام خزانہ خالی کر دیں اور سارے قیدیوں کو اس خوشی میں رہا کر دیں تو
بھی کم ہے لیکن بڑے حیف کی بات ہے، کہ آج کے دن ایک آدمی کی
ہتیا اور اشرف المخلوقات ایک حیوان کے بدلے مارا جائے ـ یہ

بدشگونی اور ناشکری تو ہرگز مناسب نہیں۔ راجہ نے اُسی دم سوار دوڑا دیئے اور سید کو بُلا کر فہمائش کی کہ آئندہ پھر ایسا کام نہ کرنا۔ جب اگلے برس عید الاضحیٰ آئی تو سید صاحب نے پھر گائے ذبح کی۔ پکڑے گئے۔ اور مثل سابق حکم قتل صادر ہوا۔ پھر فال دیکھی وہی مصرع برآمد ہوا۔ اب سید کو انتظار ہوا کہ دیکھئے اب کی دفعہ کون آتا ہے اور ہم کو رہائی دلاتا ہے۔ قدرتِ خدا اُسی صبح کو نوابِ لکھنؤ بھرت پور میں داخل ہوئے۔ یہ ماجرا سُنا اور راجہ سے کہلا بھیجا کہ یہ بات مناسب نہیں کہ حیوان کے بدلے انسان کا قتل ہو۔ خیر تمہارے سوار دل میں ایک گستاخ بھی سہی مگر یہ شخص بڑا بہادر معلوم ہوتا ہے۔ اس کی قدر کرو۔ شاید کسی وقت کام آوے اور اس کے جوہر کھلیں۔ راجہ نے خون معاف کیا اور سید سے کہا جاؤ تم کو عید کے دن قربانی معاف ہے عید آئی تو سید صاحب نے گائے کی قربانی نہ کی۔ راجہ نے بلا کر سبب پوچھا تو کہا کہ جب آپ نے نفسانیت اور ضد چھوڑ دی تو میں نے بھی انسانیت اختیار کر لی۔ یہ بات راجہ کو پسند آئی اس کو اپنے محلات کا داروغہ مقرر کیا اور معتمدین میں داخل فرمایا۔ جب بھرت پور پر جنگ ہوئی تو وہ سید بھی ایک حصّہ لشکر کا سردار تھا نہایت جوانمردی سے لڑا۔ جب تک زندہ رہا بھرت پور کو فتح ہونے نہ دیا۔ آخر کار

جب توپ کے گولہ سے اُڑ گیا تو قلعہ بھی فتح ہو گیا حقیقت میں بڑا بہادر آدمی تھا اور نواب صاحب کی مردم شناسی درست نکلی ہے

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی (اقبالؒ)

۲۲ غصّہ کا علاج

کہتے ہیں کہ اردشیر بابک نے جو کہ سلاطینِ نامدار اور ملوک کامگار میں سے ایک مشہور نیک نام بادشاہ گذرا ہے۔ فرمایا کہ تین رُقعے لکھے جائیں اور اپنے ایک خاص غلام کے سپرد کیا اور کہا کہ کسی معاملہ میں حکم کرتے وقت اگر میرا مزاج تغیر پذیر ہو جائے اور غصّہ و غضب کا اثر میری آنکھوں کے چہرہ سے ظاہر ہونے لگے قبل اس کے کہ میں حکم کروں پہلا رقعہ مجھ کو دکھلایا جائے۔ پھر اگر دیکھو کہ آتشِ غضب سرد نہیں ہوئی تو اس کے بعد ہی دوسرا رقعہ دکھلاؤ اور اگر ضرورت پڑے تو تیسرا رقعہ بھی نظر سے گذار دینا چاہیئے۔

ترکِ خشم و شہوت و حرص آوری
ہست مردی در رہِ پیغمبری

مضمون رُقعہ اوّل ۔ تامل کر اور اپنے ارادہ کی باگ کو نفسِ امّارہ کے قبضہ و تصرف میں نہ دے ۔ کیونکہ تو مخلوق عاجز اور خالق قوی تر ہے جس نے کہ تجھ کو نیست سے ہست کیا ؛

مضمون رُقعہ دوم ۔ زیردستوں کے ساتھ جو کہ ودیعتِ پروردگار ہیں شبابِ زندگی سے معاملہ نہ کر اور اُن لوگوں پر جو کہ تیرے مغلوب ہیں رحم کر تاکہ وہ جو تجھ پر غالب ہے ، اس کے عوض تجھ پر رحم کرے ؛

مضمون رُقعہ سوم ۔ اِس شتابکاری میں جو حکم کہ تُو کرے شرح سے تجاوز نہ کر اور انصاف سے جو کہ دینداری کا جزوِ اعظم ہے درگذر نہ کر ؛

۲۴ ۔ دُشمن سے سلوک

ایک بُڈھے نے اپنے تینوں بیٹوں کو رُوبرو بلا کر اپنی تمام نقد وجائیداد کا حصہ رسدی مساوی طور پر تقسیم کر دیا اور ایک بیش قیمت جوہر اُن کو دِکھلا کر کہا کہ اس کا مستحق وہ بیٹا ہو گا جو میری زندگی کے بقیہ چند ایام میں سب سے زیادہ اچھا کوئی نیکی کا کام کرے گا ۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک لڑکے نے آکر کہا کہ اب وہ جوہر مجھے دے دیجیے ۔ بُڈھے نے پوچھا کہ کس نیکی کے عوض تم یہ جوہر طلب کرتے ہو ۔

لڑکے نے کہا کہ ایک شخص نے پانچہزار روپیہ میرے پاس بطور امانت
رکھا جس کے متعلق نہ کوئی نوشت تھی اور نہ ہی کوئی گواہ شاہد تھا۔
اس شخص کے واپس آنے اور امانت طلب کرنے پر میں نے اس کی پانچہزار
روپیہ کی امانت اُس کو واپس کر دی۔ حالانکہ اگر میں انکار کر دیتا تو وہ
میرا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا، اس سے بڑھ کر نیکی کا اور کیا کام ہو سکتا
ہے۔ بوڑھے نے ہنس کر کہا کہ نیکی کا یہ ایک معمولی کام ہے جس کو
زیادہ اہمیت نہیں دی جا سکتی۔ اگر دوسرے دونوں لڑکوں نے میری
زندگی میں اس سے زیادہ اچھا کام نہ کیا تو مرتے وقت یہ تم کو دے دیا
جائے گا۔

چند روز کے بعد دوسرا لڑکا باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور
وہ جوہر طلب کیا۔ بوڑھے نے پوچھا کس نیکی کے عوض۔ لڑکے نے
جواب دیا کہ دریا نہایت طغیانی پر تھا۔ اتفاقاً ایک لڑکا پل پر سے
دریا میں گر گیا۔ اس کے ماں باپ اور دیگر سینکڑوں اشخاص میں سے
کسی کو اس کے نکالنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ میں نے اپنی جان کو صریح خطر
میں ڈال کر بڑی مشکل کے ساتھ اس لڑکے کو زندہ نکالا۔ اس سے
بڑھ کر نیکی اور قربانی کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔ بوڑھے نے ہنس کر
کہا کہ ہمدردی اور انسانیت کا یہ ایک معمولی فعل ہے۔ اور اگر

تیسرے بیٹے نے اس سے بہتر کوئی کارنامہ نیکی کا نہ دکھلایا تو یہ جواہر تم کو دے دیا جائے گا۔

چند روز کے بعد تیسرا لڑکا باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے بخلاف پہلے دونوں بھائیوں کے جوہر تو نہ طلب کیا۔ البتہ اپنی کارگذاری یوں بیان کی کہ میرا ایک جانی دشمن نشۂ شراب سے مخمور پہاڑ کے ایک غار کے منہ پر اس طریقے سے بیہوش پڑا تھا کہ ادھر اُدھر ذرا سی حرکت کرنے پر وہ اس قدر بلندی سے گر کر ضرور مر جاتا۔ باوجود اپنا جانی دشمن جاننے کے میں نے اس کو اُٹھایا اور اپنے منہ کو میں نے کپڑوں سے ڈھانپ لیا تاکہ اگر وہ جاگ جائے تو میری صورت پہچان کر شرمندہ نہ ہو اور رات کی تاریکی میں اپنی پشت پر اُٹھا کر اُس کو اس کے گھر پر چھوڑ آیا۔ بوڑھے نے بلا تامل وہ جوہر اس لڑکے کے حوالے کیا اور کہا کہ درحقیقت تیری نیکی قابلِ صد ہزار ستائش اور حقیقی نیکی ہے اور اس جوہر کا تجھ سے زیادہ کوئی مستحق نہیں ہو سکتا۔ نتیجہ یہ کہ نیکی وہی ہے جو دشمنوں اور بُرے لوگوں کے ساتھ کی جاتی ہے ورنہ ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الی من اسا

۴۲۔ موت کے اسباب

ایک سوداگر نے اپنے دوست سے جو ایک جہاز کا ناخدا تھا پُوچھا تمہارے والد بزرگوار نے کیونکر وفات پائی۔ ناخدا نے کہا آپ میرے والد کی نسبت خاص کر کیا پُوچھتے ہیں میرے آباواجداد سب ڈوب کر مرتے آئے ہیں اس واسطے کہ صدہا پُشت سے جہازرانی کا پیشہ ہمارے خاندان میں رہا ہے۔ سوداگر نے کہا کیا تم کو ڈر نہیں تھا کہ تم بھی باپ دادا کی طرح ڈوب کر ہی مرو گے۔ ناخدا نے کہا بے شک ڈوبنے کا خوف تو ہے لیکن موت سے گریز کہاں ہو سکتا ہے۔ بھلا میں آپ سے پُوچھتا ہوں کہ آپ کے آباؤ اجداد کیونکر مرے۔ سوداگر نے کہا گھر میں مرے اور کہاں مرے۔ ناخدا نے کہا آپ نہیں ڈرتے کہ اُسی گھر میں آپ کو بھی مرنا ہوگا۔ نتیجہ یہ کہ آدمی خشکی میں رہے یا دریا میں موت سے کسی جگہ نجات نہیں ہے

انسان پیدا ہوتے ہی بڑھتا ہے سوئے مرگ
اور عمر ایک فاصلہ ہے درمیان میں

۲۵۔ عدل و انصاف

ایک شکستہ حال بڑھیا خلیفہ مامون کے دربار میں آئی اور شکایت
پیش کی کہ ایک ظالم نے میری جائیداد چھین لی ہے۔ مامون نے کہا کس
نے۔ وہ کہاں ہے۔ بڑھیا نے اشارے سے بتایا کہ وہ شخص آپ
کے پہلو میں موجود ہے۔ مامون نے دیکھا تو وہ خود اُس کا بیٹا عباس
تھا۔ وزیر کو حکم دیا کہ شہزادہ کو بڑھیا کے برابر لے جا کر کھڑا کر دو۔
پھر دونوں کے بیان سُنے شہزادہ عباس رُک رُک کر آہستہ گفتگو
کرتا تھا۔ لیکن بڑھیا بے دھڑک بلند آواز سے مسلسل گفتگو کرتی تھی۔
وزیر نے بڑھیا کو روکا کہ خلیفہ کے سامنے چلا کر بولنا بے ادبی ہے۔
مامون نے کہا نہیں جس طرح چاہے اُسے آزادی سے بولنے دو۔ سچائی
نے اُس کی زبان تیز کر دی اور عباس کو گونگا بنا دیا ہے۔ جب دونوں
کے بیان ختم ہو گئے تو مامون نے فیصلہ بڑھیا کے حق میں کیا اور جائداد
اُسے واپس دلا دی اور معقول رقم عباس سے بطور جرمانہ وصول
کر کے بڑھیا کو دلا دی تاکہ اُس تکلیف کا کچھ معاوضہ ہو سکے جو کہ بڑھیا
کو اُس کی جائداد عباس کے قبضہ میں چلے جانے اور انصاف حاصل

کرنے کے لئے اُٹھانی پڑی تھی۔ خود مامون پر ایک شخص نے تیس ۳۰ ہزار کا
دعویٰ دائر کیا جس کی جوابدہی کے لئے اس کو قاضی کی عدالت میں حاضر
ہونا پڑا۔ خدام نے قالین لاکر بچھایا کہ خلیفہ اس پر تشریف فرما ہو۔
قاضی نے حکم دیا کہ قالین اُٹھادو۔ عدالت کے رُوبرو خلیفہ اور مُدعی
دونوں برابر درجہ رکھتے ہیں۔ مامون نے کچھ بُرا نہ مانا بلکہ بہت خوش ہوا
اور قاضی کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا۔

شیطان کے دوست اور دشمن

خداوند تعالیٰ نے شیطان کو حکم دیا کہ میرے محبوب
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو اور
وہ جو کچھ تم سے پوچھیں ان کا جواب دو۔ چنانچہ شیطان
ایک بُڈھے کی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، تو کون ہے؟
کہا میں شیطان ہوں۔ فرمایا کیوں آئے ہو؟ خدا نے مجھے حکم دیا
ہے کہ میں آپ کے پاس آؤں اور آپ جو پوچھیں اس کا جواب

دوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا بتاؤ میری اُمت میں سے تمہارے دشمن کتنے ہیں؟ شیطان نے جواب دیا۔ پندرہ، فرمایا، کون کون سے؟ شیطان نے کہا، سب سے پہلے تو میرے دشمن آپ ہیں، دوسرا میرا دشمن انصاف کرنے والا حاکم ہے، تیسرا متواضع دولت مند، چوتھا سچ بولنے والا تاجر، پانچواں خدا سے ڈرنے والا عالم۔ چھٹا امین ناصح، ساتواں رحمدل مومن، آٹھواں توبہ کرنے والا، نواں حرام سے بچنے والا، دسواں ہمیشہ باوضو رہنے والا، گیارھواں صدقہ وخیرات کرنیوالا، بارھواں نیک اخلاق رکھنے والا، تیرھواں لوگوں کو نفع پہنچانے والا، چودھواں قرآن پڑھنے والا، پندرھواں رات اُٹھ کر نماز پڑھنے والا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور تمہارے دوست کتنے ہیں؟ کہنے لگا دس۔ ظالم، حاکم، متکبر، خیانت کرنے والا، دولت مند، شراب پینے والا۔ چغل خور، ریاکار، سود خور، یتیم کا مال کھانے والا، زکوٰۃ نہ دینے والا، اور لمبی آرزوں والا۔

۲۷ - علم و ہُنر

ایک مولوی صاحب برسات کے موسم میں اپنے بیوی بچّوں میں جا رہے تھے۔ راستہ میں دریا پڑتا تھا کشتی میں سوار ہوئے جب کشتی چھوڑ دی گئی تو مولوی صاحب نے ملاح سے کہا کہ ملاّح بھائی تو نے کچھ پڑھا بھی ہے اس نے کہا نہیں مولوی صاحب نے کہا کہ تو نے اپنی عمُر برباد کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد کشتی گرداب دریا میں آ گئی۔ ملاح نے مولوی صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب کشتی ڈوبتی ہے تم کو تیرنا بھی آتا ہے۔ مولوی صاحب نے اِنکار کیا۔ ملاّح نے کہا مولوی صاحب آپنے عمُر برباد کی غرض جوں توں کر کے کشتی پار ہوئی۔ ملاّح نے کہا مولوی صاحب ایک آدمی کو خداوند کریم نے ایک ایسی چیز عطا فرمائی ہے جو دوسرے کے پاس نہیں ہے۔ اپنے اپنے کام میں ہر شخص ولی اور مولوی ہے پس جس طرح مولوی ملاح نہیں ہو سکتا اسی طرح ملاّح مولوی نہیں بن سکتا۔

۲۸۔ فکر و غم

ایک شخص اِس امر کا جویا تھا کہ آیا دُنیا میں کوئی بندۂ خدا بے فکر و بے غم بھی ہے جا بجا جستجو کرتا ہوا ایک شہر میں پہنچا۔ وہاں ایک باغ نظر آیا صحنِ چمن میں ایک کم سن نوخیز امیر زادہ کے گرد و پیش غلامانِ خوش اندام کمر بستہ کھڑے ہیں مطربانِ خوش الحان گاتے ہیں اور وہ امیر جڑاؤ جھولے کے اندر جھول رہا ہے انواع و اقسام کا سامان عیش و طرب مہیا ہے یہ سماں دیکھ کر اس کی سمجھ میں آیا کہ اب مُدعا پایا یہ خوش نصیب ضرور بے فکر و بے غم ہے۔ اُس امیر زادہ سے کہا کہ ماشاء اللہ تمام جہان میں ایک آپ کا دلِ شاد پایا ہے۔ امیر نے کہا میاں صاحب کس خیال میں ہو آج شب کو میرے پاس ٹھہرو اور احوالِ واقعی سُنو۔ ؎

آرام سے ہے کون جہانِ خراب میں
گُل سینہ چاک اور صبا اضطراب میں!

۲۹- خود غرضی

ایک پنڈت مدتِ دراز تک کاشی جی میں اقامت گزیں ہو کر کافی محنت، سخت مصیبت، نہایت جانکاہی اور دماغ سوزی کے بعد سنسکرت اور دیگر علومِ مذہبی میں سندِ فضیلت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ یہ مذہبی فضیلت اور علمی قابلیت دنیاوی ترقی اور حصولِ مقاصد میں اس کے لیے بہترین ذریعہ ثابت ہو گی۔ لیکن کافی تجربہ کے بعد اس کو محسوس ہوا کہ اس کا یہ خیال بالکل غلط تھا۔ ضروریاتِ دنیوی سے لاچار ہو کر زندگی قائم رکھنے کے لئے بغرضِ حصولِ معاش اس نے اپنے وطن کو خیر باد کہا۔ کچھ عرصہ کے بعد کسی دور دراز علاقہ کے ایک گاؤں میں وارد ہوا۔ اور وہاں کے لوگوں سے درخواست کی کہ یہ دھرمی ہندوؤں کا گاؤں ہے۔ مجھے رامائن کی کتھا سنانے کی اجازت دے دی جائے اور میری پیٹ پوجا کا بھی کچھ انتظام ہو جائے۔ سب کی لاٹھی ایک کا بوجھ۔ مجھ غریب کا کام بن جائے گا۔ اور آپ لوگوں کو بھی کچھ بوجھ نہ پڑے گا۔ لوگوں نے پوچھا کتھا کتنے عرصہ میں ختم ہو گی۔ پنڈت جی

نے کہا کم از کم تین چار ماہ میں۔ اُن میں سے ایک زمیندار بولا کہ پنڈتوں کے یہ سب کھانے پینے کے ڈھنگ ہیں ورنہ کتھا تو صرف اتنی ہے :۔ ایک تھے رام جی۔ ایک تھا راون تڑا۔ اُس نے اس کی جورو چھینی۔ اس نے جلایا گاؤں تڑا۔ نتیجہ یہ کہ انسان اس قدر خود غرض واقع ہوا ہے کہ مالی یا جسمانی قربانی تو درکنار بغیر مطلب اور بلا ضرورت کسی کی بات سننی بھی گوارا نہیں کرتا۔ پنڈت جی کو چونکہ اپنی ضرورت پوری کرنی اور مطلب نکالنا تھا۔ اُنہوں نے چند روز کے چند ماہ بتلائے گاؤں والوں کو چونکہ اس میں بظاہر تضیع اوقات کے سوا کچھ حاصل ہوتا نظر نہ آیا۔ اُنہوں نے چند ماہ کی کتھا کو چند حروف میں ختم کر دیا۔

۳۰۔ مالِ حرام

چار چوروں نے ایک بیش قیمت گھوڑی چرائی اور وہاں سے دور دراز علاقہ کی نمائش اسپاں میں اُسے بغرض فروخت لے گئے۔ ۲ دو چور کھانا دانہ خریدنے کے لئے شہر میں چلے گئے اور ۲ دو گھوڑی کے پاس موجود رہے کہ اتنے میں ایک اجنبی شخص نے گٹھڑی زمین پر رکھ کر کہا کہ مجھے اس گھوڑی کی چال سوار ہو کر دیکھ لینے دو۔ چوروں نے

بخوشی اس درخواست کو منظور کر لیا اجنبی نے سوار ہوتے ہی گھوڑی کو جو ایڑھ لگائی تو یہ جا وہ جا نظروں سے غائب ہو گیا۔ چور اپنی اس غلطی سے سخت متاسف ہوئے لیکن اب کیا ہو سکتا تھا اتنے میں وہ دونوں چور شہر سے کھانا وغیرہ خرید کر واپس آئے تو گھوڑی کو موجود نہ پا کر اپنے ہمراہیوں سے دریافت کیا کہ گھوڑی کتنے کو فروخت ہو گئی۔ انہوں نے کہا جتنے کو خریدی تھی اور گٹھڑی کی طرف اشارہ کر کے کہا نفع نفع یہ پڑا ہے۔ انہوں نے گٹھڑی کو جو دیکھا تو بالکل خالی پائی نتیجہ یہ کہ ؏

مالِ حرام بود بجائے حرام رفت

۱۳۱۔ خوش قسمتی

ایک شخص گھوڑے پر سوار کہیں جا رہا تھا راستہ میں اسے ایک شخص ملا جس نے دریافت کیا کہ بوریوں میں کیا بھرا ہے۔ سوار نے جواب دیا کہ ایک بوری میں تو گیہوں ہیں اور دوسری طرف کی بوری میں وزن برابر کرنے کے لئے ریت بھرا ہے اس شخص نے کہا کہ اگر گیہوں کو ہی دونوں طرف تقسیم کر کے ہم وزن لادا جاتا تو اس قدر زاید

وزن سے گھوڑے کو اور اس قدر غیر ضروری محنت سے آپ کو نجات ملتی۔ سوار نے کہا واقعی یہ تدبیر تو تم نے بہت اچھی بتلائی لیکن یہ تو فرمائیے کہ اس قدر عقل کی موجودگی میں آپ پیدل کیوں جا رہے ہیں اس شخص نے کہا یہ اپنی اپنی قسمت ہے۔ سوار نے کہا ایسی عقل کو آپ اپنے ہی پاس رکھئے جو آپ کو پیدل چلا رہی ہے کہیں اس کا سایہ مجھ پر نہ پڑ جائے مجھ کو میری بے وقوفی مبارک ہے جس نے مجھے گھوڑے پر سوار کر رکھا ہے نتیجہ یہ کہ خوش قسمتی کا عقل سے کوئی تعلق نہیں ہے

اگر روزی بدانش برفزودے
زناداں تنگ تر روزی نبودے (سعدیؒ)

۳۲۔ خوشامد کا انجام

شاہ قانوت فخرِ انگلستان کا دربار تھا جملہ اراکینِ سلطنت مؤدب بیٹھے تھے سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ کہ اے شہنشاہ تو ابرِ گوہر بار ہے تیرا سکہ بحر و بر پر رواں ہے۔ ع

تجھے سب بانیٔ عدل و وفا کہتے ہیں دنیا میں

شہنشاہ یہ سن کر جامے میں پھولا نہ سمایا۔ اسکے دل میں خود ہی سما گئی

ان کا امتحان کرنے کے لئے۔ شاہ قانوت نے حکم ذیل دے دیا اہلِ دربار ڈر گئے کہ دیکھیں آج کس کی شامت آتی ہے:۔

شام ہوئی شہنشاہ بولے ہم آج سمندر کی سیر دیکھنے کے لئے جا رہے ہیں تخت کو بھی سمندر پر لے چلو حکومت کے سب جوہر آج کھل جائیں گے:۔

سمندری لہریں اور آبشاریں آسمان کی خبر لا رہی تھیں۔ مدّ وجزر شاہی تخت کو بہا لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ بادشاہ غصّے میں آگیا کہنے لگا کہ اے سمندر یہ کیسا شور ہے تجھے معلوم نہیں کہ میں شہنشاہ بحروبر ہوں، اے گستاخ تجھے میرا ڈر نہیں۔ شاہِ قانوت ابھی یہ کہنے پایا تھا کہ ایک موج محشر خیز نہایت تیزی سے شہنشاہ کی جانب بڑھی اور اُسے سمندر میں بہا لے چلی۔ جملہ درباری گھبرائے۔ آخر شہنشاہ ارکین سلطنت کی مدد سے بال بال بچے۔ اور اپنے خوشامدی درباریوں کی طرف رجوع کیا۔ اور کہا یہ مبالغہ ہے اور جھوٹی خوشامد ہے بحروبر پر میری کوئی حکومت نہیں سب سے بڑی وہ سرکار ہے جس کے ہم تم سب زیرنگیں ہیں اس خوشامد سے درباری بہت شرمندہ ہوئے۔ سہ

معلوم نہیں ہے یہ خوشامد کی حقیقت
کہدے کوئی اُلو کو اگر رات کا شہباز (اقبالؔ)

۳۳۔ سلطنت کی قیمت

ایک بادشاہ کو ریاح خارج نہ ہونے کے باعث سخت تکلیف رہتی تھی اور شکم ہمیشہ اپھرا رہتا تھا۔ ہر چند شاہی طبیبوں نے علاج معالجہ میں بہت کوشش کی لیکن بجائے تخفیف کے مرض تقویت ہی پکڑتا گیا۔ آخرکار اطبائے دربار سے مایوس ہو کر ایک گرانقدر انعام اس مرض کے دفعیہ کے واسطے عوام میں مشتہر کر دیا۔ رعیت کے طبیبوں نے بہت کچھ اپنی اپنی حکمت آزمائی لیکن سب بے سُود۔ جُوں جُوں مرض بڑھتا جاتا تھا موعودہ و مشتہرہ رقم انعام بھی بڑھتی جاتی حتّٰی کہ انعام کی یہ مقدار نصف سلطنت تک مقرر کر دی گئی لیکن پھر بھی اس انعام کے حاصل کرنے میں کوئی شخص کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک خدا رسیدہ فقیر کو بھی یہ حال معلوم ہوا۔ اس نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ اگر پوری سلطنت دے دے تو میں علاج کرنے کو تیار ہوں۔ بادشاہ نے ایسے تکلیف دہ مرض کی موجودگی میں بادشاہت کے مقابلہ میں بحالتِ صحت محنت مزدوری کرنے کو بدرجہا ترجیح دی اور پوری سلطنت دینے پر رضامند ہو گیا۔ فقیر نے دُعا کی اور بظاہر کوئی

دوا بھی دے دی۔ بادشاہ کو ریاح خارج ہونے سے شفائے مطلق حاصل ہو گئی اور اِس موذی مرض سے کُلّی طور پر نجات پالی تو حسب وعدہ فقیر کو تاج و تخت سنبھالنے کے واسطے بُلایا۔ فقیر نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اے بادشاہ تاج و تخت تجھی کو مبارک ہو۔ میں ایسی بے حقیقت اور ناکارہ چیز کو لینا نہیں چاہتا کہ جس کی قیمت صرف ہوائے شکم کا خارج ہونا ہے۔ ؎

تنگدستی اگر نہ ہو غالب
تندرستی ہزار نعمت ہے

۳۴۔ کمالِ عُلُوم

ایک دفعہ بادشاہ نے اپنے وزرا سے ایک روز کہا کہ نیرنگیِ زمانہ انقلابِ دہر اور دُنیا کے ہر ساعت تغیّر و تبدّل کو دیکھتے ہوئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنی اولاد کو کوئی ایسا ہنر سکھلاؤں کہ اِن قوانینِ قدرت کے ماتحت اگر سلطنت زوال پذیر بھی ہو جائے تو وہ کسی ہنر و پیشہ سے اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے مشکل پوری کر سکیں اور حصولِ معاش کے لئے وہ کسی کے دستِ نگر اور محتاج نہ ہوں بالآخر تمام وزرا کے

اتفاق رائے سے قرار پایا کہ ولی عہد کو تو علم سکھلایا جائے جو کہ تمام ہنروں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اور دوسرے شہزادوں کو نجاری، زرگری، کفش دوزی اور آہنگری وغیرہ کا پیشہ سکھلایا جائے اور ایک مقررہ میعاد کے بعد ان سب کا امتحان لیا جائے کہ ان سب میں سے کون سا پیشہ و ہنر روپیہ کمانے کے لئے فوقیت و فضیلت رکھتا ہے۔ چنانچہ انقضائے میعاد مقررہ پر ان سب کو بادشاہ کے رو برو برائے امتحان پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے سب شہزادوں کو حکم دیا کہ ایک ایک روپیہ پیدا کر کے لاؤ۔ چنانچہ یہ سنتے ہی اس کے سب شہزادے ایک ایک روپیہ پیدا کرنے کی فکر میں اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد سب اپنے اپنے پیشوں کے ذریعہ سے ایک ایک روپیہ حاصل کر کے لے آئے سوائے ولی عہد کے جس نے کہ علم حاصل کیا تھا وہ بے چارہ صبح سے شام تک بازاروں میں یہ کہتا پھرا کہ جو کوئی مجھے ایک روپیہ دے گا میں اس کو ایسے علمی مسائل بتلاؤں گا جو کہ دین و دنیا میں اس کے لئے بہت مفید اور کار آمد ہوں گے جو کوئی اس کے اس فقرہ کو سنتا وہ ہنس دیتا یا اس کو دیوانہ قرار دیتا آخر کار صبح سے شام تک اپنی پوری کوشش صرف کرنے کے بعد ناکام خدمت شاہ

میں حاضر ہوا اور نہایت مایوسی کے عالم میں بادشاہ سے شکایت کی
کہ آپ نے میرے متعلق علم حاصل کرانے کی غلط رائے اختیار کی جس کی
قدر و قیمت اتنی بھی نہیں کہ میں اپنی روزی کا کچھ حصہ بھی کما سکوں
سوائے اس کے کہ خلق مجھ پر خندہ زن ہو بادشاہ نے اس کو ایک
بیش قیمت جوہر دیا کہ تم اس کو فروخت کر کے کل کو روپیہ حاصل کر کے
لانا۔ چنانچہ وہ بیچارہ دوسرے روز صبح سے شام تک پھرتا رہا
لیکن ایک روپیہ کو بھی اس بیش قیمت جوہر کو فروخت کرنے میں ناکامیاب
رہا اور سب نے یہی جواب دیا کہ یہ کانچ تو ایک کوڑی قیمت کا
بھی نہیں۔ کل تم مسئلے فروخت کرتے پھر رہے تھے آج اس
کوڑی کے کانچ کو ایک روپیہ میں فروخت کرتے پھر رہے ہو۔
شاید کہ دیوانے ہو۔ ولی عہد نہایت غمگین اور مایوس ہوا اور روتا
ہوا بادشاہ کے پاس آیا کہ اس لاکھوں روپیہ کے جوہر کا کوئی ایک
پیسہ بھی نہیں دیتا۔ بادشاہ نے کہا جانِ پدر مایوس مت ہو۔ جس
طرح اس جواہر کی قدر و قیمت کسی نے نہیں پہچانی اسی طرح
تیرے علم کی قدر بھی سوائے تیرے کوئی قدردان ہی کر سکے گا۔
تیرا کمالِ علم خود تیری اور دوسروں کی روحانی اصلاح کرنے میں
تو کامیاب ہو سکے گا لیکن حصولِ دولتِ دنیوی کے لیئے علم

کو ذریعہ گردانینے کی توقع رکھنا فضول ہے۔ کمال اور اقبال یکجا جمع نہیں ہوتے ؎

دُنیا میں چوبِ سوختنی و عوُد ایک ہے
ہم رتبہ خلیلؑ اور نمرود ایک ہے
اُن لوگوں کو جو سارے دُنیا کے مست ہیں
آوازِ خر و نغمۂ داوٗدؑ ایک ہے

۴۵۔ ضرورتِ نکاح

عظیم آباد میں ایک عورت بہت چھوٹی عمر میں بیوہ ہو گئی۔ اس نے ہمیشہ روزہ رکھنا اور ہر وقت عبادت کرنا اپنا معمول قرار دے لیا۔ گویا حقیقی معنوں صائم النہار اور قائم اللیل بن گئی۔ روزہ افطار کرنے کے وقت شام کو سوکھی روٹی یا گیہوں کا چوکر بھگو کر کھانا اختیار کیا اور شب و روز تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتی اسی حالت میں وہ بوڑھی ہو گئی۔ سینکڑوں عورتیں اس کی ناممکن العمل اور سچی پارسائی کو دیکھ کر مُرید ہو گئیں۔ مرتے وقت اُس نے سبھوں کو بلا کر پوچھا کہ میں نے کیسی پاکدامنی پارسائی اور عزت وحرمت سے اپنی زندگی کاٹی سبھوں نے

کہا کہ ایسا ہونا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ کہ کبھی کسی مرد کا منہ تک نہ دیکھا ساری عمر روزہ رکھا۔ سوکھی روٹی کھائی یا چوکر پی کر گذارہ کیا اور شب و روز مصروف تلاوت و مشغول عبادت رہی۔ وہ بولی اب میرے دل کا حال سنو کہ جوانی سے بڑھاپے تک رات کو قرآن کی تلاوت کرتے وقت کبھی میرے کان میں چوکیدار کی آواز آتی تو دل یہی چاہتا کہ کسی طرح اُس کے پاس چلی جاؤں لیکن خدا کے خوف اور دُنیا کی شرم سے بچتی رہی۔ اب میرا آخری وقت ہے میں سبھوں کو نصیحت کرتی ہوں کہ کبھی جوان عورت بیوہ کو بے نکاح نہ رکھنا اِس سے معلوم ہوا کہ عورت کیسی ہی نیک بخت پرہیزگار ہو اور کیسا ہی روکھا سوکھا کھانا کھاوے لیکن بمقتضائے فطرت مرد کی خواہش اس کے دل میں ضرور ہوتی ہے ؛

۳۶۔ خاکساری

ایک مجمع میں کسی بزرگ کا تذکرہ تھا۔ بعض تو کہتے تھے سُبحان اللہ قطبِ وقت ہیں ایسا با خدا آدمی اِس زمانہ میں کہاں ہے بعض کہتے تھے بھائی ہم تو معتقد نہیں۔ دُنیا میں رہ کر خدا پرستی معلوم۔ سامانِ دُنیا

وہ کیا نہیں رکھتے۔ بی بی بچے۔ مکان۔ کھانا پینا سبھی کچھ ہے۔ نماز روزہ کون نہیں کرتا۔ بزرگی کا اور ہی مرتبہ ہے۔ ایک شخص نے ارادہ کیا کہ امتحان لیں۔ یہ ٹھہرا کر ان بزرگ سے جا کہا کہ آج بندے کے یہاں آپ کی دعوت ہے۔ گرمی کے دن ہیں ایسا کیجئے کہ نماز مغرب وہیں پڑھیئے۔ غریب خانے کے قریب مسجد بھی ہے۔ بڑی بھاری جماعت ہو جاتی ہے۔ ان بزرگ نے دعوت کو بے تامل قبول کیا اور نماز مغرب سے پہلے مسجد میں جا حاضر ہوئے۔ نماز مغرب کے بعد وظیفہ پڑھتے پڑھاتے رہے۔ پھر میزبان کے دروازے پر آئے تو کچھ فرش نہ تخت نہ مونڈھا نہ کرسی نہ کوئی آدمی۔ آواز دی تو جواب ندارد۔ بے تکلف زمین پر بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے عشاء کا وقت ہو گیا اور یہاں میزبان نے گھر سے نکل کر صورت تک نہ دکھائی۔ میزبان صاحب منتظر تھے کہ مہمان صاحب دق ہو کر خود متقاضی ہوں گے۔ یہاں تقاضے کا کیا ذکر۔ جب نماز عشا کا وقت ہوا تو دروازے پر ایک مہترانی رہتی تھی یہ بزرگ اس سے کہہ گئے کہ نیک بخت میں نماز کو جاتا ہوں۔ اگر میزبان صاحب پوچھیں تو مہربانی کر کے کہہ دینا کہ وہ شخص نماز کو گیا ہے۔ ان بزرگ نے نماز جماعت تو مسجد میں پڑھی اور سلام پھیرتے ہی پھر چلے آئے اور جو کچھ پڑھنے

کو باقی تھا۔ میزبان کے دروازہ پر آکر پڑھا۔ یہاں تک کہ آدھی
رات ہونے آئی۔ تب میزبان نکلا۔ مہمان کو دیکھا تو موجود۔ دیکھتے
ہی بولا۔ آہا آپ آئے اور مجھ شامت زدہ کو دعوت کا خیال بھی نہ
رہا۔ اب اِس وقت کیا ہو سکتا ہے۔ مہمان نے کہا کیا مضائقہ
معمولی بات ہے۔ یہ کہہ کر بہت ادب سے رخصت طلب کی میزبان
نے کہا اچھا تو ٹھہریئے میں جاکر دیکھوں۔ کچھ بچا بچایا ہو تو لے آؤں
گھر میں گیا تو پھر گھنٹوں کا غوطہ لگایا۔ بڑی دیر کے بعد نکلا تو پھر
کہا کچھ موجود نہیں ہے۔ معاف کیجئے۔ مہمان بشاش بشاش رخصت
ہونے لگا۔ تو پھر اُس نے کہا آپ جاتے ہیں تو میرا جی نہیں چاہتا
کہ آپ بھوکے چلے جائیں۔ ذرا صبر کیجئے تو کچھ تدبیر کروں۔ بزرگ نے
فرمایا کہ کیوں تکلیف کرتے ہو اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔ میں چلا جاتا
ہوں۔ میزبان نے کہا ذرا ٹھہریئے۔ یہ کہہ کر پھر گھر میں گیا اور تھوڑی
دیر کے بعد اندر ہی سے کہا شاہ صاحب تشریف لے جایئے
شاہ صاحب نے پکار کر سلام کیا اور چلنے لگے۔ گلی کے باہر ہو گئے تھے
کہ پھر اس شخص نے پکارا تو شاہ صاحب پھر آگئے۔ اُس شخص نے کہا
اور تو کچھ نہیں ہو سکتا یہ ایک ٹکہ حاضر ہے۔ شاہ صاحب نے بڑی
خوشی سے لے لیا اور خوش و خرم پھر چلے۔ پھر اُس شخص نے بلایا اور کہا

کہ میاں فقیر تو بڑا طماع و حریص ہے۔ ایک وقت کے کھانے کے واسطے تو نے میری تمام رات ضائع کی۔ شاہ صاحب روتے لگے اور ہاتھ جوڑے کہ بھائی خدا کے لئے میری خطا معاف کرو۔ واقع میں میرے سبب سے تم کو بھی تکلیف ہوئی۔ وہ شخص بولا جی چاہتا ہے کہ اس قصور کے بدلے تیرے سب کپڑے اتروالوں پھر شاہ صاحب کے قدموں پر سر رکھ کر کہا کہ واقع میں آپ بڑے بزرگ آدمی ہیں اور اس امتحان لینے میں مجھ سے بڑا قصور ہوا۔ للٰہ معاف فرمائیے۔ شاہ صاحب نے اس کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور کہا میاں یہ تمہارا خیال ہے کیسی بزرگی اور کہاں کی خدا پرستی میں تو پیٹ کا کتا ہوں سب کتے ایسا ہی کرتے ہیں۔ جو میں نے کیا۔ ٹکڑا دکھلاؤ یا بلاؤ تو دوڑا آئے ذرا دھمکا دو تو قدم دو قدم پیچھے ہٹ جائے یاد رکھو کہ خاکساری خدا رسیدہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے جس شخص میں یہ نہیں۔ وہ کتنا ہی عالم و فاضل عابد و زاہد کیوں نہ ہو اور متقی و پارسا ہو وہ ایچ ہے۔

۳۷۔ فروتنی

ایک بادشاہ نے اپنا ایلچی ایک دوسرے بادشاہ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ اس سلطنت کی ترقی کے اسباب و مسائل پر غور کر کے اپنے ملک میں بھی انہی قوانین کو ترویج دے۔ ایلچی نے بادشاہ کے پاس پہنچکر اپنے آنے کی غرض و غایت بیان کی ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں کہ چراغ میں تیل ختم ہوگیا۔ بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے چراغ میں تیل ڈالنے لگ گیا۔ ایلچی نے کہا کہ غلام کو کیوں نہیں کہہ دیتے۔ بادشاہ نے کہا اس کی آنکھ لگ گئی ہے اور ابھی اس کی کچی اور پہلی نیند ہے۔ اس وقت جگانا مناسب نہیں میری سلطنت کی ترقی کا تمام راز رعایا کی اسی طرح دلجوئی کرنے میں ہے۔ آپ کا بادشاہ بھی اسی فروتنی اور دلجوئی کو اختیار کرے تو سلطنت خود بخود ترقی پذیر ہو سکتی ہے ؎

مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دلنوازی کا
مروّت حسنِ عالمگیر ہے مردانِ غازی کا (اقبالؒ)

۳۸- آزمائش

ایک سرد مزاج بُردبار شخص نے ایک سادھو کی جانچ کرنا چاہی کہ دیکھوں یہ سادھو کیسے ہیں اور پھر ان کا چیلا بن جاؤں۔ چنانچہ وہ وہ اُن مہاتماجی کے پاس گیا دیکھا تو وہ اپنی کُٹیا میں بیٹھے ہیں۔ اُس شخص نے کہا کہ مہاراج تھوڑی آگ دے دو۔ سادھو نے کہا بھائی آگ میری کُٹیا میں نہیں ہے۔ دراصل آگ تھی بھی نہیں لیکن اس شخص کا مقصود تو اِتنا معلوم کرنا تھا اِس لئے اُس نے پھر کہا کہ مہاراج آگ تھوڑی سی ہی دے دیجئے۔ تب سادھو نے اور منہ بنایا اور غضبناک ہو کر کہا کہ چلا جا کیسا آدمی ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ آگ نہیں ہے یہ مانتا ہی نہیں اور مانگے چلا جاتا ہے۔ اس پر اُس شخص نے پھر کہا کہ مہاراج دُھواں تو اُٹھتا ہے۔ تھوڑی سی دے دیجئے اب تو سادھو کو اس قدر غصّہ آیا کہ مارے غضب کے منہ اور آنکھیں سُرخ ہوگئیں۔ اور سونٹا اُٹھا کر مارنے کو دوڑا۔ اس شخص نے ہاتھ جوڑے اور پاؤں پہ پڑ گیا۔ اور کہنے لگا مہاراج اب تو آگ اچھی طرح جلنے لگی۔ چھما کیجئے اور میری گستاخی معاف

فرمائیں۔ سادھو نے کہا تو مجھ سے بار بار کیوں مانگتا تھا اُس شخص نے
کہا مہاراج میں نے آپ کی جانچ کی تھی جو کرودھ آپ کو پہلے آیا
تھا وہ آگ کا سُلگنا اور دھوئیں کا اُٹھنا تھا اور جو کرودھ بعد میں پیدا
ہوا وہ آگ کا پُورے طور پر بھڑک اُٹھنا تھا۔ یہ آگ آپ کے دِل
سے پیدا ہوئی اور مُنہ کی راہ نکلی۔ پہلے یہ اپنے آپ کو پھر دُوسرے
کو جلاتی ہے :-

۳۹۔ نکتہ چینی

ایک نوجوان مصوّر نے اپنا کمالِ فن ظاہر کرنے کی غرض سے
ایک تصویر نہایت محنت و کوشش کے ساتھ کافی عرصہ لگا کر تیار
کی اور ایک بارونق بازار کے چوک میں اُس تصویر کو ایک تختہ پر
آویزاں کر دیا جس کے نیچے یہ عبارت لکھی :-
"اس تصویر میں جہاں کہیں نقص ہو وہاں پنسل سے نشان کر دیا
جائے" نوجوان کو اپنے کمالِ فن پر بہت ناز تھا اور خیال تھا کہ تصوّیر
پر ایک بھی پنسل کا نشان نہ ہوگا لیکن نوجوان کی حیرت کی کوئی
انتہا نہ رہی۔ جب اُس نے شام کو جا کر دیکھا کہ تمام تصویر پنسل

کے نشانوں کے نیچے اپنی موجودگی کو بھی مشتبہ بنا رہی ہے۔ نوجوان نہایت افسردہ خاطر اور مایوس ہوا۔ اُس کے باپ نے افسردگی کا باعث پوچھا تو اُس نے سب ماجرا اپنی شکستہ دلی کا کہہ سنایا۔ باپ نے کہا کہ ایک تصویر اُسی طرح کی اور تیار کرو۔ نوجوان نے پھر اُسی طرح کافی محنت اور وقت خرچ کر کے تصویر تیار کی اور باپ کے رُو برو پیش کی۔ باپ نے اُس کے نیچے لکھ دیا :۔

"اِس تصویر میں جہاں کہیں نقص ہو اُس کو درست کر دیا جائے"۔

اور اسی جگہ وہ تصویر لٹکا دی گئی۔ شام کو آکر نوجوان نے تصویر پر ایک بھی پنسل کا نشان نہ دیکھا تو بہت خوش ہوا اور باپ کو بھی یہ واقعہ تبلایا۔ باپ نے کہا :۔

"عیب نکالنا اور الزام دینا تو آسان ہے مگر اُس سے بہتر کر کے دکھلانا مشکل ہے"۔

۸۴۔ گستاخی

دو بھائی تھے برہمن۔ اُن کے گھر میں ایک بُت تھا ایک بھائی جو کہ بہت دھرمی تھا وہ ہمیشہ اُس بُت کی پُوجا کرتا۔ دوسرا بھائی رِند مشرب تھا وہ ہر صبح کو اُس بُت کے سر پر پانچ جُوتیاں لگاتا۔ ایک روز پُوجا کرنے والے بھائی نے خواب دیکھا کہ ٹھاکر جی کہتے ہیں کہ یا تو اپنے بھائی کو اس فعل سے روک دو ورنہ ہم تیری گردن توڑ دیں گے۔ اُس نے کہا مہاراج میں تو آپ کی پُوجا کرتا ہوں۔ میری گردن کیوں توڑتے ہو۔ اُسی کی گردن نہ توڑو جو بےادبی کرتا ہے۔ کہا کہ وہ تو ہم کو مانتا ہی نہیں ہم اس کی گردن نہیں توڑ سکتے لیکن تو مانتا ہے۔ اس لیے تیری خبر ضرور لیں گے۔ نتیجہ یہ کہ جس صفت کو کوئی شخص مُوجب نفع و نقصان خیال کرتا ہے وہی اس پر مؤثر ہوتی ہے مانو تو دیوتا نہیں تو پتھر۔ ایسے ہی مختلف مذاہب کے لوگ ایک دُوسرے کے بزرگانِ دین کو بُرا کہتے ہیں کسی پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ لیکن جن پر وہ یقین رکھتے ہیں اُن کی شان میں گستاخی کریں تو فوراً اثر ہوتا ہے۔

۴۱- وفاداری

ایک غازی کا زمانۂ ماضی میں کسی مشرک سے مقابلہ ہوا۔ بڑی دیر تک جدال و قتال میں مصروف رہے کوئی کسی پر غالب نہ ہو سکا نماز کا وقت آیا غازی نے کہا کہ مجھے تھوڑی دیر کے لئے مہلت دے تاکہ نماز ادا کر لوں۔ اس نے مہلت دے دی۔ بعد نماز پھر مشغول حرب و ضرب ہوئے ہاتنے میں مشرک کی پوجا کا وقت آ گیا۔ اس نے بھی مہلت چاہی اور اپنے دھندے میں لگا مسلمان کو خیال آیا کہ اب وقتِ نصرت ہے، اس کا کام تمام کر دوں۔ ناگاہ غیب سے ندا آئی کہ او بیوفا کیا "اَوْفُوْا بِالْعُقُوْد" کے یہی معنی ہیں۔ اِس معاملہ میں تجھ سے تو مشرک ہی افضل نکلا۔ یہ ندا سنتے ہی مسلمان رونے لگا اور گر پڑا جب مشرک اپنی عبادت سے فارغ ہو کر غازی کے مقابلہ میں آیا تو اس کو زار و بیقرار پایا۔ حال پوچھا اُس نے کیفیت سنائی کہ اس طرح تیرے سبب سے مجھ پر عتاب ہوا مشرک کے دل پر اِس بات نے تاثیر کی اور سمجھا کہ بے شک اُن کا دین سچا ہے کہ خدا نے عہد شکنی کو جائز نہ رکھا فوراً غازی سے کہا کہ

مجھ کو ارکانِ اسلام تعلیم کر اور مسلمان ہو گیا۔ ایسے ہی آجکل کے مسلمان بھی لمبے وفائی میں یکتا ہیں لیکن ہاتف غیب کی ندا اُن کو سُنائی نہیں دیتی اور قرآن شریف کو دیکھتے نہیں۔ اگر دیکھتے ہیں تو عمل نہیں ؎

جائز کیا جہاد کو شمشیر کے بغیر
قرآن اگر پڑھا بھی تو تفسیر کے بغیر (اقبالؒ)

۴۷۔ شراکت

دو شخصوں نے ایک ساتھ سفر کیا۔ ایک جگہ سرائے میں اُترتے، ایک جگہ کھانا پکواتے۔ ایک دن چلتے چلتے ایک نے اشرفیوں کی تھیلی پڑی پائی وہ تھیلی کو اُٹھا کر اپنے ساتھی سے کہنے لگا۔ دیکھو بھائی میں نے یہ تھیلی پائی۔ دوسرا بولا یہ تم نے کیا کہا کہ میں نے پائی۔ یوں کہو کہ ہم نے پائی۔ اس واسطے کہ ہم تم دونوں ساتھ ہیں۔ یہ ہم دونوں کا حق ہے۔ غرض تھیلی پر لڑتے جھگڑتے چلے جاتے تھے۔ اتنے میں پیچھے سے کچھ لوگوں کی آہٹ سی معلوم ہوئی۔ کان لگا کر سُنا تو وہ لوگ یہ کہتے ہوئے

لپکے چلے آرہے تھے کہ تھیلی کے چور وہ دونوں آگے جاتے ہیں
یہ سن کر وہ تھیلی پانے والا اپنے ساتھی سے کہنے لگا کیوں بھائی
کیا علاج اب تو ہم مارے گئے۔ دوسرا بولا یہ تم نے کیا کہا کہ ہم
مارے گئے۔ یوں کہو کہ میں مارا گیا۔ جب تم نے تھیلی کے پانے
میں مجھ کو شریک نہیں کیا تو اب آفت میں بھی تمہارا ساتھی نہیں ہوں
نتیجہ یہ کہ جو لوگ فائدے میں کسی کو شریک نہیں کرتے مصیبت
میں بھی ان کا کوئی شریک نہیں ہوتا ہے

غرض اور مطلب میں جو مبتلا ہیں
وہی آدمی آدمی کو کھا رہے ہیں (یونس)

مضامینِ دلپذیر

ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے، ہونے والا ہے
دھرا کیا ہے بھلا عہدِ کہن کی داستانوں میں!

علامہ اقبال

حصولِ و استعمالِ دولت

اے زر تو خدا نیست ولیکن بخدا
ستارالعیوب و قاضی الحاجات

۱۔ دولت کمانے اور خرچ کرنے کے لیے ہے۔ جو اس سے نفرت کرتے ہیں وہ بیوقوف ہیں اور جو کما کر کام میں نہیں لاتے وہ لئیم اور بدبخت ہیں۔ دولت کو جمع کر کے چھوڑ جانے والا دنیا سے حسرت کے ساتھ جاتا ہے اور عاقبت میں روسیاہ ہوتا ہے۔

۲۔ دولت سے دین و دنیا کے سب عقدے حل ہو سکتے ہیں جس طرح زمین کے اندر بیج پانی سے اُگ جاتے ہیں اسی طرح دولت سے بھی انسان کے سب عیب ڈھکے جاتے اور سب مقصد پورے ہو جاتے ہیں۔

۳۔ دولت کے بغیر آدمی نہ صرف تنگ حال رہتا ہے بلکہ اس میں خیانت۔ بددیانتی۔ بیوفائی۔ بے حمیتی بے حیائی وغیرہ بہت سے بُرے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں۔

۴۔ دولت آزادی ہے۔ افلاس غلامی۔ مثل مشہور ہے کہ خالی تھیلا

سیدھا نہیں کھڑا ہو سکتا۔

۵۔ دولت انسان کو گمراہ نہیں کرتی بلکہ دولت کا برا استعمال اسے تباہ کر دیتا ہے۔

۶۔ دولت و علم فیض رسانی خلائق کے لئے ہیں نہ کہ رکھ چھوڑنے کسی کو برباد کر لے کے لئے۔

۷۔ دولت کی دیوی بہادر کے پاس اس واسطے نہیں آتی کہ ہر وقت بیوہ ہونے کا خطرہ لگا رہتا ہے۔ فضول خرچ کے پاس اس لئے نہیں آتی کہ وہ اس کی قدر نہیں کرتا۔ بخیل کے پاس اس لئے نہیں آتی۔ کہ وہ اسے ہوا نہیں لگنے دیتا۔ پس ان سب کو چھوڑ کر کفایت شعار کے پاس رہتی ہے۔ جہاں ہر طرح سے اس کی عزت ہوتی ہے۔

۸۔ دولت میں راحت نہیں جاہ و حشمت میں راحت نہیں بلکہ سچی راحت اس میں ہے کہ انسان ناداری اور بے سر و سامانی کی حالت میں بھی انتشار و پریشانی کو دل میں راہ نہ دے ؎

جب چشم آس چھوٹ گئی سب خلش مٹی
اب سنگریزہ ہاتھ لگے یا گہر ملے

۹۔ دولت کے سب خادم ہوتے ہیں۔ غریب آدمی ڈوب بھی رہا ہو

تو سب کنارہ ہو جاتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

دھنونتی کے کانٹا لگا دوڑن لگے ہزار

زردھن گرا پہاڑ سے کوئی نہ آیا کار

۱۰۔ مصائب کے گرداب میں سے دولت کی کشتی میں بیٹھ کر عبور کر سکتے ہیں ؛

۱۱۔ روپیہ پری کو شیشے میں اُتار لاتا ہے۔ دیو کو پنجرے میں بند کر لیتا ہے۔ سرکش مغرور کا سر جھکا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ خونی کو سزا سے بچا دیتا ہے ؛

۱۲۔ روپیہ دل ہے روپیہ دماغ ہے روپیہ جان ہے روپیہ ایمان ہے جب روپیہ نہیں رہتا تو ان میں سے کچھ بھی نہیں رہتا ؛

۱۳۔ افلاس۔ ہمدردی اور فیاضی کے وسائل دور کر دیتا ہے اور بدی کے ساتھ مقابلہ کرنے کی قابلیت نہیں رہنے دیتا ؛

۱۴۔ ناداری آزادی کی قاتل ہے۔ بےزری بےسری ہے۔ جس کے پاس زر نہیں وہ ہمیشہ سرنگوں رہے گا ؛

۱۵۔ ایک عیب بہت سے ہنروں میں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ مگر افلاس کا عیب ایسا ہے جو اُلٹا بہت سے ہنروں کو خاک میں ملا دیتا ہے ؛

۱۶۔ جس انسان کے پیٹ کو روٹی۔ تن کو کپڑا اور رہنے کو مکان نہیں اُس سے رُوحانی۔ دماغی اور علمی ترقی کی اُمید رکھنا زمین شور میں سبزہ اُگانا ہے۔

۱۷۔ انسان کی کُل خوشیوں کا خون کرنے والی ایک مُفلسی ہے۔ یہ کم بخت اُسے کسی کارِ خیر میں حصّہ لینے کے قابل نہیں چھوڑتی بلکہ بہتیرے جُرموں کے ارتکاب پر مجبور کرتی ہے۔

۱۸۔ ناجائز ذریعہ سے کمائی ہوئی کوڑی محنت و دیانت سے کمائی ہوئی اشرفی کو لے ڈُوبتی ہے۔

۱۹۔ دانا ایسی چیز سے دولت حاصل کر لیتا ہے جسے نادان بے پروائی سے نظر انداز کر جاتا ہے۔ شہد کی مکھی اُنہیں پھُولوں سے شہد حاصل کر لیتی ہے جن سے مکڑی زہر۔

۲۰۔ جس شخص نے امانت میں خیانت کی ہو یا قرض سے سبکدوشی نہ پائی ہو اُس کی خیرات ثواب حاصل نہیں کر سکتی۔

۲۱۔ بے ہنر روپیہ حاصل نہیں کر سکتا، انتظام کے پاس رہ نہیں سکتا روپیہ کمانے کی نسبت اُس کے بچانے کا فن بہت مشکل ہے۔

۲۲۔ جو شخص کماتا ہے مگر بچاتا نہیں جانتا وہ بیل ہے جس کی کمائی

سے غیر فائدہ اُٹھاتے ہیں ؛

۲۳۔ انتظام اور سلیقہ سے رُوپیہ خرچ کرنا بڑی بھاری نفس کُشی ہے۔

۲۴۔ بدسلیقہ امیر اور منتظم غریب میں یہی فرق ہے کہ وہ دولت کو کہتا ہے "جا" اور یہ کہتا ہے "آ" ؛

۲۵۔ جو شخص روپیہ کو خواہشاتِ نفسانی کو پُورا کرنے میں صرف کرتا ہے۔ وہ نفس پرست ہے جو شہرت اور ناموری میں خرچ کرتا ہے۔ وہ دُنیا پرست ہے جو اپنی اور غیروں کی بھلائی میں لگاتا ہے وہ خدا پرست ہے ؛

۲۶۔ مفلس ناداری کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اس لئے انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی مگر دولت مند ذرا سا سامانِ تعیش کے نہ ہونے سے چلا اُٹھتے ہیں ؛

۲۷۔ نیکوں کی کمائی کُنبے کی پرورش اور قومی مصالح میں صرف ہوتی ہے اور بدوں کی کمائی عیاشی اور مُلک کی بربادی میں سچ ہے

س نشہ دولت کا بداطوار کو جس آن چڑھا
سر پہ شیطان کے اِک اور بھی شیطان چڑھا

۲۸۔ غیر ضروری چیزوں کا خریدنا ایک نہ ایک دن گھر کا ضروری سامان بھی بیچنے پر مجبور ہو جاتا ہے ؛

۲۹۔ دُنیا کے سفر میں اس کی ضروریات اور نفسانی ضروریات میں تمیز کر کے قدم رکھو۔

۳۰۔ بچایا ہوا روپیہ خواہ کتنا ہی تھوڑا کیوں نہ ہو کسی تر آنکھوں کو پونچھتا ہے۔

۳۱۔ امیر دکھائی دینے کی خواہش امیر بننے کے لئے سدِ راہ ہے۔

۳۲۔ ہماری زندگی کی نصف سے زیادہ تکالیف و مصائب اس خیال میں غلطاں رہنے کی وجہ سے ہیں کہ لوگ ہمیں کیا کہیں گے؟

۳۳۔ جو شخص آمدنی کی تہائی سے زیادہ خرچ نہیں کرتا وہ خوش نصیب ہے اور جو نصف خرچ کرتا ہے وہ کفایت شعار۔ مگر نصف سے زیادہ خرچ کرنے والا فضول خرچ اور بے نصیب ہے۔

۳۴۔ امیری دولت کے سمیٹنے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ضروریات کے گھٹانے اور کفایت شعاری کو مدِ نظر رکھنے سے۔

۳۵۔ حساب کرو کوڑی تک کا۔ بخشش دو چاہے لاکھ ٹکا۔

۳۶۔ کفایت شعاری انسان کا طبعی وصف نہیں بلکہ اکتسابی ہے جو علم و عقل۔ تجربے۔ دور اندیشی اور چال چلن کی درستی سے حاصل ہوتا ہے۔

۳۷۔ فضول خرچ کی جوانی کا زمانہ عیاشی اور اوباشی میں گذرتا ہے

خانہ داری کا زمانہ پریشانی اور تنگ دستی میں اور بڑھاپا ماتم اور بڈھاپے میں ہے

یہ عشرت و عیش و کامرانی کب تک
عشرت بھی ہوئی تو نوجوانی کب تک
ہو یہ بھی اگر۔ قیام دولت ہے محال
دولت بھی ہوئی تو زندگانی کب تک

۳۸۔ روپے کو ہاتھ سے مت چھوڑو۔ ورنہ روپیہ تمہیں چھوڑ جاوے گا۔

۳۹۔ ایک پائی کا ضائع ہونا کچھ نہیں سمجھا جاتا۔ مگر یاد رہے کہ اس چھوٹے سے تانبے کے ٹکڑے کی دیا سلائیاں انسان کے گھر کو مہینہ بھر روشن کر سکتی ہیں۔

۴۰۔ پائی روپیہ کا بیج ہے اور روپیہ خزانے کا۔ خزانے سے انسان آرام آزادی سلطنت بلکہ خدا کو حاصل کر سکتا ہے۔

۴۱۔ پیسوں کو احتیاط سے خرچ کرو پیلے اپنا خیال آپ رکھیں گے۔

۴۲۔ بخیل دولت کی پرستش کرتا ہے۔ مگر کفایت شعار اس سے اپنی پرستش کراتا ہے۔

۴۳۔ کفایت شعاری کو بخل سے کچھ تعلق نہیں وہ دوراندیشی کی بیٹی۔ پرہیزگاری کی بہن اور آزادی کی ماں ہے۔ مادر بخل

آسودہ حالی کا دشمن اور ذلت و رسوائی کا دوست ہے۔

۴۴۔ دولت ضرورتوں کے رفع کرنے کی چیز ہے پس دولت مند یہ دیکھتے ہوئے کہ لاکھوں غریب ایک ٹکڑے کے لئے محتاج ہیں روپے کو اندر دبا کر رکھتے ہیں وہ گناہگار اور خدا کے نافرمان بندے ہیں۔

۴۵۔ روپے کی خواہش میں عمر گذارنے والا ایک شرابی سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ وہ نشے کی حالت میں تو سرور حاصل کر لیتا ہے اور اسے کسی وقت بھی آرام نہیں ملتا ہے

ممکن نہیں بغیر قناعت فراغ دل
ہر چند تودہ تودہ تجھے سیم و زر ملے

۴۶۔ غریبو! عیاشی اور خود غرضی میں پھنسے ہوئے امیروں سے تم کیوں اپنے تئیں چھوٹا خیال کرتے ہو مانا کہ تم محتاج ہو لیکن شکر کرو کہ ان کی طرح گنہگار تو نہیں ہو۔

۴۷۔ وہ پہاڑ کھودا جاتا ہے کہ جس کے اندر زر ہو۔ وہ انسان تباہ کیا جاتا ہے جس کے پاس خزینہ ہو۔

۴۸۔ انسانی زندگی باوجود مقدرت کے اگر محتاجوں کے اٹھانے میں صرف نہیں ہوتی تو کس کام کی۔

۴۹۔ تم درخت نہیں ہو کہ اپنا پھل اپنے ہی پاؤں میں گرا دو یا اینٹ پتھر کھا کر کسی کو دو۔ تمہاری کمائی سے بغیر مانگے محتاجوں کو فیض ہونا چاہیئے۔ ؎

دُور دستان را باحسان یاد کردن ہمت است
ورنہ ہر نخلے بپائے خود ثمر می افگند

۵۰۔ غیر مستحقوں کو خیرات دینا سانپوں کو دُودھ پلا پلا کر موٹا کرنا ہے ؎

شریروں کو دے گا جو تُو مال و دولت
گنہگار ہوں گے وہ تیری بدولت

۵۱۔ مرض الموت کے سوا دولت تمام دُکھوں کے لئے چارۂ کار اور سب کو مطیع کرنے کے لیئے پوری مددگار ہے۔ ؎

کیا ڈھونڈتا ہے تو عمل بغض و محبت
چلتا ہوا تعویذ سمجھ نقش درم کو!

۵۲۔ شراب پی کر مدہوش نہ ہونا ممکن ہے۔ لیکن کمینہ شخص دولت کی مستی سے بیہوش ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ؎

بادہ نوشیدن وہشیار نشستن سہل است
گر بدولت برسی مست نگردی مردی

۲۔ محنت و استقلال

وہی لوگ پاتے ہیں عزّت زیادہ
جو کرتے ہیں دُنیا میں محنت زیادہ

۱۔ اپنی ہستی کو قائم رکھنے کے لیئے جد و جہد کرنا قدرت کا ایک اٹل قانون ہے۔ جو لوگ سعی و کوشش سے گریز کرتے ہیں اُن کی ہستی بالکل مٹ جاتی ہے۔

۲۔ دُنیا کی دوڑ دھوپ میں وہی شخص آگے نکل سکتا ہے جو محنت و اِستقلال کے گھوڑے پر سوار ہو اور عقل سلیم کا تازیانہ ہاتھ میں رکھتا ہو۔

۳۔ خاموشی اور استقلال سے کیئے جانے والے کام کا اثر ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ محنت اور صبر کچھ عجیب سر چڑھ کے بولنے والا جادو ہے۔

۴۔ جو شخص مقصد کے حاصل کرنے میں پس و پیش کرتا ہے اُسے ابھی سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ ضرور ناکامیاب ہوگا۔

۵۔ سب سے بڑھ کر بدنصیب وہ شخص ہے جو محنت سے جی چراتا ہے۔

۶۔ کام اور مصروفیت ایک غذا ہے جو رُوح اور جسم دونوں کو توانا کرتی ہے۔ بیکاری اور سستی ایک زنگار ہے جو دونوں کو کھا جاتا ہے ؎

۷۔ مانا کہ محنت سے بھی آدمی تھک جاتا ہے اور کاہلی سے بھی مگر محنت کا نتیجہ صحت و دولت ہے، اور کاہلی کا بیماری و افلاس ؎

۸۔ ہاتھ کی محنت کو اپنی شان کے شایاں نہ سمجھنا مُہلک غلطی ہے ؎

۹۔ انسانی وجود ایک چکی کی مانند ہے جس میں گیہوں پیسا جائے تو آٹا ہو اور خالی چلائی جائے۔ تو خود اس کا نقصان ہو ؎

۱۰۔ پیشہ انسان کو ذلیل نہیں کرتا بلکہ انسان پیشے کو ذلیل کر دیتا ہے ؎

۱۱۔ محنت لاریب خوش قسمتی کی جڑ ہے۔ اور سستی کی ابتدا صبح کاذب ہے، انتہا شامِ غم ؎

۱۲۔ مُفلس وہ شخص نہیں جس کے پاس کچھ نہیں بلکہ دراصل مُفلس وہ ہے جو کام نہیں کرتا یا کر نہیں سکتا ؎

۱۳۔ کچھ نہ کرنے کی نسبت کام کرکے ناکام رہنا بدرجہا بہتر ہے ؎

۱۴۔ ایک ممبر پارلیمنٹ ایک دفعہ سڑک پر جھاڑو دے کر آگ

تاپنے کے لئے کوئلے اکٹھے کر رہے تھے ایک شخص نے کہا جناب یہ کام آپ کی شان کے شایاں نہیں۔ فرمایا کہ جسے کوئلہ اُٹھانے میں شرم آتی ہو اُسے آگ تاپنے میں شرم آنی چاہیئے۔

۱۵۔ بھونکنے والا کتا سو رہنے والے شیر سے لاکھ درجے اچھا ہے۔

۱۶۔ بیٹھنے اور لیٹنے سے نفرت کرو۔ چلنے پھرنے اور کام کرنے کی عادت پیدا کرو۔ تمہارا دوڑنا بھاگنا بیٹھے رہنے سے زیادہ ہونا چاہیئے۔

۱۷۔ بیکاری تمام شرارتوں کی دایہ اور کل بربادیوں کی ماں ہے۔

۱۸۔ تم گاڑی نہیں ہو کہ اوروں کے چلائے سے چلو تمہیں آگے بڑھنے کے لئے خود کوشش کرنا چاہیئے۔

۱۹۔ انسان اپنی ہی محنت سے کچھ بن سکتا ہے۔ بیرونی امداد ہمت کو پست کر دیتی ہے۔

۲۰۔ اگر سرپرستوں کی امداد ہی انسانی ترقی کا زینہ ہوتی تو کبھی کسی امیر کا بیٹا نالائق نہ ہوتا اور غریب کا بیٹا لائق نہ ہوتا۔ حالانکہ زمانے میں اکثر اُس کے خلاف دیکھنے میں آتا ہے۔

۲۱۔ ترقی خود محنت کرنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ بیرونی امداد یعنی ہدایت، تربیت، نصیحت، کتاب، عالمانہ مباحثے ممکن ہے

راستے کے نشانوں کی طرح تمہیں راہِ راست سے بھٹکنے نہ دیں

مگر خود وہ تم کو اُٹھا کر ایک قدم بھی آگے نہیں لے جا سکتے۔

منزل کو طے کرنا تمہاری اپنی ٹانگوں ہی کا کام ہے ؂

۲۲۔ جب تم اپنا کام آپ نہیں کر سکتے تو غیروں سے مدد کی اُمید کیسے

رکھ سکتے ہو کیا ان میں دو جانیں ہیں کہ وہ اپنا کام بھگتا کر تمہاری

مدد کے لئے بھی آ موجود ہوں گے ؂

۲۳۔ محنت لائق بننے کا ایک شرطی ذریعہ ہے اور قسمت دل کو

تسلی دینے کا ایک موہوم خیال ؂

۲۴۔ قسمت انسان کو خوشحالی کے وعدوں میں رکھتی ہے مگر محنت

اُسے آسودہ حال کر دکھاتی ہے ؂

۲۵۔ بدقسمتی ایک بہتان ہے جو کاہلوں کی طرف سے خدا پر لگایا

جاتا ہے ؂

۲۶۔ محنت ہمارے ہاتھ میں ہے اور نصیب خدا کے ہاتھ میں ہمیں

اسی سے کام لینا چاہیئے جو ہمارے ہاتھ میں ہے ؂

۲۷۔ کمزور دِل مایوس بدقسمتوں کا ساتھ چھوڑ دو۔ ورنہ وہ تمہیں

اور بھی بدقسمت بنا دیں گے ؂

۲۸۔ تقدیر اور تدبیر دو پہیئے ہیں جو زندگی کی گاڑی کو چلا رہے ہیں

اگر ان میں سے ایک بھی نکما ہو تو گاڑی نہیں چل سکتی ٭

۲۹۔ زندگی کے ہر لمحے میں کچھ نہ کچھ بیج بکھیرتے جاؤ۔ تاکہ کسی دن ایک باغ لگا ہوا پاؤ ٭

۳۰۔ زندگی بغیر محنت کے مصیبت ہے۔ اور محنت بغیر عقل کے حیوانیت اور عقل بغیر علم کے ظلمت اور علم بغیر ایمان کے ضلالت ہے ٭

۳۱ ترقی کی معراج پر وہی شخص پہنچ سکتا ہے جو آئندہ بہتری کے لئے موجودہ عارضی عیش کو چھوڑنے کے لئے ہر وقت تیار ہے ٭

۳۲۔ اگر چاہتے ہو کہ افلاس۔ ذلت۔ بدصورتی اور بے ایمانی تمہارے گھر نہ آنے پائے تو بیکاری کو پاس نہ آنے دو ٭

۳۳۔ انسان پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ دنیا کی خدمت کرے۔ پس بہتر ہے کہ وہ خود بخود کوئی مناسب کام اپنے لئے تجویز کرے۔ ورنہ ناگوار خدمت کا جوا زبردستی اس کی گردن پر رکھ دیا جائے گا جس کے اٹھانے کی وہ تاب نہ لا سکے گا ٭

۳۴۔ کامیابی کا زینہ بہت سی ناکامیوں کی سیڑھیوں سے بنا ہوا ہے ٭

۳۵۔ ہر ایک بڑا کام متواتر عرق فشاں کوششوں اور دلخراش ناکامیوں کا نتیجہ ہوتا ہے ٭

۳۶ - جس شخص میں خود اعتمادی کا مادہ نہیں وہ دُنیا میں کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔

۳۷ - دُنیا میں تین قسم کے آدمی ہوتے ہیں - ایک وہ جو سوچتے ہی رہتے ہیں اور کرتے کچھ نہیں اُن سے کچھ نہیں بن آتا دوسرے وہ جو اناپ شناپ بلا سوچے سمجھے ہر ایک طرف ہاتھ مارتے ہیں اور ہر طرف سے منہ کی کھاتے ہیں تیسرے وہ جو سوچتے بھی ہیں اور کرتے بھی جاتے ہیں یہی خوش قسمت آخر منزل کو مار لیتے ہیں۔

۳۸ - جب تم کوئی نیک کام کرنا چاہو تو باتیں ہی نہ بناتے رہو - سوچ اور سوچ کے شروع کر دو - ضرور غیب سے کچھ نہ کچھ امداد ملے گی۔

۳۹ - کامیابی کی دیوی پہلے تمہارے بازوؤں پر آ کے کھڑی ہوتی ہے جب دیکھتی ہے کہ وہ اس کے بوجھ سے نہیں لرزتے تو وہ تمہاری مدد کر کے راستہ صاف کر دیتی ہے اور تمہیں مقصد پر پہنچا دیتی ہے۔

۴۰ - قوتِ ارادی تمام ترقیوں کا راز ہے اور انسانیت کا سب سے پہلا مقدس وصف ہے جس شخص میں یہ وصف نہیں وہ انسانی جامہ میں حیوان ہے۔

۴۱ - کامیابی کے لئے لیاقت و قابلیت کی اتنی ضرورت نہیں جتنی

محنت اور استقلال کی سے

اقتدار و عزم و استقلال رفت
اعتبار و عزت و اقبال رفت
پنجہ ہائے آہنی بے زور شد
مردہ شد دل ہا و تن ہا گور شد

۴۲ - جب دل کی مرضی ہوتی ہے تو کام کے لیئے آپ سے آپ راہیں نکل آتی ہیں جس کام میں پوری طاقت۔ پورا شوق اور پوری توجہ لگا دی جائے ممکن نہیں کہ اس میں پوری کامیابی نہ ہو وہی کام ادھورے رہتے ہیں جن میں یکسوئی نہیں ہوتی ؛

۴۳ - چھوٹی چھوٹی باتوں میں لاپروائی کرنا وہ چٹان ہے جس سے بہت سے نوجوان ٹکرا کر ہمیشہ کے لیئے چکنا چور ہو گئے ہیں۔

۴۴ - ہر ایک معاملے میں یہ کہہ دینا کہ چلو پھر دیکھا جائیگا بظاہر تو بہت آسان ہے مگر یاد رہے کہ اسی "دیکھا جائے گا" کے دو لفظوں نے عالم کو تباہی میں ڈال رکھا ہے ؛

۴۵ - "بس یہی کافی ہے" کا مقولہ نہایت ہی ناکافی اور تباہی لانے والا ہے اسی مقولہ سے لاکھوں زندگیاں تباہ ہو گئیں چال چلن بگڑ گئے ۔ فوجیں شکست کھا گئیں۔ شہروں کے شہر

جل کر راکھ ہو گئے۔ سلطنتیں ہاتھ سے جاتی رہیں۔ ہزاروں تجویزیں خاک میں مل گئیں ؛

۴۶۔ بہت سے لوگ صرف اتنی بات سے بڑے بڑے مصنف ہو گئے کہ وہ ایک پنسل اور نوٹ بک جیب میں رکھتے تھے اور جب کوئی اچھا خیال سوجھتا تھا نوٹ کر لیتے تھے ؛

۴۷۔ کسی کام کو جو آج ہو سکتا ہے دوسرے دن پر مت ٹالو بلکہ آج کرنے کی بجائے ابھی کر ڈالو ؛

۴۸۔ وقت کے چھوٹے چھوٹے لمحے سونے کے قیمتی ذرّے ہیں انہیں بیکاری کے کھنڈرات میں بکھیر کر ضائع مت کرو ؛

۴۹۔ کہ تم اپنے جسم و جان کو ہر وقت علم و عقل کے سان پر رگڑتے رہو ورنہ بیکاری اور کاہلی کا زنگار اُسے لوہے کی طرح ایسا لگ جائے گا کہ پھر اُتارنے سے نہ اُتر سکے گا ؛

۵۰۔ اگر تم چند مشکلات کے باعث کسی کام کو کل پر رکھنا چاہتے ہو تو یاد رکھو اِس التوا سے وہ مشکلات کم نہ ہوں گی بلکہ بڑھتی جائیں گی ؛

۵۱۔ جو شخص کام کو وقت پر کر لینے کا عادی نہیں وہ فی الحقیقت اپنا مالک آپ نہیں ضرور اُسے کسی [illegible] کا غلام ہونا پڑیگا ؛

۵۲- روپے کی قدر اُس وقت مت کرو جب جیب خالی ہو جائے۔ تندرستی کی قدر اُس وقت مت کرو جب طاقت جواب دے جائے۔ وقت کی قدر اُس وقت مت کرو جب موقع ہاتھ سے نکل جائے۔

ہمت کا ہار نا مصیبت میں چاہیئے
تھوڑا سا حوصلہ بھی طبیعت میں چاہیئے

۳- عالی ہمتی

ہوتے ہیں اپنے مقاصد میں وہ اکثر کامیاب
نامرادی میں کبھی ہوتے ہیں جو ہمت آشنا

۱- جذبات کا غلام حقیقی غلام ہے خواہ وہ کتنا ہی آزاد اور دُنیا کا مالک کیوں نہ ہو۔

۲- نمود و نمائش کی خواہش تمام جذبات کی حاکم ہے۔ یہ بھوت جس کے سر چڑھا مشکل سے اُترتا ہے۔ انسان اور جذبات کو دبا سکتا ہے مگر اس کا دبانا اُس کی دسترس سے باہر ہے۔

۳- جن لوگوں نے اپنی ضروریاتِ زندگی اپنی حیثیت سے زیادہ

بڑھا رکھی ہیں مانو کہ انہوں نے طوقِ غلامی اپنے گلے میں آپ
ڈال رکھا ہے ؏

۴۔ جو شخص اپنے رتبے اور حیثیت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا
عادی ہے وہ کبھی محتاج نہیں ہو سکتا ؏

۵۔ تمہارا دل ایسا ہونا چاہیئے کہ کسی سے کچھ کہنا گوارا نہ کرے
اور تمہاری ذات ایسی ہونی چاہیئے کہ وہ کم از کم اپنی ضروریات
کو جائز طور سے مہیا کر سکے ؏

۶۔ جس شخص کو اپنی روزی حاصل کرنے کے لئے کسی دوسرے کو
خوش رکھنا ضروری ہے وہ آپ کیسے خوش رہ سکتا ہے ؏

۷۔ احسانات سے دبی ہوئی زندگی انسان کی شان کے شایان نہیں
ہے۔ اور جس دل میں خود مختاری کی تمنا نہیں ہے وہ انسان
کا دل نہیں ہے ؏

۸۔ جو شخص اپنی ادنےٰ ضرورت کے لئے بھی غیر کا محتاج ہے
خواہ وہ شے بڑی عزت و توقیر سے اسے مل سکے اس پر بھی
وہ درجۂ انسانیت سے گرا ہوا ہے ؏

۹۔ اولوالعزم وہی شخص ہے جو خوشحالی اور تنگدستی دونوں
حالتوں میں یکساں رہے مرجائے مگر احتیاج کا ہاتھ کسی کے آگے نہ پھیلائے

سامنا لاکھ مصیبت کا پڑے پر کوئی
آسرا غیر کا مردانِ خدا لیتے ہیں

۱۰۔ جو لوگ اپنی ہستی سے خوشی حاصل کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے وہ ناجائز خواہشوں کے لئے ہر وقت اپنی جان کو عذاب میں رکھتے ہیں۔

۱۱۔ بہت سے زندہ انسان اپنے لئے آپ کھودی ہوئی ذلت کی گور میں پڑے ہوئے چلا رہے ہیں اور کاہلی و سستی کے وہ پتھر جو انہوں نے شروع سے اپنے اوپر دھر لئے ہیں ہٹ نہیں سکتے۔

۱۲۔ کوئی شخص اعلیٰ درجہ حاصل نہیں کر سکتا جب تک اُسے اپنے موجودہ درجے سے نفرت نہ ہو۔

۱۳۔ پست ہمت نامرادی کی حد پر پہنچ کر اپنے اعضا اور دماغ کو معطل کر بیٹھتے ہیں مگر عالی ہمت خدا کی بخشی ہوئی طاقتوں سے کام لیتے ہیں۔

۱۴۔ دُکھ سُکھ غم و شادی بیماری تندرستی ناکامی کامیابی زندگی کے ناہموار راستے پر سفر کرنے والے کے لئے مختلف منزلیں ہیں جو چار و ناچار سب کو پیش آتی ہیں پس جس شخص کا دل دُنیا میں رہنے کو چاہتا ہے اُسے یہاں کی تکالیف بھی برداشت کرنی

ہوں گی ؞

۱۵۔ اِنسان دُنیا کے سمندر میں تنکے کی طرح بہہ جانے کے لئے پیدا نہیں ہوا بلکہ وہ اس لئے بھیجا گیا ہے کہ ملّاح کی طرح موجوں کا مقابلہ کرتا ہوا اوروں کے پار اُتارنے کی کوشش کرے ؞

۱۶۔ بہاؤ کے خلاف تیر کر مصائب کے چشمے کو بند کرنا کسی پیراک ہی کا کام ہے ورنہ کوڑا کرکٹ تو دھار کے ساتھ ساتھ بہ کر تباہی کے غلیظ گڑھے میں جا ہی گرتا ہے ؞

۱۷۔ بُزدل اور ڈرپوک اپنے غیر معمولی نرم برتاؤ سے زبردست کو دلیر اور زبردست کو گُستاخ کر لیتا ہے ؞

۱۸۔ جس طرح پست گدھے پر سب کوئی چڑھ جاتا ہے اسی طرح نالائق نرم مزاج شخص پر سب حکومت کرتے ہیں سے

گر بہ پستی برسی پست نگردی مردی

۱۹۔ دُنیا میں وہی آدمی پست ہیں جن کا دِل پست ہے ورنہ سے

گر پڑے ہے آگ میں پروانہ سا کرم ضعیف
آدمی ہے کیا نہ ہو لیکن جو ہمت ہو تو ہو

۲۰۔ زیادہ نرم ہو کر کسی کے مُنہ کا نوالہ نہ بنو۔ دیکھو نرم لکڑی ہی کو کرم کھا جاتے ہیں ؞

۲۱۔ کسی حالت میں بھی اپنے دل کو مت گراؤ۔ دیکھو لوگ گرے ہوئے مکان کی اینٹیں بھی اُٹھا کر لے جاتے ہیں سیدھی کھڑی ہوئی عمارت کو کوئی ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔

۲۲۔ یاد رکھو جس شخص کو اُمید ہے اور خوف نہیں اُس کے پاس سب کچھ ہے گو کچھ بھی نہیں اور جسے خوف ہے اُمید نہیں اس پاس کچھ نہیں اگرچہ سب کچھ ہے۔

۲۳۔ وہ بھی انسان تھے جو سرِ ایجاد و تکوین کے مالک تھے آج تک لوگ اُنہیں اوتار اور پیغمبر سمجھ کر تعظیم کرتے ہیں افسوس ہم بھی انسان ہیں جنہیں اپنی ذات پر کل کی روٹی حاصل کر لینے تک کا بھی بھروسہ نہیں اور رات دِن اُمید و بیم کے گرداب میں غوطے کھا رہے ہیں۔

۲۴۔ سکندرِ اعظم نے جب یونان کو فتح کیا تو بہت سی نایاب اور گراں بہا اشیاء دے کر فیثا غورث کو اپنے دامِ ملازمت میں پھنسانا چاہا۔ حکیم نے جواب دیا کہ اگر فی الحقیقت سکندر میری قدر کرتا ہے تو میری آزادی میرے پاس رہنے دے۔

۲۵۔ اس میں شک نہیں کہ آزادی کی بھوک اسیری کی سیری سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

۲۶- اگرچہ تکبر بُری صفت ہے مگر اپنے تئیں بڑا سمجھنا اور خودداری کو ہاتھ سے نہ دینا ایسا بُرا نہیں ہے کہ اپنے تئیں گرانا اور ذلیل کرنا۔ کیونکہ گرا ہوا انسان کبھی اعلیٰ کام کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

۲۷- انسان اشرف المخلوقات ہے۔ ضروری ہے کہ سب چیزیں اُس کی مغلوب ہوں لیکن اگر معاملہ برعکس ہے اور وُہ اُن کی خواہش میں اپنی عزّت و توقیر کی پروا نہیں کرتا سمجھو کہ وہ انسان نہیں بلکہ دو ٹانگوں کا حیوان ہے۔

۲۸- درحقیقت مرد وہ ہے جس کے دل میں کسی چیز سے خوف نہ ہو نہ اُسے آسمان کا ڈر ہو نہ زمین کا نہ جنگل کا نہ بیابان کا نہ حاکم کا نہ ٹھاکر کا نہ قسمت کا نہ موت کا نہ سُکھ کا نہ دُکھ کا۔ ڈر ہو تو صرف خُدا کا۔

۲۹- دریا کا عبور کرنا مردانگی کا کام ہے ورنہ اُس کے ساتھ ساتھ تو مُردہ لاش بھی بہی چلی جاتی ہے۔

۳۰- متابعت صرف اس کی کرو جس سے بڑا کوئی نہیں۔ حکومت اپنے حواس پر کرو تاکہ انسانی عظمت نصیب ہو۔

۵- ہر جس شخص کا دِل قسمت کے رحم کا مُحتاج ہو وہ غلام ہے نامرد ہے

نکمّا ہے اس کی زندگی کبھی خوشحال اور کامیاب زندگی نہیں ہو سکتی۔

۳۲۔ اگر تم سچی خوشی اور حقیقی راحت سے زندگی گذارنا چاہتے ہو تو اپنی اپنی ذات میں خودداری اور خود مختاری کی قابلیت پیدا کرو۔

۳۳۔ دلاور اور جانباز آدمی کے دل پر سے جب مصیبت کی رو گذرتی ہے تو اُس کی کشتِ اُمید کو بہا لے جانے کے برخلاف اس میں اولوالعزمی کی ایسی کھاد چھوڑ جاتی ہے کہ جس سے وہ پہلے سے بھی زیادہ طاقت کے ساتھ نشوونما پانے لگتی ہے۔ ؎

اولوالعزمانِ دانشمند جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر چیرتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

۴ حصولِ علم

چو شمع از پئے علم باید گداخت
کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

۱۔ علم طاقت ہے۔ ایک عالم میں ایک لاکھ جاہلوں کے برابر طاقت ہوتی ہے۔

۲۔ علم ایک ایسا پودا ہے جسے دل و دماغ کی سرزمین میں لگانے سے

عقل کے پھل لگتے ہیں ۔

۳۔ اگر تم نے اپنی اولاد کے لئے فقط دولت چھوڑی ہے تو مانو کہ اُنہیں گمراہی اور سُستی کی قید میں پھنسا دیا لیکن اگر خالی علم اور نیک چلنی سکھا دی ہے تو گویا اُن کو تمام قیدوں سے آزاد کر دیا ۔

۴۔ ہر ایک خیرات کردہ چیز کا اثر اس کی موجودگی تک رہتا ہے ۔ لیکن علم کا فیض ابدالاباد تک ایک کے بعد دُوسرے کو پہنچتا ہے ۔

۵۔ ہر ایک سودے میں نفع یا نقصان کا ہونا قسمت پر منحصر ہے مگر علم کا پھل بدبختی اور ادبار کی دسترس سے باہر ہے ۔

۶۔ گنجِ علم اور گنجِ زر میں یہی تو فرق ہے کہ یہ دولت لازوال ہے ۔ اور مصیبت اور پیری میں یارِ غمگسار ۔ تفریح طبع کا مشغلہ ۔ لیکن گنجِ زر کو ہر وقت خطرہ ہے اور اواخر ایام میں اپنی جُدائی کا داغ دینے والا اور پشیمانی بخشنے والا ہے ۔

۷۔ جہاں سُورج چڑھتا ہے وہاں رات بھی ضرور ہوتی ہے مگر جہاں علم کی روشنی ہو وہاں جہالت کا اندھیرا کبھی نہیں جا سکتا ۔

۸۔ زندگی ایک کتاب ہے جو مرتے دم تک انسان کے ساتھ ہے مگر اس کے دقیق مضامین کے سمجھنے کے لئے علمِ صادق اور عقلِ سالم درکار ہے ۔

۹۔ چراغ جس طرح جلائے بغیر روشنی نہیں دیتا علم بھی بغیر عمل کے فائدہ نہیں دیتا ؛

۱۰۔ عالم بے عمل گدھ کی مانند ہے۔ جو آسمان پر اُڑتا ہے مگر زمین پر مُردار کھاتا ہے ؛

۱۱۔ گندے مضامین کی کتابیں لکھنے سے باز آؤ۔ قوم کے بچوں پر رحم کرو۔ گڑ میں ملا کر انہیں زہر مت دو ؛

۱۲۔ بُری تصنیف کے برابر کوئی گناہ نہیں۔ بُرا معلم صرف ایک مدرسہ کو بگاڑ سکتا ہے مگر بُری تصنیف ایک عالم کو تباہ کر دیتی ہے ؛

۱۳۔ جو شخص تفریح طبع کے لئے کتابوں کو پڑھتا ہے وہ تعلیم یافتہ دماغی عیاش ہے جو اپنی دولتِ علمی اور گراں بہا وقت کے موتی دِل خوش کُن مزے میں لُٹا رہا ہے ؛

۱۴۔ طرح طرح کی عام کتابوں کے پڑھنے سے معلومات تو بیشک بڑھ جاتے ہیں مگر مذاق بگڑ جاتا ہے۔ خیالات پراگندہ ہو جاتے ہیں حق بات پر دِل نہیں جمتا۔ عمل کی طاقت گھٹ جاتی ہے ایسی ہی بے سود یا واقفیت کی نسبت کہا گیا ہے کہ "العلم حجاب الاکبر"

۱۵۔ بعض کتابیں چکھ لینے کے قابل ہوتی ہیں بعض نِگل جانے کے لائق اور بہت تھوڑی ایسی ہوتی ہیں جن کو چبانے اور ہضم کرنے

کی ضرورت ہوتی ہے ؂

۱۶۔ یاد رکھو کہ جو کتاب کئی بار پڑھنے کے لائق نہیں وہ پڑھنے ہی کے لائق نہیں ؂

۱۷۔ یاد رکھو علمِ ادب کے سیکھنے والے لفظی بحث میں اور ریاضی دان عددی بحث میں اپنے بیش قیمت وقت اور دماغ کو تباہ کر دیتے ہیں تعلیم جو انسانیت بخشتی ہے بہت کم لوگ اس کی حقیقت سے باخبر ہیں ؂

۱۸۔ جو شخص سب کچھ جاننے کی کوشش کرتا ہے وہ کچھ بھی نہیں جان سکتا ۔ کیونکہ غیر ضروری موشگافیوں کی چاٹ اُسے مفید اور کار آمد علوم کی واقفیت سے بھی محروم رکھتی ہے ؂

۱۹۔ جاہل کی نسبت عالم کی زندگی میں کم از کم یہ فرق تو ہونا چاہیئے کہ اُس کے اپنے دن تو اطمینان سے گذریں مگر یہاں دیکھا جاتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ تنگدلی، پست ہمتی اور خود غرضی کا شکار ہوتے رہے ہیں ؂

۲۰۔ سکندر سے کسی نے پُوچھا کہ آپ اُستاد کو باپ پر کیوں ترجیح دیتے ہیں جواب دیا اِسلئے کہ باپ تو مجھے آسمان سے زمین پر لایا اور میرا اُستاد ارسطو مجھے زمین سے آسمان پر لے گیا ؂

۲۱۔ فی الواقع اُستاد کا کام نہایت عزّت اور قدر کے قابل ہے بشرطیکہ اس کی ذات اس عزّت کو کم کر دینے والی نہ ہو:

۲۲۔ یاد رکھو جو اُستاد شاگرد کے حالات و مزاج سے واقفیت پیدا کئے بغیر اُسے تعلیم دیتا ہے وہ ابھی خود تعلیم کا محتاج ہے:

۲۳۔ تنبیہہ ذریعۂ تادیب نہیں ہے سخت کلمات کی نسبت نرم کلمے زیادہ مؤثر ہوتے ہیں کیسی بیہودہ بات ہے کہ جس برتن میں کچھ ڈالنا چاہیں پہلے ہی اس میں چھید کر لیں:

۲۴۔ خوف دلانے یا دباؤ ڈالنے سے اگرچہ کام جلدی ہو سکتا ہے مگر یہ کامیابی عارضی ہوتی ہے۔ اصلی کامیابی، سچی مہربانی اور محبّت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ محبّت کا راستہ اگرچہ لمبا ہے لیکن تھکانے والا نہیں:

۲۵۔ جو اُستاد اخلاقی برائیوں کو اخلاق ہی کے ذریعہ رفع کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا وہ اُستاد کہلانے کا مستحق نہیں:

۲۶۔ مدرّس کا کام ذہن کو ترقی دینا اور نیک عادات پیدا کرنا ہے نہ کہ بیجا دباؤ کے شکنجے میں جکڑ کر اُلٹا بچوں کی قدرتی ترقی کو روکنا اور فطری نشو و نما کو بند کرنا:

۲۷۔ سست اور کُند ذہن طلباء کی غلطیوں پر ناراض ہونا فی الحقیقت

اخلاقی اور مکتسبہ بُرائیوں کی جگہ خواصِ طبعی کو سزا دینا ہے جو ایک طرح سے خدا کے کام میں نکتہ چینی کرنا اور دِل کا بخار چھانٹنا ہے ؛

۲۸۔ غُصّے اور طیش میں آکر بچّوں کو کبھی سزا مت دو کیونکہ حکیم غُصّے میں بھرا ہوا مریض کے مرض کا استیصال نہیں کرسکتا ؛

۲۹۔ جب تم سخت گیری کے عادی ہو ظاہر ہے کہ تمہارا دِل تمہارے بس میں نہیں جو آپ اپنے بس میں نہیں وہ اوروں کو کیسے بس میں لاسکتا ہے ؛

۳۰۔ عِلم کے سمندر میں تیرنے والے بچّوں کو کشتی مت بناؤ کہ وہ تمہارے دھکیلنے ہی سے چلیں بلکہ اُنہیں اپنی ذاتی طاقت سے تیرنا سکھاؤ ؛

۳۱۔ تعلیم سے زیادہ تادیب کا خیال رکھو خام بُنیاد پر عمارت کھڑی نہیں ہوسکتی ؛

۳۲۔ جو لڑکا خود نہیں سیکھنا چاہتا اُسے کوئی نہیں سکھا سکتا ؛

۳۳۔ اگر تم روزمرہ ایک نئی بات بھی سیکھنی اپنا فرض سمجھ لو تو صرف ایک سال میں ۳۶۵ مسئلوں کے مالک ہوجاؤ گے ۔
یاد رکھو ہر روز کی تھوڑی واقفیت کے مجموعے کا نام علم ہے ؛

۳۴۔ مت اتراؤ کہ تم بڑے آدمی کے بیٹے ہو۔ کیا خبر ہے کہ

کل کیا ہو جائے ۔

نہیں رہی ہے ہمیشہ کسی کی بات بڑی
کبھی کے دن ہیں بڑے اور کبھی کی رات بڑی

۳۵۔ اصلی بڑائی وہی ہے جو تمہاری اپنی ذات میں ہو بڑے اپنی بڑائی ساتھ ہی لے جایا کرتے ہیں ۔

۳۶۔ وہ شخص ہمیشہ بے فیض رہتا ہے جو اپنے استاد کی عظمت و بزرگی کا خیال نہیں رکھتا جس سے ایک نکتہ بھی سیکھو اسکی دل سے عزت کرو ۔

اُستاد باغبانِ ریاضِ نجات ہے
کشافِ رمزِ مخفی حسنِ نکات ہے
رضوانِ باغِ جنتِ صوم و صلوٰۃ ہے
تفسیر خوانِ مصحفِ حج و زکوٰۃ ہے
شاگرد اس کے دہر میں استاد ہو گئے
اقلیدس و ارسطو و بقراط ہو گئے

حصولِ اخلاق

مرد خوش خو نہیں تو پھر کیا ہے
پھول میں بو نہیں تو پھر کیا ہے

۱۔ انسان کے لئے سب سے ضروری چیز نیک چال چلن ہے۔ اس سے اتر کر صحت۔ باقی مال و دولت جاہ و حشمت لیاقت اور شہرت سب اس کے آگے ہیچ ہیں۔

۲۔ انسانی زندگی کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اسے خوشی یا غم میں ختم کر دیا جائے بلکہ انسان کا فرض یہ ہے کہ ہر روز اپنے تئیں پہلے سے بہتر بنانے کی کوشش کرے۔

۳۔ جو نیکی یا بدی ہم نے کی ہے وہ ضرور پھل لائے گی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اس کا ثمر ہمیں اس جہان میں ملے یا اگلے جہان میں۔

۴۔ انسان وہ ہے جو عقلی، اخلاقی، روحانی اور علمی تمام برکتوں سے یکساں بہرہ یاب ہو اور جو شخص ان میں سے کسی ایک صفت میں بھی ادھورا ہو اسے درجۂ انسانیت سے گرا ہوا سمجھنا چاہیئے۔

۵۔ اگر شخص اپنی نیکی یا بدی سے دنیا کی نیکی یا بدی کی تعداد گھٹا

بڑھا رہا ہے ۔

۶۔ انسان شہرت و شادمانی کے لئے نہیں پیدا ہوا بلکہ وہ فرض کا قرض ادا کرنے کے لئے دنیا میں آیا ہے کسی فرض کی بجا آوری کے وقت اسے ان چیزوں کی خواہش نہیں رکھنی چاہیئے ۔

۷۔ جو شخص سب سے زیادہ معزز سب سے بڑا حاکم اور سب سے بڑھ کر دولتمند ہے ۔ وہ اس مفلس گمنام آدمی کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جس نے سب سے زیادہ فرض ادا کئے ۔

۸۔ اس دنیا میں نیک چلنی کے فرض کا راستہ دوسری دنیا میں نجات کی سڑک ہے ۔

۹۔ جس کا دل پاک ہے اسے بیرونی مخالفت تیر نہیں کر سکتی ۔ آفاتِ ارضی و سماوی ایک بہانہ ہے ۔

۱۰۔ جو شخص لوگوں پر قابو پانا چاہتا ہے اسے چاہیئے اپنے دل کو قابو کرے ۔

۱۱۔ تم اپنے مالک بن جاؤ تمام جہان تمہارا ہو جائے گا ۔ ایک ڈر سے دکھے دل کے ماتحت ایک سلطنت ہے ۔

۱۲۔ ہماری روح کے اندر خدا کی ایک آواز ہے جو ہمیں نیک کام کرنے کی ہدایت کرتی اور بدی سے روکتی ہے ۔

بھوں بھوں میں کان اُس سچے ہادی کی آواز کو نہیں سُن سکتے۔ بلکہ اُس کُتے کو اپنا محافظ اور خیر خواہ سمجھ کر اسی کے ہو رہتے ہیں۔

۱۳۔ تمہارا سب سے سچا صلاح کار تمہارا ضمیر ہے اس سے مشورہ لو اور دارین میں سُرخروئی حاصل کرو۔

۱۴۔ ضمیر کی طاقت بڑی زبردست طاقت ہے۔ اگر انسان اس نکتے کو سمجھ لے تو دُنیا کی کوئی طاقت اس کے آگے دم نہیں مار سکتی۔

۱۵۔ سچی اخلاقی جرأت یہ ہے کہ جو بات انسان کو ٹھیک اور درست معلوم ہو اور اس کا ضمیر اُسے سچ جانے پھر سخت سے سخت مخالفت بھی اُسے اپنے ارادے سے نہ ٹال سکے۔

۱۶۔ انسان جب کوئی ارادہ کرتا ہے تو غیب سے فی الفور تمیز اور نفس دو صلاح کار اس کے سامنے آموجود ہوتے ہیں۔ تمیز تو تمام نیکی بدی کا مفصل نقشہ اس کے سامنے کھینچ دیتی ہے اور نفس خواہش و جذبات کے لہلہاتے ہوئے سبز باغ دکھاتا ہے اب انسان اگر سمجھدار ہے تو تمیز کی طرف جھک جاتا ہے ورنہ انسانیت اپنا تختِ حکومت چھوڑ کر بھاگ نکلتی ہے اور اُسے اندھیرے میں چھوڑ جاتی ہے۔

۱۷۔ اگر تم عقل کو اپنا ہادی پرہیز گاری کو وزیر نفس کشی کو مشیر اور

یادِ آخرت کو اپنا جلیس بنالو تو ممکن نہیں کہ دونوں جہان میں کامیاب نہ ہو۔

۱۸- جو شخص ضمیر کی پروا نہیں کرتا اُس پر کبھی بھروسہ نہ کرنا چاہیئے۔

۱۹- سچ اپنے سہارے پر آپ کھڑا رہتا ہے مگر جھوٹ کو قائم رکھنے کے لیئے بہت سے جھوٹ اور تراشنے پڑتے ہیں مثل مشہور ہے۔ جھوٹ کی پیٹھ پر شیطان کی سواری۔

۲۰- جھوٹ اور فریب سے جو فائدہ یا آرام ملتا ہے وہ تو جلد ہو چکتا ہے مگر اُس کا نقصان ہمیشہ اُٹھانا پڑتا ہے۔

۲۱- موہوم نفع کی اُمید پر کسی کی مذمت سے مُنہ کالا نہ کرو۔ یاد رکھو جھوٹ اور بے ایمانی کی بُنیاد پر خوشحالی کا محل کھڑا نہیں ہو سکتا۔

۲۲- شرر اگر پاؤں پر آگرے تو بھی کانٹے کی طرح خلش ضرور پیدا کرے گا۔

۲۳- زبان اپنی رنگت سے آلاتِ انہضام کی حالت کے جانچنے کا آلہ ہے اور گفتگو اخلاق و شرافت کا سچا ترجمان۔

۲۴- اعتدال ایک ڈورا ہے جس میں تمام نیکیاں پروئی ہوئی ہیں۔

۲۵- تمیز اور نرمی سے گفتگو کرنا لاکھ فصاحت و بلاغت سے بہتر ہے۔

۲۶- فرض ادا کرنے میں ناکامی بھی کامیابی سے کم نہیں۔

۲۷۔ متکبروں کے پاس جا کر اپنی انسانیت کا خون نہ کرو ؞

۲۸۔ زبان سے بُرا نہ کہہ، کان سے بُرا نہ سُن، آنکھ سے بُرا نہ دیکھ، پاؤں سے بُری جگہ نہ جا اور ہاتھ سے بُرا کام نہ کر ؞

۲۹۔ کم بولنا بیل کا کام ہے۔ بہت چلّانا کُتّے کی عادت ہے۔ انسان نہ بَیل ہے نہ کُتّا پس وہ اپنا فرض آپ سمجھ لے ؞

۳۰۔ نیک دل لوگ گائے کی مانند ہیں جو گھاس کھا کر دُودھ دیتی ہے اور گنہگار سانپ کی مانند جو دُودھ پلانے پر بھی ڈنک مارتا ہے ؞

۳۱۔ زاہدِ ظاہر پرست کا وجود ایک خوشنما رنگین مقبرہ ہے جس میں ایک گنہگار رُوح جیتے جی دفن کی ہوئی ہے ؞

۳۲۔ یاد رکھو کہ مریضِ اخلاق کا سب سے اچھا علاج نیک صحبت کی آب ہوا میں رہنا ہے ؞

جا نیک صحبتوں میں اگر تجھ کو ہو تمیز ... سب کو ہو بوئے عطر کی مانند تو عزیز
بچنا ہے اے عزیز بُری صحبتوں سے نیز ... کاجل کی کوٹھڑی میں ہے کالک ہی ایک چیز

اِنسان بھلا ہے اگر اُسے صحبت بھلی ملے
لیکن یہی بُرا ہے جو صحبت بُری ملے

۳۳۔ اخلاق کے کھوٹے کھوٹے سکّوں کو پرکھنے کے لئے غیروں کی زبان سے بڑھ کر اور کوئی کسوٹی نہیں ؞

۳۴۔ ناجائز وسائل سے ترقی حاصل کرنے کا قصد ہرگز نہ کرو۔
دیکھو پہاڑ پر چڑھنا اُترنا دونوں خطرناک ہیں ٭

۳۵۔ جاہ وجلال اور عروج واقبال کے عالم میں جو عقل کے
دُشمن لوگوں پر جبر کرتے ہیں وہ آخرم انہیں کے ہاتھوں سے
پامال ہو جاتے ہیں خدا کسی کو اختیارات دے تو آل اندیشی
بھی عطا کرے ٭

۳۶۔ جب وقت آجاتا ہے تو ایک چھوٹا سا مچھر ہی نمرود کو خاک
میں ملا دیتا ہے ٭

۳۷ جو شخص اپنے دوستوں کے ساتھ پیار کرتا ہے وہ اُس کتے سے
بڑھ کر نہیں ہے جو اپنے ٹکڑا ڈالنے والے کے سامنے دم ہلاتا ہے
انسان کا پیار اپنے دُشمنوں کے ساتھ ہونا چاہیئے ٭

۳۸۔ گھوڑا خواہ ہزار سرکش ہو مگر وہ گدھا نہیں ہو جاتا اسی طرح
شریف خواہ کتنا ہی شوخ و شنگ ہو تاہم اس کی جبلت
میں شرافت ضرور ہوتی ہے ٭

۳۹۔ نیک آدمی بُرے فعل کا مرتکب ہو کر کبھی اپنی نظروں میں ذلیل
ہونا گوارا نہیں کرتا ٭

۴۰۔ کسی لڑکے سے ایک نے کہا کہ واہ واہ کیا اچھی نارنگیاں ہیں

وہ ایک توڑ لو تو کوئی دیکھتا تو ہے ہی نہیں ۔ اس شریف لڑکے نے جواب دیا کہ جناب سب سے بڑا دیکھنے والا میں خود موجود ہوں نہ

۴۱ - بدی کرنے والا اگر اپنے کئے پر پشیمان نہیں ہوتا تو اُسے یاد رہے کہ وہ بدی کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا ؂

۴۲ - کوئی شخص کسی دوسرے کے حق میں نیک یا بد نہیں ہو سکتا جب تک وہ پہلے اپنے حق میں نیک و بد نہ ہو لے ؂

۴۳ - اِنسان ہر وقت غیروں کی بدسلوکی سے شکایت کرتا ہے یہ کبھی نہیں سوچتا کہ خود اپنے ساتھ کیسا سلوک کر رہا ہے ؂

۴۴ - اِنسان کا لباس اور سوسائٹی اُس کے اخلاق اور چال چلن کا پہلا سرٹیفکیٹ ہے ؂

۴۵ - تمہاری غلطی ہے جو تم غیروں کو اپنی تکلیف کا موجب سمجھتے ہو غور کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ خود تمہارے افعال تمہاری بربادی کا باعث ہیں ؂

۴۶ - طوفانوں اور زلزلوں سے اتنے مکان و شہر برباد نہیں ہوئے جتنے اِنسانوں کے اپنے ہاتھوں سے ؂

۴۷ - جس طرح درخت کو اپنے پھل بھاری نہیں لگتے اِنسان کو بھی اپنی بُرائیاں وزن دار معلوم نہیں ہوتیں ؂

۴۸۔ گناہگار آدمی خواہ کتنا ہی زبردست اور طاقتور کیوں نہ ہو گناہ کی پھٹکار اس کے دل کو ایسا بزدل بنا دیتی ہے کہ وہ ایماندار بیگناہ کمزور کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا۔

۴۹۔ جس تعلیم یافتہ انسان کی زندگی میں شرافت اور پاکیزگی نہیں وہ جہلا سے بھی بدتر اور گمراہ کن ہے۔

۵۰۔ عالم تیز ذہن اگر نیک چلن نہیں ہے تو کیسا بُرا اور ٹھگ ہے۔ اسی واسطے کہا ہے کہ دانا سے مشورہ بے شک لے لو مگر چلو نیک چلن کی راہ سے۔

۵۱۔ نفس پرست تعلیم یافتہ سے نفس کش جاہل اچھا کیونکہ اگر وہ کچھ سنوارتا نہیں تو بگاڑتا بھی نہیں۔

۵۲۔ اگر عالم نہیں۔ دولتمند نہیں۔ طاقتور نہیں تو کچھ نقصان نہیں نقصان تو یہ ہے کہ ہم انسان نہیں۔

۵۳۔ ایک بے علم نیک چلن کئی انسانیت سے گرے ہوئے عالم فاضلوں سے بدرجہا بہتر ہے۔

۵۴۔ دولت یا منصب سے آدمی کبھی قابلِ اعتبار نہیں ہوتا صرف ایک چال چلن ہی ہے جو آدمی کو قابلِ اعتبار بناتا ہے۔

۵۵۔ جاہل دولت و حشمت اور جاہ و ثروت سے آدمی کی بڑائی کا

اندازہ لگاتے ہیں۔ مگر دانا نیک چلنی سے ؎

۵۶۔ نیک فعل جو شیریں زبانی سے نہیں کیا جاتا وہ اپنی نقد قیمت کھو دیتا ہے ؎

۵۷۔ سچی محبت سخت دل کو جیت سکتی ہے ؎

۵۸۔ افسوس بہت سے پاک طینت اور نیک لوگ صرف ایک سخت زبانی کے سلوک سے مذموم خلائق ہو رہے ہیں ؎

۵۹۔ ہر شخص اپنے فعل کا فرزند ہے ؎

۶۰۔ شریف کی پہلی شرافت شریفانہ گفتگو ہے۔ بات چیت میں سختی یا بد زبانی سے کام لینا ہرگز ہرگز شرافت نہیں ہے ؎

۶۱۔ فی الحقیقت کوئی کسی کے حق میں بھلا بُرا نہیں ہے نفرت نفرت کو چاہت چاہت کو خود اپنی طرف کھینچ لاتی ہے، ہم جیسا لوگوں کے ساتھ سلوک کریں گے ویسا ہی وہ ہمارے ساتھ برتاؤ کریں گے ؎

رتبہ بڑھے ہے خُلق سے اپنی ہی شان کا
صاحب کہے سے کچھ بھی گھٹے ہے زبان کا

۶- اخلاقِ حمیدہ

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا (اقبالؒ)

جس طرح حسین اور خوبصورت اس شخص کو کہتے ہیں جس کی آنکھ، کان، ناک، ہاتھ پاؤں خوبصورت ہوں یعنی ان چیزوں کی خوبصورتی کی وجہ سے انسان کا جسم ظاہری خوبصورت اور حسین معلوم ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح انسان میں چند ایسی چیزوں کے عمدہ ہونے کی ضرورت ہے جن کی وجہ سے انسان کے اخلاق کا حسن اوران میں خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ چیزیں آنکھوں سے دکھلائی نہیں دیتیں۔ مگر سمجھنے سے تعلق رکھتی ہیں وہ چند چیزیں یہ ہیں:-

(۱) قوتِ علم (۲) قوتِ غضب (۳) قوت خواہش (۴) قوت عدل ان چاروں کے معنے سمجھ لو:-

۱- قوتِ علم کا حسن یہ ہے کہ انسان جھوٹی اور سچی بات میں اور حق و باطل رائے میں اور اچھے اور برے کاموں میں فرق کرنے پر

بے تکلف قدرت رکھتا ہو، اُسے جھوٹ اور سچ میں فوراً فرق معلوم ہو جائے۔ جو رائے صحیح یا غلط ہو بلے تامل سمجھ جائے، جو کام اچھا ہو یا بُرا ہو فوراً اُس کی عقل میں آجائے۔ یہ اُس کی قوتِ علم کا حُسن ہے۔

۳۔ **قوّتِ غضب** کا حُسن یہ ہے کہ غصّے کی باگ عقل کے ہاتھ میں ہو، یعنی جب غصّہ آئے تو عقل سے کام لے، اُس وقت عقل زائل نہ ہو جائے اور غصّے کی جگہ غصّہ کرے اور جس قدر ضرورت ہے اُسی قدر کرے اُس سے نہ بڑھے۔

۴۔ **قوّتِ خواہش** کا حُسن یہ ہے کہ وہ شرع اور عقل کی مرضی کے تابع رہے یعنی انسان جب کسی چیز کی خواہش رکھے تو دیکھ لے کہ یہ خواہش شریعت کے تو خلاف نہیں اور اس خواہش کو عقل تو بُرا نہیں سمجھتی، اگر عقل یا شریعت اس خواہش کے پورا کرنے سے روکتی ہے تو فوراً رک جائے۔

۵۔ **قوّتِ عدل** کا حُسن یہ ہے کہ انسان اپنی قوّتِ غصّہ اور قوّتِ خواہش کو عقل کے اشارے کے تابع رکھنے پر قدرت رکھتا ہو۔ جس شخص میں یہ چار قوّتیں خوبی کے ساتھ پائی جائیں گی وہ صاحبِ خُلقِ حسن یعنی اچھے اخلاق والا سمجھا جائے گا اور جس قدر

ان میں عیب ہوگا اُسی قدر اُس کی باطنی حالت کمزور اور ناقص ہوگی، اور وہ اخلاق میں گرا ہوا ہوگا ۔

۶ - علامتیں - اچھے اخلاق کی علامتیں یہ ہیں کہ (۱) انسان اپنے بھائی کے لئے وہی چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے (۲) حیا و شرم مزاج میں ہو۔ (۳) کسی کو تکلیف نہ دے کسی کی دل آزاری نہ کرے۔ (۴) ہمیشہ سچ بولے (۵) کم کہنے والا، بہت کرنے والا، لغزش کم کھانے والا ہو (۶) صالح اور نیک ہو (۷) نرم مزاج ہو سخت گیر نہ ہو (۸) پاک دامن ہو، بُرائی کے دھبے سے پاک ہو (۹) لوگوں پر شفقت کرنے والا اور نیکی سے پیش آنے والا ہو (۱۰) رشتہ داروں کی رعایت کرنے والا ہو (۱۱) باوقار، صابر و شاکر، راضی برضاء الٰہی اور حلیم ہو (۱۲) لوگوں کو بُرا بھلا نہ کہے، گالی نہ بکے (۱۳) چغلی نہ کھائے، غیبت نہ کرے (۱۴) جلد باز نہ ہو، ہر کام سوچ کر کرے (۱۵) بُخل اور حسد سے پاک ہو (۱۶) خوش و خرم اور ہشاش بشاش خندہ پیشانی رہے (۱۷) اس کی عداوت اور محبت حق پر ہو، جوش ہو تو حق پر، لڑے تو حق کی حمایت کے لئے۔ ؎

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

۷ - اخلاقِ ذمیمہ

انسان با بہت ہے دِلوں کو ملا سکے
یا کوئی شے مفیدِ خلائق بنا سکے
ہم تو اسی کو علم سمجھتے ہیں کام کا
پڑھنے کو مستعد ہیں جو کوئی پڑھا سکے (اکبر)

۱ - جس طرح انسان اپنی بعض عادتوں اور خصلتوں سے لوگوں کی نظر میں پیارا اور باعزت ہو جاتا ہے اسی طرح بعض عادتوں کی وجہ سے سب کی نظر میں ذلیل اور قابلِ نفرت قرار پاتا ہے، ان ہی اخلاق و عادات سے سعادت و شقاوت ابدی کا مستحق بنتا ہے۔

۲ - عام طور پر لوگوں میں ذلیل اخلاق موجود ہوتے ہیں، جو اُن کی موجودہ زندگی اور سعادتِ ابدی کی ترقی میں حائل ہوتے ہیں، ایسے لوگ کمتر ہوتے ہیں جو اخلاقِ مذمومہ سے خالی ہوں، یہی اخلاق انسان کو بہائم کے درجے میں پہنچا دیتے ہیں، جس طرح حیوانات کے افعال بغیر غور و فکر کے ہوتے ہیں، اسی طرح ان کے

ہوتے ہیں، اِنسان اور حیوان میں اگر فرق ہے تو غور و فکر کا اور جن میں یہ نہیں وہ اِنسان نہیں ۔

۳۔ بے شک ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کے اخلاق اعلیٰ ہوتے ہیں، لیکن ان کا وجود کم ہوتا ہے۔ ہاں اُن کی صحبت میں رہ کر پہلی قسم کے لوگوں کی اصلاح ہو سکتی ہے لیکن جب تک غور و فکر نہ ہوگا۔ برائی اور بھلائی کا امتیاز نہیں ہو سکتا۔

۴۔ ذیل میں اُن اخلاق کی کچھ تفصیل بیان کی جاتی ہے، جو انسان کی دائمی تباہی کا باعث ہوتے ہیں اور جن سے اپنے آپ کو بچانا ضروری ہے وہ یہ ہیں:۔

۵۔ **زبان کی آفتیں** ۔ زبان کی آفتیں بہت سی ہیں مثلاً فضول باتیں کرنا۔ خلافِ شرع باتیں کرنا، ناحق بحث و مباحثہ کرنا، لڑائی کرنا، باتوں میں بناوٹ اور تکلف کرنا، گالی گلوچ کرنا، کسی کا راز ظاہر کرنا، جھوٹا وعدہ کرنا، جھوٹ بولنا، جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی گواہی دینا، غیبت کرنا، چغلخوری کرنا کسی کی زیادہ تعریف و خوشامد کرنا، خدا کی ذات و صفات میں محض اٹکل پچو گفتگو کرنا، علما سے فضول باتیں پوچھنا۔

علاج ۔ جو بات کہنی ہو، پہلے تامل کر لے اور سوچ لے کہ اِس بات

سے اللہ تعالےٰ جو سمیع وبصیر ہیں ناخوش تو نہ ہوں گے۔ اس عمل کے بعد انشاء اللہ تعالےٰ کوئی بات گناہ کی مُنہ سے نہ نکلے گی۔

۶۔ **غضب** جس کو ہم غُصّہ کہتے ہیں، اس میں یہ ہوتا ہے کہ جس پر غُصّہ آیا ہے اُس سے بدلہ لینے کے لئے اس کے دل کا خون جوش مارنے لگتا ہے۔

علاج - یہ یاد کرے کہ اللہ تعالےٰ کی مجھ پر زیادہ قدرت ہے کہ اور میں اس میں نافرمانی بھی کرتا ہوں۔ اگر وہ بھی مجھ سے یہی معاملہ کرے تو کیا ہو، اور یہ سوچے کہ بدون ارادہ خداوندی کچھ واقع نہیں ہوتا سو میں کیا چیز ہوں کہ مشیتِ الٰہی میں مزاحمت کروں یہ دل میں سوچے، اور زبان سے اعوذ باللہ پڑھے، اگر کھڑا ہے بیٹھ جائے بیٹھا ہو تو لیٹ جائے، نیز ٹھنڈے پانی سے وضو کر ڈالے۔ اس سے بھی غصّہ نہ جائے تو اس شخص سے علیحدہ ہو جائے یا اس کو علیحدہ کر دے۔

۷۔ **کینہ** - جب انسان کو کسی پر غصّہ آتا ہے، اور اس سے بدلہ لینے کی قدرت نہیں رکھتا، تو اُس کی طرف سے دل پر ایک قسم کی گرانی ہو جاتی ہے اور دل میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی کو کینہ اور بغض و عداوت و دشمنی کہتے ہیں۔

علاج ۔ اُس شخص کا قصور معاف کر کے اس سے میل جول شروع کر دو، گو بہ تکلف سہی، چند روز میں کینہ دل سے نکل جائیگا۔

۸ ۔ حسد ۔ کسی شخص کی اچھی حالت کا ناگوار گزرنا، اور یہ آرزو کرنا کہ اس کی یہ اچھی حالت زائل ہو جائے، اس کو حسد کہتے ہیں۔

علاج ۔ گو بتکلّف ہی سہی اُس شخص کی خوب تعریف کرو، اس کے ساتھ خوب احسان سلوک اور تواضع سے پیش آؤ، تمہارے اس معاملے سے اس کے دل میں محبت پیدا ہو گی، پھر وہ تم سے اسی طرح پیش آئے گا، اس سے تمہارے دل میں اُس کی محبت پیدا ہو گی اور حسد جاتا رہے گا۔

حاسد تجھ پر اگر حسد کرتا ہے
کہ صبر کر خود وہ کا یہ بار کرتا ہے
اپنی پستی کو کر رہا ہے محسوس
اور تیری بلندیوں سے کد کرتا ہے

۹ ۔ بُخل ۔ جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً و مروّتاً ضروری ہو، اُس میں تنگ دلی کرنے کو بُخل کہتے ہیں۔

علاج ۔ مال کی محبّت کو دل سے نکالے، اور موت کو یاد کرے کہ وہ ضرور آئے گی، اور مُدّتوں کے لئے منصوبے اور سامان نہ

نہ کرے ۔

۱۰۔ حرص۔ اِنسان کے دِل کو مال وغیرہ کے ساتھ مشغول ہونے کو حرص کہتے ہیں ۔

عِلاج۔ خرچ گھٹا دے تا کہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو اور یہ سوچے کہ حریص آدمی ہمیشہ ذلیل و خوار رہتا ہے ۔

۱۱۔ تکبّر۔ متکبّر آدمی اپنے آپ کو دُوسروں سے خوبیوں میں بڑھا ہوا سمجھتا ہے ۔

عِلاج۔ اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت کو یاد کرے، اور جس شخص سے اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اس کے ساتھ تواضع اور تعظیم سے پیش آئے، یہاں تک کہ اُس کا خُوگر اور عادی ہو جائے ۔

۸ پیدائشِ عالم

آئے پڑھی اذان گئے جب پڑھی نماز
اِس فاصلے کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے

۱۔ شہر کے باہر مارواڑ کے قحط زدہ لوگ چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں بنائے پڑے ہیں۔ دِن بھر مرد تو شہر میں مزدوریاں کرتے

ہیں عورتیں بھی شہر کے گھروں میں محنت مزدوری کر کے شام کو پھر اُنہیں جھونپڑیوں میں واپس جاتی ہیں۔

۲ - وہ جو کچھ کماتے ہیں اس سے اپنا اور اپنے چھوٹے بچوں کا پیٹ پالتے ہیں۔ غور کیا جائے تو نہ اُن کے مکانات محفوظ ہیں نہ اُن کی غذا اچھی ہے نہ اُن کا کوئی لباس ہے نہ سردی سے بچ سکتے ہیں نہ بیماری میں اُن کے لئے کوئی طبی امداد بہم پہنچ سکتی ہے۔

۳ - مگر حیرت ہے کہ ان میں تناسل و توالد کس قدر وسیع ہے سامنے ایک عورت اپنے چھوٹے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ پاس ایک چھوٹی سی لڑکی جھولا جھول رہی ہے۔ اس سے ذرا بڑا لڑکا جھونپڑی کے پیچھے بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ اس لڑکے سے بڑی ایک لڑکی دادی کے ساتھ چکی پسوا رہی ہے۔ اُس لڑکی سے بڑا لڑکا باپ اور دوسرے ۲ دو بھائیوں کے ساتھ شہر میں بھیک مانگنے کو گیا ہے۔ ایک بڑی لڑکی بیاہی گئی ہے ۲ دو ایک مر بھی گئے ہیں حساب کرو تو قریباً ایک درجن بچے اسی ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہو چکے ہیں اور ابھی کیا عمر ہے دونوں میاں بیوی جوان ہیں ع آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

۴ - شہری زندگی دیکھو کس قدر نفاست - آسائش اور سامانِ تعیش سے بھری ہوئی ہے - ہوادار مکان - ہواخوری کی سواریاں رہنے کے بنگلے - کھانے کے کمرے - باورچیخانے - کھیلنے کے میدان - لباس کی نفاست - مکان کا فرنیچر دیکھو تو ایک مکان کے فرنیچر کی قیمت سے دو سو قحط زدہ مارواڑی غریب مہینہ بھر تک اپنا پیٹ پال لیں - حالت یہ ہے کہ صبح و شام ڈاکٹر مزاج پرسی کو آتا ہے - چھوٹی سی دوائی کی شیشی بھی ضرور جیب میں ہوتی ہے • آج دردِ سر ہے کل سوءِ ہضمی - رات دودھ میں الائچی اچھی نہ تھی - قراقر کی شکایت ہے - صبح چائے میں میٹھا تیز تھا - ہوا کی نالی میں خراش ہے - پرسوں چائے تیار ہونے میں ذرا دیر ہوئی تو نزلہ کی تحریک ہو گئی - دہلی کے یونانی دواخانہ سے خمیرہ کا جو پارسل آیا ہے اس کے استعمال نے بعض عوارض میں تو فائدہ کیا - مگر جگر کی حرارت کو اس نے بھی کوئی فائدہ نہ پہنچایا - ڈاکٹر صاحب کی دوائی گرم خشک ہوتی ہے - طبیب صاحب کا معالجہ شروع کیا جائے گا ‘‘

۵ - اس نزاکت کو دیکھئے اور پھر یہ بھی ملاحظہ ہو کہ میاں کو دس سال سے زیادہ عرصہ گذرا شادی ہو چکی ہے گھر میں اولاد

نہیں ہوتی مقویات کی تلاش ہے۔ پیر صاحب سے اولاد کے لئے تعویذ گنڈے لیتے ہوئے عرصہ گذرا گو اس کی تاثیر سے کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوا مگر خوش اعتقادی کا بھلا ہو اب بھی حضرت کے لئے دو سو روپیہ کا سامان پیش کرنے کے لئے تیار کرایا گیا ہے اُن کی خدمت میں عرس کے موقع پر پیش کرینگے اور تعویذ لکھوایا جائیگا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اب کے جو تعویذ حضرت عطا کریں گے تیر بہدف ہوگا ضرور بارگاہِ الٰہی سے بیٹیا دلوادیں گے۔

۶۔ شہری اور دیہاتی زندگی کا مقابلہ نہیں کیا جا رہا بات یہ ہے۔ کہ بالا وسط ان لوگوں میں جن کو غذائی موسمی اور ہوائی ضروریات کے سامان بھی میسر نہیں ہیں اولاد کی کثرت ہے ناز ونعم میں پرورش پانے والوں میں بھی اولاد ہو رہی ہے۔ مگر اس کی مقدار محدود ہے۔

۷۔ اس تناسل کا اثر دنیا کے گذشتہ مردم شماریوں کے مقابلہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ صرف یہی ذریعہ نہیں ہے بلکہ پیدائش و اموات کے تناسب کو اگر ملحوظ رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا میں انسانی آبادی ۱۹۴۰ء تک نہایت سرعت اور کثرت کے ساتھ بڑھتی اور ترقی کرتی رہی ہے۔

۸۔ پنجاب کے لوگوں کو تو اپنے ملک میں رہنے کے لئے بھی دشواری

محسوس ہونے لگی ہے اور آپ پڑھ چکے ہوں گے کہ پنجاب کے
زراعت کار لوگ اپنے اصلی مساکن کو چھوڑ کر نوآبادیوں اور نئی نئی
دور دراز نہروں پر نکل رہے ہیں۔ تمام دنیا کی یہی حالت ہے آج سے
تیس سال پیشتر جہاں سنسان جنگل اور دشوار گذار صحرا تھے اب وہاں
چمن ہیں آبادیاں ہیں باغ ہیں۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین ؎

۹۔ طوفانِ مرگ

ہے اپنی زندگی کی یہ رُوداد مختصر
کچھ روز بے کسی میں جیئے اور مر گئے

۱۔ شہر میں ایک ساہوکار کا محل تیار ہو رہا ہے ہندوستان کا ایک
کاریگر دو روپے روزانہ پر مقرر ہے اور وہ بالا خانہ کی منڈیر پر کام
کر رہا ہے کہ اتفاقاً اس کا پاؤں پھسلا نیچے پکا فرش تھا گرا اور
دماغ پھٹ گیا؎

۲۔ ایک فقیر نابینا بازار میں بھیک مانگتا ہوا لاٹھی کے سہارے
حسبِ معمول گذر رہا ہے کہ بازار میں سے ایک ٹم ٹم گذری اُس
سے دھکا لگا گر گیا۔ پہیہ اوپر سے گذر گیا سینہ کی ہڈیاں

ٹوٹ گئیں اور شفا خانہ تک لیجاتے ہوئے دم نکل گیا۔

۳۔ باغبان ایک اونچی کھجور پر پھل چن رہا ہے۔ معمولی طور پر ادھر سے ادھر کھسکا پاؤں اکھڑ گیا۔ دھڑام سے نیچے گر پڑا۔ کمر کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ علاج ہوا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر زندگی اسی اتفاقیہ حادثہ کی نذر کر گیا۔

۴۔ رات کا وقت ہے ایک نیک بخت عورت بستی کے قریب کنوئیں پر پانی بھرنے گئی۔ گھڑا لٹکایا تھا کہ اتفاقیہ پاؤں پھسل گیا۔ کنوئیں میں گر گئی چیختی چلاتی رہی مگر رات کے وقت کسی نے بھی اس کی فریاد نہ سنی۔ دوسرے دن مردہ لاش کنوئیں پر تیرتی ہوئی دکھائی دی۔

۵۔ ایک فیشن ایبل جنٹلمین اپنے سونے کے کمرے میں رات کو گیا۔ سگار پی رہا تھا کہ اتفاقاً چارپائی پر چنگاری رضائی میں جا پڑی مست خواب اس کو نہ دیکھ سکا۔ اس وقت آنکھ کھلی کہ کمرہ دھواں اور آگ سے بھرا ہوا تھا بدحواسی میں دوڑا دروازہ نہ مل سکا جل کر راکھ ہو گیا۔

۶۔ چھوٹے بڑے سات نفوس کا کنبہ نہایت پرامن زندگی بسر کر رہا ہے جاڑے کا موسم ہے بچوں کے باپ نے سردی سے بچاؤ کے

واسطے کوئلوں کی انگیٹھی سلگا کر حسب معمول دروازہ بند کر دیا۔ غریبوں کے مکان میں بھلا روشندان وغیرہ کہاں۔ ہوا آنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ دوپہر تک دروازہ نہ کھلا تو شک پیدا ہوا۔ پاس پڑوس والوں نے دروازہ توڑا تو سب کے سب مردہ پائے گئے۔

۷۔ بند گاڑی میں دو عورتیں اور ایک مرد کرایہ پر سوار ہو کر شہر کے کچھ فاصلہ پر سفر کر رہے ہیں ایک نہر کے پل کا تھمنیا اتفاقیہ ٹوٹ گیا۔ گاڑی گر گئی۔ ایک عورت کا اسی وقت دم نکل گیا۔ دوسری عورت کو زخم آیا مگر علاج سے بیس دن کے بعد اچھا ہو گیا۔ مرد اور گاڑی بان بھی زخمی ہوئے۔ گاڑی بان کی ایک ٹانگ ہمیشہ کے لئے بیکار ہو گئی۔ مسافر بیچارہ مہینہ بھر تک صاحب فراش رہا۔

۸۔ انفلوئنزا، ہیضہ اور طاعون نے جو انسانی آبادیوں کا صفایا کیا ہے اس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے اس سیلاب میں کسی نہ کسی طرح شامل ہو کر اس کا نظارہ کیا ہے۔ اس طوفانِ مرگ سے قطع نظر کر کے اتفاقیہ حادثات پر اگر نظر ڈالی جائے تو انسان حیرت کے دریا میں غرق ہو جاتا ہے۔

۹۔ ریلوے تصادم سے جس قدر نقصانِ جان ہو رہا ہے اُس کا اندازہ

مشکل ہے۔ دریاؤں میں چلتی ہوئی کشتیاں بھنور میں آ کر سامان اور انسان کی جماعتوں کو بحرِ حیات سے پار اُتار رہی ہیں۔

۱۰۔ ٹرین ایک سٹیشن پر ٹھہری۔ ایک بیچارہ بہت دور کا مسافر اُترا کہ پانی کا گلاس بھر کر پی لے۔ ابھی وہ گلاس پانی کا لے رہا تھا کہ ٹرین چل پڑی۔ بیچارہ دوڑ کر گاڑی میں لپکا۔ بدقسمتی سے پاؤں پھسل گیا۔ پلیٹ فارم سے نیچے گر گیا۔ گاڑی اُس کے اُوپر سے گذری۔ بیچارہ کچلا گیا۔ معلوم بھی نہ ہوا کہ کون تھا۔ کہاں کا باشندہ تھا کس غرض سے کہاں جا رہا تھا۔

۱۱۔ دُنیا کی متواتر جنگوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ان عظیم ترین جنگوں سنہ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء اور ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء میں جو انسانی جانوں کا اتلاف ہوا ہے وہ کسی شمار میں نہیں آسکتا۔

۱۲۔ اِس قسم کے اتفاقی حادثات کا سیلاب نت نئی صورتوں میں سُننے میں آتا ہے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس قدر خونریزی کی اور اس قدر مختلف اسبابِ مرگ کس حکمت پر مبنی ہیں۔ بہرحال یہ طوفانِ مرگ بھی ایک عبرت کا تازیانہ ہے۔ اے غافل اور مغرور انسان دیکھ تو اپنے آپ کو بھی ایسے ہی نامعلوم اسبابِ مرگ کے لئے آمادہ رکھ اور اپنے آئندہ سفر کے لئے کچھ سامان مہیا

کر سکتا ہے تو اس وقتِ موجودہ کو غنیمت سمجھ۔ اور کچھ کر لے وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔

معمورۂ فنا کی کوتاہیاں تو دیکھو
اک موت کا بھی دن ہے دو دن کی زندگی میں

۱۰۔ مذمّتِ سوال

بھیک سے بدتر دعا بھی مانگنا انسان کو
ہاتھ آئے بے طلب نانِ جویں گر خشک ہو

۱۔ بھیک مانگنے کی مذمت جس قدر اسلام میں کی گئی ہے شاید ہی کسی مذہب میں اس کی اس قدر مذمت کی گئی ہو کچھ کم ڈیڑھ سو روایتیں سوال کی مذمت میں حدیث کی مختلف کتابوں سے کنز الاعمال میں نقل کی گئی ہیں سوال کے انسداد کو رسولِ خدا صلعم اس قدر مہتم بالشان تصور فرماتے تھے کہ جس طرح آپ توحید اور نمازِ پنجگانہ کی تعلیم کو ضروری سمجھتے تھے اسی طرح لوگوں کو سوال سے باز رکھنے میں ہمت عالی مصروف رکھتے تھے۔

۲۔ چنانچہ عبد الرحمٰن بن عوف مالک اشجعی سے روایت ہے کہ ہم

آٹھ یا سات آدمی آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپؐ نے ہم سے فرمایا "کیا خدا کے رسولؐ سے بیعت نہیں کرتے"! ہم نے فوراً ہاتھ بڑھایا۔ مگر چونکہ ہم چند ہی روز پہلے بیعت کر چکے تھے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو ابھی بیعت کر چکے ہیں اب آپؐ ہم سے کس بات پر بیعت لیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا "اس بات پر کہ خدا کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور احکامِ الٰہی بجالاؤ اور پھر آہستہ ارشاد فرمایا وَلَا تَسْئَلُوا النَّاسَ شَیْئًا یعنی لوگوں سے کچھ نہ مانگو۔ اس روایت کے بعد عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد ان لوگوں میں سے جنہوں نے بیعت کی تھی بعض کو دیکھا کہ اگر کسی کے ہاتھ سے سواری کی حالت میں کوڑا اگر جاتا تھا تو وہ اس خیال سے کہ یہ بھی کہیں سوال میں نہ داخل ہو کسی راہ چلتے سے اپنا کوڑا نہ مانگتا تھا۔

۳ - اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بیعت مذکورہ کا اصل مقصد خاص کر سوال کرنے کی برائی اُن کے ذہن نشین کرنی تھی اور جن باتوں کی تصریح پہلی بیعت میں فرما چکے تھے اُن کی تکرار اس موقع پر صرف بطور یاد دلانی کے تھی نہ کہ اصل مقصود۔ نیز بیعت کرنے والوں کا بعد بیعت کے سوال سے اس قدر بچنا بھی اِسی بات پر

دلالت کرتا ہے کہ بیعت کا اصل مقصد صرف سوال کرنے کی ممانعت تھی اور بس ۔

۴۔ بے شمار روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم سائل سے نہایت نفرت کرتے اور جو شخص بغیر اضطراری حالت کے سوال کے ذریعہ سے کچھ وصول کرتا تھا اُس کو اس کے حق میں حرام سمجھتے تھے اور جو شخص ایک وقت کی خوراک موجود ہونے پر سوال کرے اُسکی نسبت فرماتے تھے کہ وہ اپنے لئے کثرت سے آتش دوزخ طلب کرتا ہے اور بار بار آپ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص اپنی رسی لے کر پہاڑ پر جائے اور وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پشت پر لائے اور اُس کو فروخت کرے تاکہ خدا تعالےٰ اس کی حاجت رفع کر دے ۔ یہ اس کے حق میں بہت بہتر ہے بنسبت اس کے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگے پھر وہ اس کو کچھ دیں یا دھتکار دیں ۔

۵۔ حاکم ابن عمر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا : اگر تم لوگ جانو کہ سوال کرنے کے کیا نتائج ہیں تو کوئی شخص سوال کرنے کے لئے دوسرے شخص کی طرف رُخ نہ کرے اِس کے سوا متعدد روایتوں کے فحوائے کلام سے پایا جاتا ہے کہ آپ غیر مستحق سائلوں کا

سوال پورا کرنے سے خوش نہ ہوتے تھے۔ چنانچہ ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا قسم ہے خدا کی جو سائل میرے پاس سے اپنا مطلب حاصل کر کے جاتا ہے۔ وہ مطلب نہیں ہے اُس کے حق میں مگر ایک آگ۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا پھر آپ کیوں اُس کا مطلب پورا کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیا کیا جائے لوگ تو مانتے نہیں اور خدا تعالٰی ردِ سوال کو مجھ سے پسند نہیں کرتا۔

۶۔ انصار میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں کچھ مانگنے کو حاضر ہوا آپؐ نے پوچھا کیا تیرے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ اُس نے عرض کیا کیوں نہیں ایک موٹی کمبل ہے۔ اُسے کچھ اوڑھتا ہوں کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں آپؐ نے فرمایا دونوں میرے پاس لے آؤ وہ دونوں چیزیں لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپؐ نے اِن کو ہاتھ میں لے کر لوگوں سے فرمایا اِن کو کوئی خریدتا ہے؟ ایک شخص بولا میں ایک درہم کو خریدتا ہوں۔ پھر آپؐ نے دو یا تین بار فرمایا کوئی ایک درہم سے زیادہ دے سکتا ہے؟ ایک شخص نے کہا میں دو درہم دیتا ہوں آپؐ نے کمبلی اور پیالہ اُس کو دے کر اُس سے دو درہم لے لئے اور

اس انصاری کو فرمایا کہ ایک درہم کا تو کھانا لے کر اپنے گھر پہنچا اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لا وہ کلہاڑا خرید لایا آپؐ نے دست مُبارک سے ایک لکڑی کا دستہ اُس میں ٹھونک دیا اور فرمایا جا لکڑیاں کاٹ اور بیچ - اب میں تجھ کو پندرہ دن تک نہ دیکھوں - وہ شخص چلا گیا اور لکڑیاں کاٹ کاٹ کر بیچنے لگا - پھر جب آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُس کے پاس دس درہم جمع ہو گئے تھے - اُس نے کچھ تو اُن سے کپڑا خریدا اور کچھ کھانے کا سامان مول لیا - آپؐ نے فرمایا یہ تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ جب تو قیامت کے دن آئے تو تیرے چہرہ پر بھیک مانگنے کا داغ ہو - دیکھ سوال کرنا صرف اس شخص کو حلال ہے جو سخت محتاج اور معذور ہو یا جس کے ذمہ بھاری تاوان ہو یا جس کی گردن پر خون بہا ہو ؎

۷ - روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک سائل کی آواز سُنی اور یہ سمجھ کر کہ بھوکا ہے - اُس کو کھانا کھلانے کا حکم دیا - تھوڑی دیر میں اُس کی آواز پھر سُنائی دی معلوم ہوا کہ یہ وہی سائل ہے اور کھانا کھانے کے بعد اب پھر مانگتا ہے - آپ نے اِس کو بلوایا اور دیکھا کہ اُس کی جھولی روٹیوں سے بھری ہوئی ہے - آپ نے

جھولی کا ایک سرا پکڑ کر اُس کو اُونٹوں کے آگے جھاڑ دیا اور فرمایا کہ تو سائل نہیں ہے بلکہ تاجر ہے ؛

۸ ۔ قبیصہ بن مخارق سے روایت ہے کہ میں کسی شخص کا ضامن ہو گیا تھا ۔ میں نے رسول اللہ سے درخواست کی میری ضمانت ادا کرنے کا انتظام کر دیجیے آپ نے فرمایا ذرا توقف کرو ۔ ہمارے پاس زکوٰۃ کا مال آجاتا ہے تو تم کو اُس میں سے دیں گے ۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اے قبیصہ سوال کرنا ان تینوں شخصوں کے سوا کسی کے لیے حلال نہیں ہے :-

اوّل :- وہ شخص جو کسی کا ضامن ہو اس کو بقدر ادائے ضمانت سوال کرنا حلال ہے ۔ اس کے بعد سوال سے باز رہنا چاہیئے ؛

دوم :- وہ شخص جو سخت آفت میں مبتلا ہو جس سے اُس کا مال ضائع ہو گیا ہو اُس کو بقدر ضرورت سوال کرنا حلال ہے ؛

سوم :- وہ شخص جس کو فاقہ (ضرورت شدید) درپیش ہو اور اُس کی قوم کے تین عقلمند آدمی اُس کی ضرورت کی تصدیق کریں ؛

اے قبیصہ ان تینوں صورتوں کے سوا جو کوئی سوال کرے وہ مالِ حرام کھاتا ہے ؛

آنحضرتؐ فرماتے ہیں جو شخص ہاتھ پھیلا کر سوال کرے یعنی گدائی

پیشہ ہو اُس کی گواہی رد کی جاتی ہے۔ امام جعفر صادق رضؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بغیر شدید احتیاج کے سوال کرے وہ گویا شراب پیتا ہے ؛

۶ ۔ علم الاقتصاد کے علماء کا اتفاق ہے کہ جس قدر بھیک مانگنے والوں کی تعداد کسی قوم میں زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر زیادہ خرابیاں اُس میں پیدا ہو جاتی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں :۔

۱ ۔ قوم کی دولت روز بروز گھٹتی ہے ؛
۲ ۔ دولت کے ساتھ قوت بھی زائل ہوتی ہے ؛
۳ ۔ سعی و محنت کی عادت روز بروز زوال پذیر ہوتی ہے ؛
۴ ۔ کاہل اور فاقہ مست لوگوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے ؛
۵ ۔ بے حیائی اور بے حمیتی کو ترقی ہوتی ہے ؛
۶ ۔ ہمت اور اولوالعزمی کا جوہر طبیعتوں سے مفقود ہو جاتا ہے ؛
۷ ۔ مفت خوری کی وجہ سے قوم میں آوارگی اور بد اطواری کو ترقی ہوتی ہے ان کے سوا اور بہت سی خرابیاں بیان کی جا سکتی ہیں مگر حدیث نبوی نے چند ہی لفظوں میں ان تمام خرابیوں کی طرف توجہ دلائی ہے اس قسم کی جامعیت یعنی کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مطلب ادا کرنا آنحضرت صلعم کے

کلامِ بلاغت نظام کی ایک خاص خصوصیت ہے جو کسی حکیم یا فلاسفی کے کلام میں نہیں پائی جاسکتی ؛

۱۰۔ حدیث مذکورہ بالا کے رُوحانی پہلو پر غور کیا جائے تو اُس کے الفاظ کی جامعیت اور بھی حیرت انگیز ہے۔ تمدنی خرابیوں سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو سوال کی عادت رفتہ رفتہ طرح طرح کے رُوحانی امراض میں بھی مبتلا کر دیتی ہے مثلاً :۔

۱۔ خدا پر توکل نہیں رہتا وہ خدا کو گویا بھیک مانگنے کا آلہ قرار دیتا ہے ایسے ہی شخص کی نسبت آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے ملعون ہے وہ شخص جو اللہ کا نام لے لے کر سوال کرے ؛

۲۔ رسولؐ کی وقعت بھی اُس کے دل میں نہیں رہتی۔ وہ جانتا ہے کہ بھیک مانگنے میں خدا کے ساتھ رسول کا واسطہ دینے سے خواہ مخواہ مسلمان آدمی کو کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑے گا ؛

۳۔ قیامت کے دن کا اعتقاد بھی برائے نام رہ جاتا ہے۔ حلال ذریعہ سے روزی کمانا اور محنت و مشقت کرنا ہر شخص کا فرض ہے اور اس کے خلاف عمل کرنا یقیناً گناہ اور قابلِ مواخذہ ہے۔ مگر عادی سائل کے دل میں یہ خیال سما جاتا ہے کہ محنت کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ اِس کے لیئے دوسرے لوگ بنائے گئے

ہیں اور دوسروں کی کمائی پر گذارہ کرنا ہمارے لئے حلال ہے
اور یہ بات عقلاً و شرعاً باطل ہے ؛

۴۔ ایسا شخص کفرانِ نعمت کا بھی مجرم ہوتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ مانگ مانگ کر جمع کرتا ہے اُس کا چھپانا اور باوجود استطاعت کے مفلسی کا اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہے ؛

۵۔ بالآخر کذب و ریاکاری کا جو سخت ترین گناہ ہیں مرتکب ہوتا ہے۔ اور ان باتوں کو اپنی کامیابی کا بہترین ذریعہ قرار دیتا ہے ؛

۶۔ سائل ذلیل و خوار ہوتا ہے مسئول کے نزدیک۔ بلکہ جو کوئی اس پر مطلع ہوتا ہے وہ بھی اُسے ذلیل سمجھتا ہے عزت کا جانا، نظروں سے گرنا، آبروریزی، نا ملائم باتوں کا برداشت کرنا، مجالس میں اس کی طرف اعتنا نہ ہونا اور اس کی بات پر کان نہ دھرنا اور اس کے وعظ و پند کا تاثیر نہ کرنا یہ سب کچھ سوال کی بدولت ہوتا ہے اور شرع و عقل و عرف میں روا نہیں ہے کہ انسان اپنے تئیں ذلیل کرے ؛

۱۱۔ سوال کی بُرائیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سائل کی دُعا اس کے حق میں مستجاب نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ اجابت دُعا کیلئے

یہ لازمی بات ہے، کہ مخلوق سے نا اُمید ہو اور ہنگام درد و شدائد
اور نزولِ بلا وغیرہ میں مخلوق سے متوسل ہونا زیبا ہے ۔

۱۲۔ جناب جعفر صادقؑ کا قول ہے کہ اگر کوئی تم میں سے یہ چاہے
کہ خداوندِ عالم میرا کوئی سوال رد نہ کرے پس اس کو لازم ہے
کہ تمام مخلوق سے مایوس رہے اور خالقِ عالم پر اُمیدِ واثق رکھے
اگر خدا تعالےٰ نے اس کے قلب کا یہی حال دیکھا تو پھر کوئی
اس کی حاجت نہ ہو گی جو پوری نہ ہو جائے ۔

۱۳۔ مفاسدِ سوال میں سے یہ بھی ہے کہ یتیموں ۔ بیواؤں ۔ گوشہ نشینوں
اور حقیقی معذور اشخاص کے احسان و خیرات کا راستہ مسدود
ہوتا ہے جو بیچارے صدماتِ فقر و مسکنت پر راضی رہتے ہیں
اور کسی کا بارِ منت لینا پسند نہیں کرتے اور پیشہ ور گداگر
اور اہلِ سوال طرح طرح کے حیلوں سے مسئول کو گھیرتے ہیں اور
جو مال و زر مستحقین کو دینا چاہیئے تھا ان سالم الحواس اور صحیح الاعضا
حرام خوروں کے شکم میں جاتا ہے ۔

۱۴۔ آنحضرت صلعم کا فرمان ہے کہ جو کوئی اپنے نفس پر بابِ سوال
کھولتا ہے خداوندِ عالم اس پر بابِ فقر کھولتا ہے اور تمام مخلوقات
اس کو مسدود نہیں کر سکتی ۔

۱۵- مجھے وہ چند اشعار آبدار حضرت علی رضؓ کے یاد آ گئے جو ذمت سوال میں ہیں اور اس قابل ہیں کہ آبِ زر سے لکھے جائیں۔ خُدا جانے اس فلاسفر ربانی نے اِن چند الفاظ میں کیا جادو بھر دیا ہے کہ ذلتِ سوال کی مجسم تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ مُلّا جامیؒ نے ان عربی اشعار کا ترجمہ ایک قطعہ میں یُوں کیا ہے :-

خردمندان عالم را یکے پند — ازیں بیچارہ می باید شنیدن
دُنیا کے عقلمندوں کو ایک نصیحت — اِس بیچارہ سے چاہیئے سُن لینا

بدنداں رخنہ در فولاد کردن — بناخن راہ در خارا بریدن
دانتوں کے ساتھ سُوراخ فولاد میں کرنا — ناخنوں کے ساتھ پتھروں میں شگاف کرنا

بہ فرقِ سر گرفتن صد شتر بار — زمشرق جانب مغرب دویدن
سر کے اوپر اُٹھانا سو اُونٹ کا بوجھ — پھر مشرق سے مغرب کی جانب دوڑنا

بآتشدان فرو رفتن نگوں سر — بہ پلکِ دیدہ آتش پارہ چیدن
آگ کی بھٹی میں چلا جانا سر کے بل اُلٹا — آنکھ کی پلک سے انگارے چُننا

بسے برجامی آساں تر نماید — کہ یک جو منتِ دوناں کشیدن
یہ سب کچھ جامی کو بہت آسان معلوم ہوتا ہے اس سے۔ کہ ایک جَو برابر کمینوں کا احسان اُٹھایا جائے

۱۱۔ انسدادِ گداگری

خاک میں بھی جو ملوں میں تو کسی صحرا میں
تم سے مٹی بھی نہ اے گبر و مسلماں مانگوں

۱ ۔ ہر ایک انسان کا فرض ہے کہ غیر مستحق سائلوں کی داد و دہش سے یک قلم ہاتھ روک لیا جائے اور جہاں تک ہو سکے مستحقین کی امداد کی جائے جو باوجود استحقاق کے کسی حالت میں سوال نہیں کرتے یا جو سخت مجبوری اور ناداری کی حالت میں سوال کرتے ہیں کیونکہ غیر مستحق سائلوں کے ساتھ کوئی سلوک اور کوئی بھلائی اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی کہ اُن کو اس بے غیرتی و بے شرمی کے پیشہ سے باز رکھا جائے۔ اور ملک و قوم کے حق میں اس سے زیادہ کوئی احسان نہیں ہو سکتا کہ بھیک مانگنے کا بدترین پیشہ جو مرض متعدی کی طرح افرادِ قوم میں سرایت کرتا جاتا ہے اور جس سے روز بروز گداگروں کی تعداد ملک میں زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ اس کی بیخ کُنی کی جائے۔

۲ ۔ افسوس اور نہایت افسوس ہے کہ اس زمانہ میں ہر ایک جگہ

جس قدر مسلمان بھیک مانگتے نظر آتے ہیں اس قدر اور کسی قوم کے آدمی نظر نہیں آتے۔ پس سب سے پہلے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنے اپنے حدودِ اختیار میں جہاں تک اُن کی دسترس ہو اس نالائق اور کمینہ رسم کا انسداد کریں جو ہزاروں برائیوں کی ایک برائی ہے۔

دستِ سوال لاکھوں ہی عیبوں کا عیب ہے
جس ہاتھ میں یہ عیب نہ ہو دستِ غیب ہے

۳۔ ہمارے علماء اور واعظین کو لازم ہے کہ نہایت آزادی اور بیباکی کے ساتھ وعظ کی مجلسوں میں سوال کی مذمت جو حدیثوں میں وارد ہوئی ہے اور جو مضر نتیجے سائلوں کی کثرت سے قوم کے حق میں پیدا ہوتے ہیں اور اسراف و فضول خرچی کی برائی جو قرآن مجید میں جا بجا بیان ہوئی ہے عام مسلمانوں کے ذہن نشین کریں اور خاص کر زنانی مجلسوں میں عورتوں کو جو ہر فقیر کو مستجاب الدعوات اور اُن کی آواز کو آوازِ غیب خیال کرتی ہیں۔ ان لوگوں کے مکر و فریب سے آگاہ کریں اور اُن کے دلوں میں بٹھا دیں کہ ہٹے کٹے بھیک مانگنے والوں کو کچھ دینا بجائے نیکی اور بھلائی کرنے کے اُلٹا گناہ کا مرتکب ہونا ہے کیونکہ جس قدر بھیک مانگنے کا ناپسندیدہ طریقہ

زیادہ رواج پاتا ہے اُسی قدر قوم میں کام کے آدمیوں کی کمی ہوتی ہے۔ واضح رہے تاوقتیکہ ہر فردِ بشر بقدر اپنی طاقت کے انسدادِ گداگری کے کام میں حصّہ نہ لے قوم کے پنپنے کی کوئی اُمید نہیں ہو سکتی۔

۴۔ خطروں پر سوار ہونا، مصائب کے نیچے دب جانا اور سخت ترین تکالیف برداشت کر لینا سوال کر لینے سے افضل ہے۔

ہے زخموں سے مرجانا بہتر اے بھائی
نہ مانگوں مگر غیر سے مومیائی

۵۔ اسلام کو غیر مسلموں سے اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا خود مسلموں سے پہنچا ہے۔ ارکانِ سلطنت کی غداری سے حکومت تباہ ہوئی رہی سہی عظمت پر گداگری ہاتھ صاف کر رہی ہے۔ جس کے اجمال کی تفصیل احاطہ تحریر سے باہر ہے کیونکہ اس گروہ کی اتنی متعدد ٹولیاں ہیں جن کے اعداد و شمار اگر حشرات الارض سے زیادہ نہیں تو اُن کے مساوی ضرور ہیں۔ ہم اُن میں سے چند ایک کو جو مذہب اسلام کے واسطے زیادہ خطرناک ہیں ظاہر کر کے باقی کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

۶۔ طبقۂ اوّل مصنوعی خرقہ پوش فقیروں کا ہے طبقہ دوم دُنیا پرست عُلما کا ہے تیسرا طبقہ گندم نما جو فروش سجادگان کا ہے۔ چوتھا

متولیان مساجد اوقاف اور یتیم خانوں وغیرہ کے کارکنوں کا ہے۔ پانچویں وہ فخریہ طور پر اپنا پیشہ آبائی گداگری کہتے ہیں۔ اور چھٹا وہ جو اپنا حق جائز سمجھ کر خیرات کا مطالبہ کرتے ہیں:

۷۔ طبقہ اول ایک تقدس مآب لٹیروں کا جرگہ ہے جس کا مقصد اول اسلامی بھیڑوں کو ذبح کر کے خون آشامی کرنا اور اپنا گھر دولت سے بھرنا ہے تعلیم دین متین یا تلقین کا اس سے مطلق سروکار نہیں۔ یہ گروہ اپنے مستقر سے دور اپنا دام تزویر پھیلا کر اپنی ہیئت پیری مریدی اور خرقۂ ظاہری سے سنسار کا شکار کرتا ہے۔ اس کے گماشتے اور کمیشن ایجنٹ مخلوق خدا کے دردوان کی تباہی تقدیس کی دیار اور امصار میں دانہ پاشی کرتے پھرتے ہیں اور جوق درجوق سادہ لوحوں کو گھیر کر حلقۂ گمراہاں میں اضافہ کرتے جاتے ہیں۔ اور ہاتھ کے ہاتھ صلہ پاتے ہیں بس ایک مرتبہ دکان چل جائے پھر گاہکوں کی کیا کمی ہے۔ ایسے پیروں کے ہاں مریدی کے چھپے ہوئے فارم وبل سادہ وکالت ناموں کی طرح تیار رہتے ہیں۔ مقررہ نذرانہ دیا اور شریک سلسلہ ہوئے۔ پیر کا گھر تحفہ تحائف اور نذرانوں سے بھرتے رہو مفروضہ مذہبی کارخانوں میں دیتے رہو۔ اور چین کی بانسری بجاتے رہو۔ مذہب اسلام دین فطرت ہے۔

اس میں ہر بات جو دل کو بھائے مباح اور جائز ہے وغیرہ وغیرہ۔

۸ - دُنیا پرست عُلما۔ وہ ہیں جن سے حسب نوعیت مقصد جو مسئلہ چاہو وکلائے کے مانند فیس پیش کر کے حاصل کر لو۔ مسلمانوں کو ہلاک کرنے اور مسجدیں مسمار کرنے کے فتوے وہاں سے مل جاتے ہیں اب وہ عالم کہاں جن کو شقی القلب حجاج بن یوسف نے ذبح کرا دیا۔ لیکن خلاف شریعت حکم نہ دیا۔ خود امام اعظم رح بھی امورِ دین میں حکومت سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے قید و بیڑیوں کی اور تازیانوں کی سزا گوارا کی۔ لیکن حق پر قائم رہے۔

۹ - سجادہ نشین مثل جاگیردار نوابوں کے ہیں۔ جن کی آمدنی کی فصلیں سالانہ یا ششماہی عرسوں پر موقوف ہیں۔ حیف صد حیف یہ اُن ہستیوں کے جانشین اور صاحبزادے ہیں جنہوں نے دینِ متین کی خاطر آبائی ملک و وطن کو خیرباد کہہ کر مخالفین دین کے رُو برو اپنے عمل و فعل سے اسلام کی سچی تصویر پیش کر کے خلقت کو حلقہ بگوش کر لیا۔ اُن کے پاس ایک بوریہ بدھنے اور کمبل سے زیادہ نہ تھا لیکن اُن کے فخریہ جانشین کہلانے والوں میں سے اکثر کے مسکینوں کو اگر آج جا کر دیکھئے عشرت کدہ بن رہے ہیں رقص و سرود کی محفلیں گرم ہیں۔ جہاں سے شریعتِ اسلام کنارہ کش ہو کر غریبوں

کی جھونپڑیوں میں رُوپوش ہو گئی ہے رشب کا نالہ کہاں۔ دِن کی زاری کُجا۔ وہاں تو رادی چین ہی چین لکھتا ہے ؂

۱۰۔ متولیانِ مساجد اور اوقاف اور دیگر قومی اداروں کے کارکن وہ روپیہ جو فلاحِ عام یا ترقیٔ دین کے واسطے وقف ہے، یا حاصل ہوتا ہے اس کا بیشتر حصہ اپنے ذاتی مصارف میں لاتے ہیں جس کے قضیے بارہا قوم کے سامنے ہو چکے ہیں۔ اس کا انتخاب بھی الیکشن کے اصولوں پر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جدید ترکی حکومت نے جملہ اَوقاف پر خود قبضہ کر کے اس صرفِ بیجا کا خاتمہ کر دیا ؂

۱۱۔ پیشہ ور یا آبائی فقیر پہلے سے اور اب بھی ایک معمولی زمیندار سے کم حیثیت نہیں رکھتے ان دربدر خاک چھاننے والے فقیروں کے گھر جا کر دیکھو تو حیرت میں ہو جاؤ۔ ڈھور ڈنگر، کوٹھے، زیور ان کے گھر کیا نہیں۔ خدا کا دیا سب کچھ ہے لیکن بھک شانہ مانگیں تو برادری سے خارج حقہ پانی بند ؂

۱۲۔ چھٹا گروہ ایک بیچ میل کھچڑی ہے جس میں اپاہج اور محتاج کم ہیں۔ بلکہ تنومند ہٹے کٹے۔ بھلے چنگے بیشتر ہیں جنہوں نے بھیک کو ایک سہل پیشہ تصور کر لیا ہے اور وہ بڑی بڑی رقمیں حاصل کر کے گلچھرے اُڑاتے ہیں اور ان کے پڑوس کے باحمیت مسلمان

فاقہ کشی کرکے اپنی زندگی کے دن پورے کیا کرتے ہیں۔

۱۳۔ میرا خیال ہے۔ اسلام کے ایسے جملہ گروہ اسلامی آبادیوں کے رہزن اور لٹیرے ہیں جن کے خلاف دُنیائے اسلام کو جنگ کرنی چاہیئے۔ ہر ادیب اور ہر ایڈیٹر تہیہ کر لے کہ جب تک اس گروہ کا خاتمہ نہ کیا جائے اور یہ کوئی اور شغلِ زندگی اختیار نہ کر لیں۔ اسوقت تک نہ خود چین سے بیٹھیں اور نہ اُن کو چین سے بیٹھنے دیں۔ اسلام میں خیرات ناجائز نہیں بلکہ حکومت کے ٹیکس کی طرح۔ برخلاف دیگر مذاہب کے اسٹیٹ ٹیکس خیرات (زکوٰۃ) معین ہے جس کو خلیفہ اول نے رُوکشان دین سے بزورِ شمشیر وصول کیا۔ کیونکہ یہ غربا۔ کا حق ہے۔ پس ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ خیرات اور زکوٰۃ سے ہر محلہ کی مسجدوں میں بیت المال جمع کریں اور ہر شہر اور ہر بستی میں تحتِ مسجد تھوڑی تھوڑی آبادی کے حلقے بنائے جائیں اور ان میں دیانتدار دینی کارکن مقرر ہوں جو اپنے حلقہ سے ہر قسم کی خیرات حاصل کر کے اس کو مقرر جگہ پر محفوظ رکھیں اور حقیقی حاجتمندوں پر تقسیم کرتے رہیں۔ اگر مسلمان اس پر کاربند ہو جائیں تو تھوڑے ہی عرصہ میں قوم کی حالت بھی بدل جائے اور ناجائز لُوٹ کھسوٹ کرنے والے جب اُن کے ہتھے کچھ نہ لگے تو تھوڑے ہی عرصہ میں

کوئی دوسرا کام اختیار کرلیں اور حقیقی ضرور تمند زندگی کی دشواریوں سے نجات پاکر قوم کی تقویت کا باعث ہوں۔

۱۴۔ اسلام ایک ایسا دینِ مکمل ہے جس میں صرف باقاعدہ نماز کی پابندی اور وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ کا سلسلہ محلّہ کی مسجدوں سے لے کر اخیر نمازِ کعبہ تک روئے زمین کے مسلمانوں کی ہنگامی ضروریات اور وقتی مشکلات کو حل کرسکتا ہے۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ یہ انتظام ہوتے ہوئے ہم جدید نظام قائم کریں جمعہ اور ہر خطبہ والی نمازوں میں خطبہ مسنون کے امام کا یہ فرض ہو کہ وہ مسلمانانِ عالم کے واقعات اور ان کی مذہبی اور مالی مشکلات اور اُن کی احسن تدابیر کا بھی تذکرہ بیان کردیا کریں تاکہ مسلمان اپنی کمزوریوں سے آگاہ ہوکر اس کا سدِباب کریں۔

دِل مُردہ دِل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

(علامہ اقبالؒ)

۱۲۔ ظُلمِ انسان و شکایتِ حیوان

ڈر ظلم سے کہ اس کی جزا بس شتاب ہے
آیا عمل میں یاں کہ مکافات ہو گئی

۱۔ ہمارے آبا و اجداد آدم ابوالبشر کی پیدائش سے پہلے اس زمین میں رہنے والے اور اس کے اطراف میں وطن بنانے والے اور اس کے راستوں میں سفر کرنے والے تھے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے مکان میں اپنے حال پر متوجہ ہونے والا اپنے مقصود سے موافقت کرنے والا تھا۔ خواہ وہ صحرا میں ہو، یا بَن میں، ہموار زمین میں ہو یا پہاڑ پر۔ ہم میں سے ہر ایک جنس اپنے ہم جنسوں سے محبت کرنے والی تھی اور ہم سب نہایت اچھی زندگی میں جو خدا نے ہمارے لئے کھانے پینے کی چیزوں سے مقدر کی تھی اپنے بچے حاصل کرنے اور اپنی اولاد کی پرورش کرنے میں مشغول تھے اور اپنے جسموں میں تندرست تھے۔ رات دن خدا تعالیٰ کی تسبیح اور اس کی پاکیزگی بیان کرتے تھے نہ اس کی نافرمانی کرتے اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے تھے۔ اسی حالت میں کئی زمانے گذر گئے۔

۲ - پھر اللہ تعالے نے آدم ابوالبشر کو پیدا کیا اور زمین میں اُسے اپنا خلیفہ بنایا اور اُس کی اولاد پیدا ہوئی اور اس کی نسل بڑھ گئی - اور بڑھنے کی یہ رفتار اس قدر سرعت سے ساتھ ترقی کر گئی کہ چند روز میں زمین میں خشکی تری ہموار زمین اور پہاڑوں میں پھیل گئی اور انہوں نے مکانوں اور وطنوں کو ہم پر تنگ کر دیا اور ہم میں سے بھیڑوں - بکریوں، گایوں، گھوڑوں اور گدھوں کو قید ہی بنالیا اور انہیں طرح طرح کے عذاب سے مسخر کر کے ہلوں، رتھوں اور چکیوں میں جوتنے - مارنے لڑنے اور ہماری تمام عمر قسم قسم کے عذاب دینے اور مشکل کاموں کے اندر لگا کر تکلیف و سختی سے تھکا دیا پس جو ہم میں سے بھاگے وہ صحراؤں چٹیل میدانوں اور پہاڑوں پر بھاگ گئے - اور بنی آدم نے ہماری تلاش میں طرح طرح کے حیلوں سے کوشش کی اور ہم میں سے جو کوئی اُن کے ہاتھ لگا تو اُس کے لئے طوق ہے اور پنجرہ - ذبح کیا جانا اور چمڑہ اتارنا - پیٹوں کا پھاڑنا اور جوڑوں کا جدا کرنا - ہڈیوں کا توڑنا اور رگوں کا کھینچنا - پروں کا نوچنا، بالوں اور اُون کا کاٹنا بعد ازاں پکائے جانے کے لئے آگ اور سیخ پر بھونا اور طرح طرح کے عذاب دینا جن کی حقیقت تک کسی کو رسائی نہیں - باوجود ان

تمام احوال کے یہ آدمی ہم سے راضی نہیں ہوتے حتیٰ کہ ہم پر یہ دعویٰ کر بیٹھے ہیں کہ یہ باتیں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں ۔ اُن پر انسانوں کا ایک واجبی حق ہے اور وہ ہمارے مالک اور ہم چوپائے اُن کے غلام ہیں اور جو ہم میں سے بھاگ نکلا تو وہ اُن کے خیال کے مطابق نافرمان اور اطاعت کو چھوڑنے والا ہے ہمارے برخلاف اُن کی یہ تمام باتیں سوائے قہر و غلبہ کے کچھ نہیں اور سب کی سب بلا گواہ اور دلیل کے ہیں ۔

ظالم برفت و قاعدۂ زشت ازو بماند
عادل برفت و نامِ نکو یادگار کرد!

۱۴۔ کارِ خیر و رفاہِ عام

مثالِ دانہ ہائے سبحہ باہم چاہیئے اُلفت
دلوں میں راہ پیدا کر کہ دانا دل سے ملتے ہیں

۱ ۔ کارِ خیر کے فوائدِ دینی و دُنیوی سے کسی کو انکار نہیں لیکن اس پر بھی ہم یہ دیکھتے ہیں ۔ کہ بنی نوعِ انسان کی ایک بڑی تعداد دُوسرے مشاغل کی طرف مصروف ہے ۔ انسانوں کی زندگی کا ایک

معتد بہ حصہ حصولِ دولت کی سعیٔ پیہم یا جستجوئے عزت کی کوشش مسلسل کے نذر ہو جاتا ہے۔ بہت سے لوگ اپنی مختصر زندگی مواقعِ ترقی کی تلاش میں برباد کر دیتے ہیں۔ بیوقوف انسانوں کی ایک کثیر تعداد کھوئے ہوئے مواقع کا ماتم کیا کرتی ہے۔ اگر غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ بہتیرے لوگ دنیائے عمل میں بھی رسم و رواج ماضی کی کورانہ تقلید کر رہے ہیں اور اسلاف کے چلے ہوئے راستہ پر اندھوں کی طرح چلے جا رہے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے بھی نظر آتے ہیں جو کاہل و بیکار رہتے ہیں اور حیاتِ گرانمایہ کو خیالی پلاؤ پکانے میں گنوا دیتے ہیں اور یہ تمام اصحاب دنیا والوں کو مصیبت اور تکلیف اور بے مائگی اور درد و غم اور رنج و الم کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی دنیا ایک نئی اور نرالی دنیا ہے جہاں کسی قسم کی پابندی اور ذمہ داری نہیں ۔

۲۔ یہ اپنے سینوں میں دل کی جگہ برف کی سل رکھنے والے اصحاب جان لیں کہ اُن کی زندگی صرف اُن کے لئے نہیں ہے ان کی حیات صرف اُن کی عافیت اور زراندوزی کے لئے نہیں ہے۔ اُن کی قوت و لیاقت اور علم و قابلیت صرف اُن کی بہبودی کے نذر

ہونے کو نہیں ہے۔ اُن کی تمام چیزوں میں مخلوقِ عالم کا ایک بڑا حصّہ ہے۔ اُن کی ہر شے میں بنی نوعِ انسان ایک بڑا شریک ہے اور ان حصّوں کو غصب کر لینا اور حقداروں کو اُن کے حقوق نہ دینا دونوں جہاں میں اُن کے لئے موجب حسرت و حرمان ہوگا۔ دُنیا والے بھی اُن کو خود غرض و نفس پرور بہائم صفت انسان سمجھیں گے۔ اور آخرت میں بھی وہ لوگ ثواب سے محروم رہ کر قابلِ عذاب قرار دیئے جائیں گے۔ انسان جو دردِ دل کے لئے پیدا کیا گیا ہے کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ غریبوں کی بے نوائی بیواؤں کی مجبوری یتیموں کی کس مپرسی۔ ہم وطنوں کی خرابی ہم مذہبوں کی بربادی اور عزیزوں کی بدحالی دیکھے اور آنکھ بند کر لے اور خسرانِ کونین کا خریدار بن جائے۔

۳۔ رفاہِ عام اور کارِ خیر میں وہ کونسی شے نہیں ملتی جو دنیا میں کسی اور نعمت میں حاصل ہوتی ہے بعض لوگ اپنے مولیٰ کی خوشی چاہتے ہیں کارِ خیر سے بڑھ کر اس کے حصول کا کوئی ذریعہ ہے؟ بعض لوگ جنّت کے خوشنما باغ اور بہشت کی دلربا حوروں کے خواہشمند ہیں کارِ خیر سے بہتر اُن کی تمنا بر آری کا کوئی دوسرا طریقہ ہے؟ بعض لوگ دُنیاوی نام و نمود کے طلبگار ہیں کارِ خیر سے زیادہ

اچھی راہ کوئی اور دوسری اُن کے حصولِ طلب کے واسطے ہوسکتی ہے، بعض لوگ باِم شہرت وعزت کے متمنّی ہیں کارِ خیر سے عمدہ اُن کے لئے کوئی زینہ تیار کیا جاسکتا ہے؛ بعض لوگ صرف سیرِ نفس کے آرزومند ہوتے ہیں۔ کیا کارِ خیر اُن کی آرزو پوری نہیں کرتا؛ پھر بھی جو کارِ خیر کی طرف متوجہ نہیں ہوتے قابلِ حسرت ہے اُن کی زندگی اور قابلِ حیف ہے اُن کی حیات خواہ وہ شبانہ روز مصروفِ عبادت ہی کیوں نہ رہیں؛

۴۔ بہت لوگ ایسے ہیں کہ اگر اُن کو کارِ خیر کی ترغیب دی جائے اور ضرورت دکھلائی جائے تو بول اُٹھیں گے کہ ہاں ہاں یہ سب کام تو کرنے کے ہیں اور اس میں بہت سے دینی و دُنیوی فوائد ہیں لیکن پریشانی اِس امر کی ہے کہ کام شروع کیونکر کیا جائے اور کونسا نقطۂ عمل انتخاب کیا جائے میں اُن کو یہ کہوں گا کہ کیا بنی نوعِ انسان کے ہزاروں کاموں میں سے کوئی کام بھی ایسا نہیں جسے آپ کرسکیں کیا آپ کی زندگی اور آپ کی حالت اور آپ کی قابلیت اور آپ کی جرأت اِس لائق نہیں کہ رفاہِ عام کا کوئی کام آپ کریں فلاح وبہبودیٔ بنی نوعِ انسان کا کوئی کام ہلکے سے ہلکا جو آپ کے پیشِ نظر ہو آپ فوراً شروع کردیں۔

اس کے بارہ میں پڑھیں جستجو کریں سوچیں غور کریں مشورہ لیں اور دیکھیں کہ کس آسانی سے وہ پورا ہو جاتا ہے اور ایک کارِ خیر کے طفیل میں کتنے کارِ خیر آپ سے ہو جاتے ہیں اور اُن کے ہو جانے سے کیسے کیسے آسان ذرائع آپ سے آپ نکل آتے ہیں اور حق تعالےٰ اُن کے معاوضہ میں آپ کی کتنی مُشکلات آپ کے واسطے آسان کر دے گا۔

۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ کارِ خیر کے گوناگوں فوائد پر گھنٹوں تقریر کر سکتے ہیں لیکن خود کچھ نہیں کرتے وجہ یہ ہے کہ اس کی لذت سے وہ ناآشنا ہیں اُنہیں چاہیئے کہ اس بادہ سرور بخشِ قلب کو منہ لگائیں اور دیکھیں کہ پھر اُن سے اس کا چھوڑنا ممکن ہے کہ نہیں عشق پر تقریر کرنے والا اور محبت پر مضمون لکھنے والا انسان ذائقۂ عشق و محبت سے بے بہرہ دیکھا گیا ہے۔ بادۂ کوثر کی حسنی شانی خوبی بیان کرنے والا واعظِ تہی بخت اس کی جانفزا اور ایمان پرور لذت سے آگاہ نہیں بعض لوگوں کے نازک دلوں پر مصائبِ بنی نوعِ انسان کا مشاہدہ بہت اثر کرتا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ کچھ کریں مگر کرتے نہیں اس لئے کہ اُن کو اپنی ذاتی کوشش کی کامیابی کی اُمید نہیں ہوتی۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں

کہ میرے لئے اس درد کا درماں نہیں ہو سکتا وہ اپنا دل مسوس مسوس کر تکالیف خلائق کو دیکھتے رہتے ہیں اور یہ اُمید کرتے ہیں کہ غیب پردہ سے کبھی نہ کبھی کچھ نہ کچھ اس کا علاج ہو ہی رہے گا لیکن میرے خیال میں یہ پست ہمتی کی ایک بیّن علامت ہے اور خدا کی دی ہوئی قوتوں اور صلاحیتوں کی صریح بے قدری نتیجۂ عمل نیک و کارِ خیر کے سوچنے کا حق ہمیں حاصل نہیں کوشش ہمیں کرنا چاہیئے۔ ہماری کوششوں کو کامیاب بنانا خدا کا کام ہے ؛

۶۔ بعض لوگ کارِ خیر کے انجام دینے کے لئے مواقع کے منتظر رہتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں کہ حال و موقع کو مناسب ہونے دو تو کام کیا جائے گا حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو موقع خود سے نہیں آتا بلکہ ایک مخلص کام کرنے والا خود مواقع کو ترتیب دیتا ہے اور پھر اُن سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ مواقع کے انتظار میں بیٹھنا میرے خیال میں ایک ناقابلِ عفو تساہل ہے۔ رفاہِ عام کے لئے خواہ مخواہ دولت کی حاجت نہیں۔ دولت کے انتظار میں رہنا اور کارِ خیر نہ کرنا انسانوں پر ظلم کرنا ہے۔ ہر انسان دولت کے بغیر کسی کارِ خیر کی بنا ضرور ڈال سکتا ہے گو اُسے انجام تک نہیں پہنچا سکتا۔ اور یہ دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ دولت اور موقع کے انتظار میں

کارِ خیر نہیں کرتے وہ دولت اور موقع کے حاصل ہوجانے کے بعد بھی اکثر اُن سے فائدہ نہیں اُٹھاتے ؎

۷۔ وہ لوگ جو دُنیا میں بڑے ہوشیار اور دُور اندیش کہلاتے ہیں اکثر یہ پوچھ بیٹھتے ہیں کہ رفاہِ عام کے کام میں وقت صرف نہیں ہوتا کیا محنت نہیں کرنی پڑتی اور اپنی روزی کمانے کے دھندے میں رُکاوٹ نہیں آتی کیا اپنے آپ کو اور اپنے بال بچوں کو برباد کرکے دُوسروں کا گھر بنانے کی کوشش کیا کریں۔ میں اُن لوگوں کو یہ جواب دوں گا کہ آپ ہرگز اپنے کو تباہ کرکے دُوسروں کو نہ بنائیں لیکن مہربانی فرماکر اپنی زندگی کے اُن اوقات میں سے جن میں آپ خیالی پلاؤ پکاتے ہیں احباب کی صحبت میں غیر ضروری راحت اُٹھانے میں دوسروں کے بارے میں رائے زنی کرنے میں اور اپنی حکائتیں سُنانے میں صرف کرتے ہیں تھوڑا سا حصّہ اپنے بھائیوں کی خدمت کے لئے بھی وقف کردیں ؎

۸۔ صرف حصُولِ معاش طلبِ عافیت ہی زندگی کا مقصد نہیں ہے حصُولِ معاش ایک فرض ہے لیکن اتنا ہی ضروری فرض خدمت بنی نوعِ انسان بھی ہے اسلئے اپنی زندگی کا کچھ حصّہ سعیِ فلاحِ خلائق میں صرف کرنا فرض ہے۔ اور ہم لوگوں کے لئے صرف اتنا

کہدینا کہ خدمتِ خلق کے لئے ہم آمادہ ہیں اور اس معاملہ سے ہمیں خاص دلچسپی ہے کافی نہیں ہے بلکہ اپنے نفع ذاتی کو فائدۂ خلائق کے لئے قربان کر کے خلق اللہ کی راحت رسانی اور نفع کے لئے سرگرمی سے کوشش کرنی چاہیئے اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور عبادت فرض ہے۔

عبادت بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

۴۔ خیالاتِ دانا و نادان

آنچہ دانا کند۔ کند نادان!
لیک بعد از خرابیٔ بسیار!

۱۔ دانا رضائے الٰہی یعنی فطرت اللہ کا جویا ہوتا ہے قوانین فطرت سمجھنے اور اس کا اتباع کرنے کی سعیٔ جمیل کرتا ہے اپنے جذبات و ترددات کو انہیں ناقابلِ تغیر قوانین کی اطاعت میں چھوڑ دیتا ہے اور اس اطاعت کو فقط ناگزیر ہی نہیں بلکہ ماحصلِ زیست اور سرمایۂ راحت یقین کرتا ہے یہاں تک کہ اس کی ہر خواہش قدرت کے

ہم آہنگ اور اس کا ہر مقصد قدرت کا ہم پیرایہ ہو جاتا ہے
اس کے کام منشائے قدرت کے موافق ہوتے ہیں اس لئے وہ
ہر حال میں راضی بہ رضائے الٰہی اور ہر رنگ میں بامراد و شاد کام
و شادمان رہتا ہے اور ناکامی اور غم کے بہت ہی شاذ اتفاقات
پیش آتے ہیں۔

۲۔ نادان رضائے الٰہی سے بے بہرہ ہوتا ہے اور بہرہ حاصل کرنا
بھی نہیں چاہتا۔ اس کے جذبات و اغراض گویا اہتماماً فطرت کے
برعکس ہوتے ہیں اس کی خواہشیں اور مقاصد حقائقِ قدرت سے
روگرداں رہتے ہیں اس کا ہر فعل فطرت اللہ کی ضد اور ہر کام منشائے
قدرت کے خلاف ہوتا ہے اس لئے ہر حال میں غیر قانع مضطرب
اور شاکی رہتا ہے کامگاری اور انبساطِ قلبی کے اسکو بہت ہی
کم مواقع ملتے ہیں۔

۳۔ دانا موجودات اور سوانح موجودات یعنی اشیاء اور حوادثِ
لیل و نہار کو اُن کی صحیح اور اصلی حالت میں دیکھتا ہے اشکال
سے دھوکا نہیں کھاتا حقیقت پر نظر رکھتا ہے اجسام و صور اسکے
نزدیک کچھ مال نہیں نہ اُس کے تعمقِ نظری کو اپنے سطح فی الخارج
پر روک سکتے ہیں۔ وہ چیزوں کی مادی اور ذہنی ہستیوں سے

گذر کر تہ میں پیوست ہو کر اصلی ہستی تک پہنچتا ہے اور اُسی کو پیار کرتا ہے اُسی کا خواہشمند رہتا ہے اُس کے سوا جو کچھ ہے اُس کے نزدیک از قسم زوائد ہیچ و بے بُود ہے ؛

۴۔ نادان اصل سے بے خبر اور بطانت اشیا سے نا آشنا ہے۔ ظاہری صورتوں اور واقعات کے بیرونی مفاد و مضار کا پرستار ہے۔ اُسے جُملہ موجُوداتِ خارجی اور داخلی میں فقط ہیئات ظاہری نظر آتے ہیں اُنہیں کے حُسن و قبح کو دیکھتا اور اسی سے متاثر ہوتا ہے اور اُسی کی قربت یا دُوری حصُول یا ترک میں کوشاں رہتا ہے اِس لئے نادان بھلا چاہتا ہے اور بُرا ہوتا ہے فائدے میں رہا چاہتا ہے مگر ٹوٹے میں رہتا ہے تمام آدمیوں کی طرح ہر چند کہ خود بھی آزادی پسند ہے لیکن سچّی آزادی کے درکِ صحیح میں غلطی کر کے جسمانی آزادی پر اکتفا کرتا ہے جو نعمتِ کُبریٰ کہ حقیقی اور تحقیقی آزادی ہے کبھی نصیب نہیں ہوتی البتہ جسم خاکی اُس کا ضرور آزاد رہ سکتا ہے لیکن دل اور رُوح غلاموں کی طرح قید رہتی ہے اگر وہ ایک مُطلق العنان بادشاہ بھی نہ ہو جائے تو بھی اپنی حرص و ہوا کا بندہ اور غلط فہمی اور جہل کا قیدی ہی رہے گا وہ محتاجی سے محفوظ رہنے کے لئے دولت پیدا کرتا ہے

لیکن دولت جوں جوں ترقی کرتی ہے اپنے کو دولت کا محتاج تر پاتا ہے کیونکہ افزائش دولت احتیاج کو اور ترقی دیتی ہے اس کو بہت سی خواہشیں ہوتی ہیں اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ خواہشوں کے پورا ہونے میں راحت ہے لیکن خواہشیں جب پوری ہو جاتی ہیں تو بجائے راحت کے تکلیف مزید کا سبب ٹھہرتی ہیں کیونکہ پورا ہونا خواہشوں کو بڑھا دیتا ہے اس کی روح کچھ تلاش کرتی ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ مجھے کسی چیز کی تلاش ہے مگر نہیں جانتا کہ کس کی تلاش ہے درحقیقت وہ راحتِ قلبی ہے جس کے لئے روح بھٹکتی پھرتی ہے۔ لیکن اُسے معلوم نہیں ہوتا اس لئے اس مطلوبہ شے کو وہ تلاش کرتا ہے۔ لذیذ کھانوں عمدہ کپڑوں صبا رفتار سواریوں سربفلک کشیدہ محلوں میں۔ یہ سب چیزیں مل جاتی ہیں مگر ان میں وہ شے جس کی تلاش تھی نہیں ملتی کیونکہ راحتِ قلبی زر و مال سے خریدی ہوئی عز و فخر پرورتن آسانیوں میں نہیں ہے۔ وہ مجالس طرب اور مشاغلِ تعیش میں انبساطِ خاطر ڈھونڈتا ہے لیکن پایانِ کار یہ اور زیادہ باعثِ اندوہ و تعب ہوتی ہیں وہ وہ اس خیال سے شہرت اور نام آوری کی تمنا کرتا ہے کہ شہرت سے بہت خوشی ہوگی لیکن سخت جدوجہد کے بعد جب شہرت حاصل ہو جاتی

ہے تو یہ دُنیا کی دُوسری چیزوں سے بھی زیادہ ہیچ۔ ناکارہ محض ایک لفظی اور ہوائی ڈھانچہ اندر سے تہی ثابت ہوتی ہے غرضیکہ نادان کو کسی شے کا اندازہ صحیح نہیں ہوتا وہ واقعی چیزوں کی تمنا میں غیر واقعی چیزوں تک پہنچتا ہے انہیں کو اختیار کرتا ہے اُس کے تمام اکتساب و تصرفات تحصیل حاصل ہوتے ہیں۔

۵- دانا خوب سمجھتا ہے کہ زندگی کی اصلی اور ناگزیر ضرورتیں زیادہ نہیں ہیں پس وہ اُن کی فطرتی تعداد کو بصحت تحقیق کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ انہیں آسانی سے پُورا کرسکتا ہے دُنیا کی وہ چند نعمتیں جن پر اُسے قدرت حاصل ہوتی ہے اُس کی معدود ضروریات کیلئے کافی ہوتی ہے۔ اور اگر کافی نہیں ہوتیں تو یہ اُن کے لئے کافی ہوتی ہے اِس لئے ہمیشہ فارغ البال اور مستغنی رہتا ہے۔

۶- نادان اپنی ضرورتوں کو مجہول الاعمالی سے بڑھا لیتا ہے۔ اپنی خیالی خواہشوں کو لاتعداد و لاتحصیل کر لیتا ہے عمر گذر جاتی ہے پر اُس کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں ع

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

باقی رہ جاتی ہیں۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ دنیا کی تمام نعمتیں بھی اگر اُسے مل جائیں تو بھی اس کی خیالی ضروریات اور روز افزوں

خواہشوں کے لئے ناکافی ثابت ہوں اِس لئے یہ محتاجی اور بے اطمینانی سے کبھی نجات نہیں پاتا۔

۷۔ دانا بخوبی واقف ہوتا ہے کہ زندگی کے اصل غم قلیل ہیں اور نیز یہ کہ اصلی مسرتیں ان سے بھی قلیل تر ہیں پس ان مسرتوں کو مُغتنم جان کر اُن سے جیسا چاہیئے متمتع ہوتا ہے اور ساتھ ہی غموم و آلام کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لئے بدل و جان آمادہ رہتا ہے۔ غموم کو اپنی ہستی کا ایسا ہی جُزوِ لاینفک خیال کرتا ہے جیسا کہ مسرت کو۔ اِس لئے داہیہ حوادث اس کی دِل جمعی اور سکونِ خاطر کو نقصان نہیں پہنچاتے۔

۸۔ نادان زندگی کی اصل مسرتوں کی تعدادِ قلیلہ کو تمتعاتِ دُنیوی کی مسرت نما اشکال کے الوانِ بوقلمونی میں گم کر دیتا ہے سچی اور جھوٹی مسرتوں میں کوئی شے مابہ الامتیاز باقی نہیں رہتی اس لئے اصلی مسرتوں سے ہمیشہ محروم رہتا ہے اس کے ساتھ ہی اُسکی غلط فہمیاں اس کی فضول کاریوں سے مدد پاکر اس کی جان کے لئے ہزاروں خیالی غم پیدا کر دیتی ہیں جن کو بہت ہی بڑا خیال کرتا ہے۔ اس لئے ہر غم انتہا کا جاں گُسل گذرتا ہے اور از بسکہ غم اُٹھانے کے لئے بطیبِ خاطر کبھی مستعد آمادہ نہیں ہوتا

اسلئے تھوڑا غم بھی بہت ستاتا ہے۔ نادان کے غموم کی اگر محققانہ چھان بین کی جائے تو شاید فیصدی بمشکل ایک غم ایسا ثابت ہوگا جو اصلی اور ناگزیر غم ہو ورنہ تمام غموم موجوداتِ ذہنی اور مفروضاتِ خیالی نکلیں گے جو اُس نے اپنے توہم سے خواہ مخواہ پیدا کر لئے۔

۹۔ اصل یہ ہے کہ انسان کو اپنے ساتھ بہت محبت ہے، وہ اپنی ناچیز خوبیوں کو بزرگ اور اپنے بزرگ عیوب کو ناچیز سمجھتا ہے یہی سبب ہے، کہ ہماری خوبیاں تکمیل کو کمتر پہنچتی ہیں تاہم ہماری کمزوریاں بیشتر تو ی و شدید ہو جاتی ہیں۔ ادھر ہمارے خیال میں کسی نیکی کا قصد گذرا اُدھر اُس خیالی قصد پر ہم نے اپنے تئیں نیک سمجھ لیا گو یا وہ نیک خیالی عملی شکل میں کبھی رُو بکار نہ آئے۔ ہر شخص کو علی العموم اپنے حسنِ خیال پر حسنِ عمل کا خیال ہوتا ہے۔ انسان اپنی حالت پر اگر بصحت غور کرے تو اپنی خوبیوں کو بہت ہی کم فخر کے قابل پائے۔ لیکن اگر وہ اپنی خوبیوں کا اندازہ دُوسروں کے مقابل میں کرے تو اُسے فخر کے بہت موقع مل جائیں گے اگر خود اُس کی ذاتی خوبیاں فخر کا موقع نہ دیں گی تو دوسروں میں خوبیوں کا نہ ہونا یہ موقع دیگا یعنی اگر اُس کی خوبیاں بجائے خود کثیر و کامل نہ ہوں گی تو دوسروں میں خوبیوں کی قلت یا عدمِ کمال کے مقابل کثیر و کامل معلوم

ہوں گی۔ اِنہیں بُنیادوں پر دانا اور نادان کے خیالات میں زمین وآسمان کا فرق ہے ؛

۱۰- اوّل الذکر یعنی دانا اپنے اوصافِ حمیدہ کے کمالِ ذاتی کا متمنّی ہوتا ہے موخر الذکر نادان دوسروں پر اپنے اوصافِ حمیدہ کے اظہار کو اپنا کمال سمجھتا ہے۔ دانا اپنے عیوب و نقائص کے مقابل اپنی خوبیوں کو قلیل پاتا ہے نادان دوسروں کے معائب کے مقابل میں اپنی خوبیوں کو کثیر تصوّر کرتا ہے۔ دانا کو اپنے جہل کا علم ہوتا ہے اور اِس جہل کو کم کرنا چاہتا ہے۔ نادان اپنے جہل کو علم سمجھتا ہے اور اِس کو بڑھانا چاہتا ہے۔ دانا اپنی خوبیوں کی قلت کے علم سے اپنے نقائص پر منفعل ہوتا ہے۔ نادان اپنے نقائص سے بے خبر رہ کر اپنے محاسن پر فخر کرتا ہے دانا اُن خوبیوں کی تحصیل کی فکر کرتا ہے جو اُس میں نہیں ہوتیں۔ نادان بس اُنہیں خوبیوں کو بہت سمجھتا ہے جو اس میں ہوتی ہیں۔

۱۱- دانا کو اپنے دل کی عزت و وقعت آپ حاصل کرنے کی آرزو ہوتی ہے اور نادان دُوسروں کی نظر میں وقعت پیدا کرنے کی فکر میں رہتا ہے کیونکہ یہ سہل اور وہ مشکل۔ یہ دروغ وہ راستی ہے ؎

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گُم ہے۔ مومن کی یہ پہچان کہ گُم اُس میں ہیں آفاق۔ علامہ اقبال

۱۵۔ وقتِ اجل

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ لَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً وَّلَا يَسۡتَقۡدِمُوۡنَ

جبکہ وقت اجل آجاتا ہے نہ ہی ایک ساعت پیچھے ہوتا ہے نہ ایک ساعت آگے

خواہ کوئی دولت میں قارون۔ تکبر میں فرعون۔ ظلم میں ضحاک۔ شہ زوری میں رستم۔ روئیں تنی میں اسفندیار۔ خوبصورتی میں یوسفؑ۔ صبر میں ایوبؑ۔ درازیٔ عمر میں نوحؑ۔ مصوری میں مانی۔ عشق میں مجنوں۔ عدل و سیاست میں عمرؓ۔ ملک گیری میں سکندر۔ دبدبہ میں جمشید۔ عیاشی میں محمد شاہ۔ اقبال میں اکبر۔ فصاحت میں سحبانِ وائل۔ انصاف میں نوشیرواں۔ حکمت میں لقمان۔ دانش میں ارسطو۔ سخاوت میں حاتم۔ طوالتِ قامت میں عوج بن عنق۔ موسیقی میں تان سین۔ شاعری میں علامہ اقبالؒ۔ مردانگی میں محمدؐ فاتح۔ گریہ میں یعقوبؑ۔ رضاجوئی میں ابراہیمؑ۔ غزا میں محمود۔ جہالت میں ابوجہل۔ حیاداری میں عثمانؓ۔ ذہانت میں فیضی۔ شقاوت میں یزید۔ تصوف میں بایزیدؒ۔ حکومت میں سلیمانؑ۔ نازک دماغی میں تاناشاہ۔ شجاعت میں علیؓ۔ خونریزی میں چنگیز۔ فلسفۂ اسلام میں امام غزالیؒ۔ رفاہِ عام میں شیر شاہ سوری۔ محسن کشی میں روہیلہ۔ فقہ میں امام اعظمؒ

قادر اندازی میں بہرام گور۔ کسبِ حلال میں سلطان ناصرالدین۔ عیّاری میں عمرو۔ صدق میں ابوبکرؓ۔ خوش الحانی میں داؤدؑ۔ کثیر الازدواجی میں واجد علی شاہ۔ جہاد میں سُلطان صلاح الدین۔ سیاحت میں ابن بطوطہ۔ پختگیٔ ارادہ میں علاؤالدین خلجی۔ مرتبۂ شہادت میں امام حسینؑ۔ سیاست میں محمد علی جناح۔ تدبّر میں سر سکندر۔ اصلاح میں سر سیّد احمد۔ علم و فضل میں علامہ مشرقی۔ تجارت میں شیخ عنایت اللہ اور کُتب بینی میں بدر جالندھری ہی کیوں نہ ہو لیکن موت سے کسی کو رُستگاری نہیں۔

۱۶۔ صِلہ رحمی

امین اور مامون دونوں ہارون رشید کے بیٹے تھے۔ امین زبیدہ کے بطن سے تھا اور مامون ایک لونڈی کے بطن سے جس کا نام مراجل تھا۔ ہارون رشید کی وفات پر امین تخت پر بیٹھا جو بڑا عیش پسند تھا۔ پھر اُس نے اپنے دودھ پیتے بچے کو اپنا ولیعہد بنانا چاہا۔ حالانکہ بموجب تحریر ہارون رشید اسکا ولیعہد مامون تھا اس پر دونو بھائیوں میں سخت لڑائی ہوئی جس میں امین مقتول ہوا اور مامون تخت خلافت پر بیٹھا تو زبیدہ والدہ امینِ مقتول نے مامون کے نام یہ خط لکھا:۔

خط

اے امیر المومنین ہر ایک قصور اگرچہ وہ بڑا ہی ہو تیری بخشش کے سامنے چھوٹا ہے اور ہر ایک لغزش خواہ وہ کتنی ہی بڑی ہو تیری درگذر کے مقابلہ میں بالکل حقیر ہے اور یہ ایسی باتیں ہیں جن کا خدا نے تجھے خوگر بنایا ہے پس خدا تیری مدتِ عمر دراز کرے اور تیری نعمت عام کرے اور بھلائی کو تیرے ذریعہ ہمیشہ رکھے اور برائی کو تجھ سے دور کرے۔ یہ اس غمگین کا رقعہ ہے جو زندگی میں تو مصائبِ زمانہ کو دور کرنے کے لئے تیری امیدوار ہے اور مرنے کے بعد تجھ سے اچھے ذکر کی امید رکھتی ہے پس اگر تم میری ضعیفی عاجزی اور قلتِ حیلہ پر رحم کرنا مناسب سمجھتے ہو اور اس بات کو اچھا خیال کرتے ہو کہ مجھ سے صلہ رحمی کرو اور برضا و رغبت اس چیز میں ثواب کی امید رکھو کہ جس کے لئے خدا نے تمہیں بنایا ہے تو کرو اور اس شخص کو یاد کرو جو اگر زندہ ہوتا تو تجھ سے میری شفاعت کرتا۔

جب مامون اس رقعہ پر مطلع ہوا تو اپنے سوتیلے بھائی امین پر رویا اور اپنی سوتیلی والدہ زبیدہ کے لئے نہایت نرم ہوا اور اس کی طرف یہ خط لکھا:۔

جواب

اے والدہ خدا تیری نگہبانی کا متولی ہو تیرا رقعہ ملا اور میں اس پر

مطلع ہوا خدا شاہد ہے کہ وہ تمام باتیں جو تُو نے اس میں لکھی ہیں مجھے بھی بُری معلوم ہوتی ہیں مگر کیا کروں تقدیریں نافذ ہوتی ہیں اور امور تصرف کرتے رہتے ہیں اور احکام جاری ہوتے ہیں اور تمام خلقت اُن کے قبضہ میں ہے اور اُن کے دفع کرنے پر قادر نہیں سب دنیا پراگندہ ہونے والی ہے اور ہر زندہ موت کی طرف جانے والا ہے۔ غدر و بغاوت انسان کی موت کا باعث ہیں اور شُکر کا فائدہ شاکر کی طرف لوٹتا ہے۔ میں نے ان تمام چیزوں کے واپس کرنے کا حکم دے دیا ہے جو تجھ سے لی گئی تھیں اور اب تو سوائے مرنے والے یعنی امین کی ذات کے اور کسی چیز کو کم نہیں پائے گی۔ یعنی اب امین تو ہاتھ نہیں آسکتا مگر باقی تمام اشیا جو اس وقت تیرے پاس تھیں ویسی ہی مہیا ہو جائیں گی اور بعد ازیں تیرے لئے ان چیزوں سے بھی زیادہ کا ذمہ دار ہوں جو تو پسند کرے گی

۱۷۔ خُلق و رِفق

خاکساری کا جہاں میں سب سے عالی رُتبہ ہے
یہ زمیں وہ ہے کہ جس پر آسماں ہوتا نہیں

۱۔ خُلق سے مُراد خوش خوئی اور رِفق سے مراد نرمی اور دلجوئی ہے

ایک حاصل ہوتی ہے. نرمی سے اور ایک حاصل ہوتی ہے تواضع و انکساری سے خلق عمدہ ترین نعمت اور زیباترین خصلت ہے۔

جب حق سبحانہ تعالےٰ نے ایمان کو پیدا کیا تو ایمان نے عرض کیا اے خداوند مجھ کو قوی بنا۔ خداوند قدوس نے اسکو نیک خوئی اور سخاوت سے قوت بخشی اور جب کفر کو پیدا کیا تو اس نے بھی کہا کہ خدایا مجھے قوی بنا۔ خداوند تعالیٰ نے اس کو تندخوئی اور بخل سے قوت بخشی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بخیل اور بدخو بہشت میں نہ جائیں گے۔

من ندانم در جہان جستجو
ہیچ اہلیت بہ از خلق نکو

۲۔ سخت کلامی باعثِ افتراق اور نرمی و ملائمت موجبِ اتحاد و اتفاق ہے۔ اردشیر بابک نے جس کا تختِ سلطنت زیور حکمت سے آراستہ و پیراستہ تھا اپنے بیٹے کو دیکھا کہ نہایت زرق دبرق اور قیمتی لباس پہنے ہے کہا کہ اے فرزند بادشاہوں کو ایسی پوشاک پہننی چاہیئے جو کسی خزانہ میں موجود نہ ہو اور مثل اس کے کوئی اور نہ پہن سکے نہ مثل تیرے کہ ایسا ہر شخص پہن سکتا ہے۔ بیٹے نے دریافت کیا کہ وہ لباس کس چیز سے تیار ہوتا ہے۔ بادشاہ

نے کہا کہ نیک خوئی اور نکوکاری کے تار اور تحمل و سازگاری کے پود سے ۔

۴۲۔ ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام چلے جاتے تھے کہ ایک احمق آپ سے ملا۔ اس نے آپ سے کوئی بات دریافت کی۔ آپ نے اس کا جواب دیا۔ احمق نے حضرت کے جواب کو تسلیم نہیں کیا بلکہ آپ سے جھگڑا شروع کیا لیکن جس قدر وہ حضرت کی برائی کرتا جاتا تھا آپ اس کی تعریف کرتے جاتے تھے وہ جس قدر لڑنے پر آمادہ ہوتا جاتا تھا حضرت اس سے رعایت و مروت کرتے جاتے تھے۔ اس اثناء میں حضرت کا ایک دوست آگیا۔ اس نے کہا حضرت یہ آپ سے کیوں آمادۂ فساد ہے حالانکہ وہ غصہ ہوتا ہے اور آپ مہربانی فرماتے ہیں وہ سختی کرتا ہے اور آپ نرمی برتتے ہیں حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ اے عزیز کل اناءٍ یترشح مافیہ یعنی از کوزہ ہماں تراود کہ در وست۔ اس سے وہ بات پیدا ہوتی ہے مجھ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے میں اس وجہ سے غصہ نہیں ہوتا کہ وہ مجھ سے مؤدب ہوتا ہے لیکن میں اسکی بات سے جاہل نہیں ہوتا وہ میری عادت و خلق سے غافل بنتا ہے ۔

۴۳۔ فریدون سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے ملازمین کی نگہداشت کس چیز

سے کرتے ہیں جواب دیا نرمی اور بُردباری سے۔ پُوچھا گیا کہ مُشکلات کو کس چیز سے حل کرتے ہیں فرمایا میل اور مہربانی سے۔

قطعہ
مہمے کہ بسیار مشکل بود
برفق و مدارا توان ساختن
تواں ساخت کارے بنرمی چناں
کہ نتواں بہ تیغ و سناں ساختن

۵۔ ایک بادشاہ نے جو صفتِ رفق و مہربانی سے متصف تھا اپنے باورچی کو حکم دیا کہ میرے واسطے فلاں قسم کا کھانا تیار کرنا اور نہایت تکلف سے تیار کرنا۔ باورچی نے بادشاہ کی فرمائش کے مطابق کھانا تیار کر کے دُوسرے کھانوں کے ساتھ بادشاہ کے رُوبرو پیش کیا۔ بادشاہ نے جب اپنے فرمائشی کھانے کی طرف نظر کی تو اُس میں ایک مکھی پڑی ہوئی دیکھی اس کو نکال کر پھینک دیا جب لقمہ اُٹھایا اس میں بھی ایک مکھی نظر آئی۔ اُس لقمہ کو چھوڑ کر دُوسرا لقمہ اُٹھایا اس میں بھی ایک مکھی ملی تو اُس نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور دوسرے کھانوں کو تناول کر کے دستر خوان اُٹھوا دیا۔ بعدازاں باورچی کو طلب کیا اور فرمایا کہ کھانا تو بہت ہی لذیذ تھا۔ کل پھر ایسا ہی پکانا۔ مگر اس میں مکھی زیادہ نہ ہو۔ حاضرین نے جو یہ حالت دیکھی تو سخت

متعجب ہوئے کہ بادشاہ نے بجائے سزا دینے کے نادم کرنے پر اکتفا کی

؎ چو در مقابلۂ جرم لطف بیند کس
شود خجل زدہ وایں خجالت او را بس

مطلب یہ کہ جب جرم کے مقابلہ میں کوئی کرم دیکھتا ہے تو وہ شرمندہ ہو جاتا ہے اور یہ شرمندگی اس کے لئے کافی ہے۔

دندان ترا دادہ اند آسیائے
ملائم کنی تا کہ گفتار خود را

۶۔ حکما کہتے ہیں کہ دس چیزیں خوش خلقی کی علامت ہیں اول لوگوں کے اچھے کام کی مخالفت نہ کرنی۔ دوم عدل کرنا۔ سوم کسی کی عیب جوئی نہ کرنا۔ چہارم جب کوئی مذمت کرے تو اس کی نیک تاویل کرنی۔ پنجم گنہگار کی معذرت پر اس کو معاف کر دینا ششم محتاجوں کی حاجت روائی کرنا۔ ہفتم اپنے عیب پر نظر رکھنی ہشتم لوگوں کا غم کھانا۔ نہم لوگوں کے ساتھ تازہ روئی سے پیش آنا دہم اچھی باتیں کرنا۔ ؎

خوش است عالم آزادگی و خوشخوئی
بدیں مقام در آ گر بہشت می جوئی

۱۸ نیکیوں کا سفر

کئی نیکیاں علامہ خیر الدین مجتہد کے پاس رہتی رہتی بیزار ہو کر تفریح کو نکلیں انہیں یہ معلوم تھا کہ دُنیا ان کا استقبال کرنے کو تیار نہیں ہے مگر وہ جامع مسجد سے نکلیں اور کشتی میں بیٹھ کر لشکر کی طرف روانہ ہوئیں قریب تھا کہ کشتی کنارے سے چھوٹتی۔ ایک غیب خستہ حال عورت چھوٹا بچہ لئے بھیک مانگنے سامنے کھڑی ہو گئی خیرات کا دِل پسیج گیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک روپیہ دینا چاہتی تھی کہ انصاف نے اپنے ہم سفروں کی تعداد اور اسباب دیکھ کر خیرات سے کہا:۔

"بہن یہ کیا کر رہی ہو؟ کیا تم نے سیاسی معاشیات نہیں دیکھی؟ کیا تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ بلا امتیاز خیرات کرنا کاہل بنانے کے مترادف ہے ... جو تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔ بہن! تم ایک نیکی ہو اور مجھے تو تم سے حیا آتی ہے!" ——— پھر اس نے بھکارن کی طرف متوجہ ہو کر کہا ——— "لو، یہ ایک ٹکٹ ہے اس سے تمہیں خیرات خانے میں شوربا ملے گا۔ بشرطیکہ خیرات خانے کا مہتمم تمہیں مستحق سمجھے۔"

خیرات نے آنکھ بچا کر ٹکٹ اور روپیہ بھکارن کو دے دیا۔
کفایت شعاری اور سخاوت نے خیرات کی بخشش دیکھی اور
کفایت شعاری ابرو پر بل ڈال کر کہنے لگی ـــــــ "یہ کیا اسراف
ہے؟ روپیہ کا روپیہ اور ٹکٹ بھی! اسے تو کوئی ایک چیز کافی تھی؟"
ـــــــ توبہ! توبہ!" سخاوت نے کہا "میں تو اپنے آپ شرما رہی
ہوں۔ بہن! اس غریب بھکارن کو تو خیرات سے ایک اشرفی اور
انصاف سے بارہ ٹکٹ ملنا چاہیے تھا"۔

یوں ہی دس منٹ تک ان چار نیکیوں میں چپقلش رہی اور یہ
تو تو میں میں منزل کے پہنچنے تک رہتی اگر ہمت بیچ بچاؤ نہ کرتا۔
نیکیوں نے جب ٹھنڈے دل سے غور کیا تو خود بخود نادم ہو گئیں اور
سب سے پہلے سخاوت نے معافی چاہی اب وہ خوش خوش سفر کرنے
لگیں۔

آسمان پر گھٹائیں چھانے لگیں ہوا بھی تیز چلنے لگی۔ ایسی تبدیلی کی
صحیح پیشینگوئی یہ تھی کہ ترشح قریب ہے، دانائی (جس کے سر پہ نئی ٹوپی
تھی) نے یہ تحریک کی کہ کشتی سے اتر کر کسی اچھی سی پناہ گاہ میں ٹھہر جائیں۔
ہمت کہنے لگا "اگر برسات ہوتی ہے تو ہونے دو خوف کی کیا بات
ہے ـــــــ" چونکہ پارٹی میں اکثر نیکیاں صنفِ نازک سے تھیں

اس لئے اُن کی نزاکت کی خاطر دانائی کی تحریک منظور ہو گئی ٭
نیکیوں کی کشتی کنارے کے قریب پہنچی تھی کہ دوسری کشتی نہایت ناشائستگی سے ٹکرا گئی اور خیرات پانی میں گر گئی۔ ان لوگوں نے اس پارٹی کے ہر فرد کو دیکھا کسی کا لباس عمدہ نہیں تھا۔ پھر تو وہ قہقہہ مار کر ہنسنے لگے اور خیرات پر پھبتیاں بھی کہنے لگے۔ خیرات کو پہلے تو اُن کی ناشائستگی بُری معلوم ہوئی۔ پھر اُن کی ہنسی اور اپنی بگڑی ہوئی حالت پر غصہ آ گیا لیکن جب اُسکی وہ ٹوکری جس میں بہت سی میٹھی روٹیاں غریب بچّوں کے لئے لے جا رہی تھی مچھلیوں میں تقسیم ہو گئی تو غصہ میں آگ بگولہ ہو گئی ٭

ہمّت نیلا پیلا ہو کر مونچھوں پر تاؤ دینے لگا اور ان ناشائستہ لوگوں پر حملہ کر بیٹھتا اگر حلم بیچ میں نہ پڑتی۔ یہ سب کچھ بھی حیرت کی بات تو یہ تھی کہ خود حلم نے اُن کی کشتی میں جا کر معافی چاہی اور اپنے دونوں رخسار پیش کر دیئے۔ ناشائستہ کشتی پر سوار منفعل و پشیمان ہو گئے۔ جھگڑا رفع دفع ہو گیا مگر ہمّت حلم کو خوب ستانے لگا ٭

آپس کی حجت نے پارٹی کو افسردہ کر دیا۔ جب ترشح ختم ہو گئی تو یہ شہر دیکھنے نکلیں۔ بڑے بڑے مکانات، خوبصورت عمارتیں، سجے سجائے دروازے اور کھڑکیاں دیکھ کر کفایت شعاری اپنے آپ کڑھنے لگی کہ

"یہ کیا فضول خرچی ہے۔ بااس قسم کی تفریح سے تو طبیعت اُوبتی ہے اور اعتدال نے کفایت شعاری کی طرفداری کرتے ہوئے یوں ہی اُوپری دل سے نفرت ظاہر کی

اب وہ منزل مقصود پر پہنچیں کھانے کا وقت تھا اعتدال کو دستر خوان پر مقرر کیا گیا۔ اس اثنا میں مہمان نوازی باغ میں چہل قدمی کر رہی تھی۔ اس سے کچھ غیر لوگوں سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے ان تمام لوگوں کو مدعو کر لیا۔

اس وقت کفایت شعاری اور دانائی کی صورتیں قابلِ دید تھیں۔ اپنے میں آپ پیچ و تاب کھا رہی تھیں۔ منہ ہی منہ میں بڑبڑا رہی تھیں... ضیافت قریب الختم تھی۔ مہمانوں کے لیے شراب منگوائی گئی۔ دور چلنے لگے۔ دیکھتے دیکھتے گلابی شراب صراحیوں سے خالی ہو گئی اس صحبت میں اعتدال کی شخصیت زائل ہو گئی حیا سب سے الگ تھلگ بیٹھی ایک دوسرے کے مذاق پر جھینپ رہی تھی۔ ہمّت سنبھل سنبھل کر قدم رکھتا ہوا حیا کے قریب آ کر کہنے لگا۔

—— "بہن! کیا شرمائے بیٹھی ہو۔ اٹھو کچھ تم بھی ہنسو بولو"۔

سب مل کر اٹھیں اور ہوا خوری کے لیے دریا کی طرف گئیں۔

ہر ایک ذرا آپے سے باہر تھی مگر کفایت شعاری اور سخاوت

کے درمیان ڈنر کے بل پر خوب لڑائی ہوتی رہی
اب کون ان کی بحث کو تفصیلاً لکھے۔ مگر اتنا ضرور بتاتے ہیں کہ نیکیوں سے دو ایک قابلِ عفو بُرائیاں ہو گئیں چونکہ عیب پوشی بھی ہمراہ تھی اسلئے ان بُرائیوں کو لکھنے کی اجازت نہیں جب نیکیوں نے محسوس کیا کہ وہ اپنے ضبط نہیں کر سکتی تو صلح جو کے حوالے کر دیئے

واقعہ یہ ہے کہ بعض اوقات نیکیاں بھی بیوقوفوں کی طرح آپس میں جھگڑتی ہیں اور تھوڑا بہت وقت رنج و غم میں کاٹتی ہیں۔ یہ صرف باہمی نامناسبت ہے لیکن اصلی بات یہ ہے کہ بہت سی نیکیاں ایک ہی جگہ جمع ہو گئی تھیں اگر دو چار ہوتیں تو ہرگز ایک دوسرے کی تردید مخالفت نہ کرتیں۔

عرصہ تک خاموشی چھائی رہی بالآخر دانائی نے کہا۔
بہنو! بھائیو! کچھ میری بھی سُنو۔ میں یہ سمجھتی ہوں۔ کہ جب تک ہم سب اکھٹے رہیں گے یونہی دانتا کلکل رہے گی۔ ہمیں چاہیئے کہ کچھ دن دُنیا داروں سے مِل کر ان کی صحبت کا رنگ دیکھیں۔ تم تمام کو یہ معلوم ہے کہ ہم کس قدر غیر مانوس ہیں۔ ہمارا نام کبھی کبھی کسی مضمون میں دکھائی دیتا

ہے یا مسجد کے ممبروں پر لیا جاتا ہے خیرات ہی کی مثال لے لو۔
گلی کوچے بازار میں اس غریب کا نام سُنائی دیتا ہے یا کسی چندہ کے سلسلہ
میں نظر آتا ہے۔ ہم تو وحشی حیوانوں کی طرح سمجھی جاتی ہیں میری یہ تحریک ہے
کہ ہم سب کو جُدا ہو کر کسی انسان کے پاس رہنا چاہیئے اور بعد ایک سال
اسی باغ میں جمع ہو کر اپنی اپنی داستان کہنا چاہیئے"۔

تقریر ختم ہو گئی اور تحریک بھی منظور ہو گئی۔ تمام نیکیوں کی بن آئی
کہ ہر ایک کو تنہا سفر مل رہا ہے۔ جاتے جاتے کفایت شعاری نے
سخاوت کو آنکھ مار کر دیکھا گویا اس کے نزدیک سخاوت نیکی ہی نہیں ہے
اور حلم نے ہمت کو اس بُری طرح سے دیکھا گویا وہ ایک قدیم صنم کدہ
کا بدہیئت بُت پرست ہے۔

سب سے پہلے سخاوت نکلی اور اس کے بعد انصاف چونکہ
کوئی پھٹے پرانے کپڑے پہنے یا رونی صورت والا دکھائی نہیں دیا۔ اسلئے
خیرات سب کے پیچھے نکلی ہمت ایک چلتی گاڑی کو ٹھہرا کر بیٹھ گیا۔
کفایت شعاری وہیں گھوم رہی تھی کہ کوئی ارزاں مصرف کی سرائے
مل جائے، اور حیا شہر کے کونے جھانکتی پھر رہی تھی کیونکہ شہر کی تقریباً
پوری آبادی اس غریب سے بالکل ناواقف تھی دانائی اگرچہ محرک تھی
لیکن سب کے آخر روانہ ہوئی کیونکہ رات ہو گئی تھی اور رات کو سفر کرنا

اس کی فطرت کے خلاف تھا۔

پورے بارہ ۱۲ مہینے گذر چکے اور حسب وعدہ مقررہ مقام پر ساری نیکیاں جمع ہو گئیں دانائی نے سخاوت سے کہا۔ بہن! تم سب کے پہلے نکلی تھیں تم ہی شروع کرو ——— سناؤ بھی کہ کیا کیا ہوا کیسے گذری؟

۱۹۔ سخاوت کا افسانہ

میں ایک شہر میں گھوم رہی تھی۔ اتفاقاً میری نظر ایک مکان پر پڑی جس کی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں میں جھانک کر دیکھنے لگی کہ ایک خوش وضع نوجوان فوجی لباس میں کرسی پر بیٹھا تھا اور اس کے پہلو میں ایک اچھی سی صورت ہنس بول رہی تھی۔ وہ نوجوان لفٹننٹ تھا اور یہ اس کی بیوی تھی لفٹننٹ کو ماہانہ چار سو ۴۰۰ روپیہ علاوہ الاؤنس کے ملتے تھے مجھے اس کی حیثیت کے مقابل اس کی کمائی بہت تھوڑی معلوم ہوئی۔ پھر اس کی طرز زندگی بالکل غریبوں کی سی تھی مجھے بڑا ترس آیا۔ میں فوراً زہرہ بانو (لفٹننٹ کی بیوی) کے دل میں بیٹھ گئی ———

ایک دن زہرہ بانو ناشتہ کے قبل میز پر اپنے شوہر کا انتظار کر رہی تھی کیونکہ لفٹننٹ ابھی ٹائلیٹ سے فارغ نہیں ہوا تھا۔ زہرہ بانو ٹہلتی ٹہلتی کھڑکی میں کھڑی تفریح کر رہی تھی۔ اچانک ایک غریب عورت بال نوچتی کپڑے پھاڑتی۔ دھاڑیں مار کر روتی ہوئی کچھ امداد کے لئے مکان پر پہنچی پوچھنے سے معلوم ہوا کہ اس کے شوہر کو پولیس گرفتار کر کے تھانے لے گئی ہے اور وہ اس قدر غریب تھی کہ اسی دن اس کے سات بچے ایک روٹی پر آپس میں لڑ چکے تھے۔ میں نے بانو کو تحریک کی اور اس نے بلا تامل پانچ روپیہ کا نوٹ دے دیا۔ اتنے میں اس کا شوہر آ گیا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا "بانو! میں نے کل تمہارے پاس پندرہ روپے رکھائے تھے۔ لے آؤ تاکہ ایک دکاندار کا بل ادا کر دوں" بانو کا چہرہ اتر گیا وہ کہنے لگی "میرے پاس دس روپے ہیں ابھی ابھی میں نے ایک بیکس عورت کو خیرات دے دی" لفٹننٹ نے تعجب سے کہا "پانچ روپیہ خیرات! یہ کیا ستم ظریفی ہے، مجھے کوئی تین ہفتے تک کہیں سے ایک پائی کی امید نہیں تم نے غضب ہی کر دیا۔ ہر وہ شخص جو تمہارے سامنے ہاتھ پھیلا کر پانچ روپیہ اینٹھ لیا کرے تو مجھ جیسا لفٹننٹ تمہاری دریا دلی کے لئے بالکل نااہل ہے . . ." وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا مگر بانو کی رونی آواز نے اسے خاموش کر دیا۔ لفٹننٹ اپنا غصہ بھول

گیا اور اپنی بیوی کو سمجھانے منانے لگا۔۔۔۔ اسی طرح کئی جھگڑے پیدا ہوئے اور ختم ہو گئے۔ گھر کا سامان ہر آج میں جانے لگا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ تن پر صرف ایک جوڑا باقی رہ گیا۔ لفٹنٹ اپنی اور گھر کی حالت دیکھ کر دیوانہ سا ہو گیا۔ اپنی بیوی کو گالیاں دیتے دیتے مجھے بھی بُرا بھلا کہنے لگا۔ اس نے میرا نام ہی بدل دیا اور تباہ کن "فضول خرچی" کہنے لگا۔ بس میرا دل کھٹا ہو گیا۔ خواہ میں کتنی ہی قابل کیوں نہ ہوں مگر لفٹنٹ کی بیوی کی دوست یا شیر نہیں ہو سکتی!

سخاوت کا افسانہ ختم ہو گیا ۔۔۔۔۔۔ سب نیکیوں نے تاسف کیا اور بڑی دیر تک اُسے تسلی دی ؛

۲۰۔ حلم کا افسانہ

پہلے تو مجھے کوئی شہر پسند نہیں آیا۔ میرے سامنے الہ آباد۔ دہلی۔ احمد آباد۔ بمبئی وغیرہ سب تھے مگر میں سیدھے لاہور پہنچی اور مختلف لوگوں کو اپنی مختلف عرفیت بتلائی۔ کہیں میں نے عاجزی، انکساری، فروتنی کہا تو کہیں حلم، تحمل، ضبط وغیرہ۔ میں لاہور اس وجہ سے گئی کہ دیکھوں گورنمنٹ کی ضروریات سے زیادہ فاتحانہ اقبال ہندی نااہل رعایا

کے حق میں شطرنج کی بازی کیوں ہو رہی ہے ۔ میں غور کر رہی تھی کہ یہ پے در پے باتیں رعایا پر کیوں ہو رہی ہیں ایک دن میں نے خود دیکھا کہ جب کبھی گورنمنٹ کو مات ہونے لگتی ہے تو وہ رعایا کی بساط ہی اُلٹ دیتی اور ہنستے ہنستے یہ کہہ دیتی "چلو جانے بھی دو ۔ دوسری بازی بچھاؤ" رعایا غرض کرتی سخت سست کہتی ــــ ہتھیار چلانے پر آمادہ ہو جاتی ۔ چوری چھپے بم بھی مار دیتی اور ڈاکے بھی ڈالتی غرض ایک طوفان بے تمیزی مچا دیتی ۔ مجھے سخت ناگوار گذرا ۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ ــــ گورنمنٹ کے دل لگی مذاق کو ٹھنڈے دل سے سہنا چاہیئے ــــ میں کسی خاص کے یہاں نہیں ٹھہری بلکہ ہر جوشیلے دل میں جاتی حلم و تحمل کی تعلیم سے ان دلوں کو نرم بناتی ۔ جب میں دیکھ چکی کہ پوری قوم سر کٹانے ۔ سولی چڑھنے ۔ جیل میں چکی پیسنے کے لیئے مستعد و تیار ہے ، علیحدہ ہو گئی ٭

۲۱ ۔ ہمت کا افسانہ

میں گاڑی میں جا رہا تھا ۔ ایک وظیفہ یاب تعلقدار کے بیٹے کو

دیکھ کر کود پڑا۔ اور اس کے ساتھ مکان پر پہنچا۔ تھوڑی دیر کے بعد تعلقدار نے اپنے بیٹے کو بلا کر کچھ کہا تو بیٹے نے اس انداز سے گفتگو کی کہ وہی باپ معلوم ہونے لگا۔ دونوں میں دیر تک حیص بیص رہی باپ نے بیٹے کو عاق کر دیا تو بیٹے نے بھی باپ کو عاق کر دیا۔ مجھے اس غلاظت سے نفرت ہوگئی۔ ہمسایہ کا لڑکا مدرسہ جا رہا تھا۔ میں اس کے ساتھ ہو گیا۔ لڑکا دیر سے پہنچا تو استاد نے ایک چھڑی ماردی لڑکے نے وہی چھڑی چھین لی۔ استاد کو ٹکا دی۔ مجھے اس قسم کی نافرمانی ناگوار معلوم ہوئی۔

راستہ پر ایک گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی میں ایک جنرل اپنی بیوی کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ سردی بے حد تھی میں جنرل کی بیوی کے سینے میں گھس گیا میرے داخل ہوتے ہی یا تو وہ خاموش بیٹھی تھی یا ہاتھ نچا نچا کر، گردن کی رگیں پھلا کر زور زور سے باتیں کرنا شروع کر دیں۔ جنرل اس اچانک انقلاب سے کچھ چونکا ہو گیا اور کچھ خائف بھی مگر مردانگی اور "حق شوہریت" کی بنا پر ڈرایا، رعب ڈالا۔ اور آخر میں گاڑی سے اتر جانے کی دھمکی بھی دی بس غضب ہو گیا۔ اسکی بیوی نے شوہر کا گلا داب دیا اور کالر پکڑ کر باہر دھکیل دیا۔ جنرل کپڑوں کی گردن صاف کرتے ہوئے گاڑی کے پیچھے دوڑتا آیا

اس کی بیوی گاڑی سے کود پڑی اور اس زور سے اس نے شوہر کو دے مارا
کہ غریب الٹی سیدھی سانسیں لیتا راستہ کے بازو بیٹھ گیا۔

جب یہ گھر پہنچے تو شوہر اور بیوی کے تعلقات بد سے بدتر
ہو گئے۔ جب کبھی جنرل کے پاس کوئی فوجی حکم لے کر آتا تو اپنے شوہر سے
کہتی کہ اس کو پوری رجمنٹ کے سامنے سزا دی جائے۔ مگر جب جنرل
انکار کرتا یا ٹال دیتا تو یہ خود بید کی چھڑی سے اس کی ایسی خبر لیتی کہ
غریب کو کامل دو دو ماہ کی بیماری کے بہانہ رخصت لینی پڑتی۔ اس طرح
کوئی چھ مہینے گذرے اور جنرل دق سے مر گیا۔

جنرل کی وفات کے بعد اس کی بیوی اس قدر خطرناک آفت کا
پرکالہ بن گئی کہ خدا کی پناہ۔ کئی لوگوں نے زہر دینے کی سازش کی۔
یہ ایک ایسی چیز تھی جس سے میرے بھی ہوش اڑ گئے۔ میں نے اس
سے قطع تعلق کیا اور بغیر بولے بتائے چلا آیا۔

۲۲۔ حیا کا افسانہ

جس طرح لوگ ملازمت کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں
اسی طرح یہی چکر میرے پاؤں میں پیدا ہو گیا۔ کوئی تین مہینے یونہی

گذر گئے لاہور کی ہیرا منڈی، دہلی کا چوڑی بازار، آگرہ میں سیو کا بازار بمبئی میں فارس روڈ، حیدر آباد میں گھانسی بازار اور گول بنگلہ وغیرہ میں مجھ کو بڑی بے مروتی کے ساتھ دھتکارتے تھے مسجد میں گئی وہاں سبھوں نے میرا استقبال کیا لیکن جب مکان پہنچی تو کواڑ بند کر لیے گئے خدا جانے گھر میں کیا کیا ہولی مندر ہوگی۔ پنڈتوں نے سر کھجلا کر ساتھ لے لیا مگر گھر میں قدم دھرتے ہی گوبر کے پانی کا چھڑکاؤ شروع کر دیا اور میں دم بچاتی نکل گئی ۔

رمضان کا مہینہ تھا شہر میں منادی تھی کہ ہوٹل وغیرہ دن میں بند رہیں شراب خانے قبل افطار کھلنے نہ پائیں ——— کیوں بہن! اس کا یہی مطلب ہوا نا کہ افطار کے بعد شراب پی جائے۔ خیر، افطار کو دو ایک گھنٹے باقی تھے راستہ میں ایک سفید پوش جا رہے تھے ان کی داڑھی سے معلوم ہوتا تھا کہ بھلے آدمی ہیں، میں ساتھ ہو گئی سامنے ایک کلال خانہ تھا۔ یہ بزرگ منہ پر رومال ڈالے دائیں بائیں دیکھ بھال کر گھس گئے اور ایک ہی وقت میں بڑی سی صراحی تاڑی کی چڑھا گئے۔ تاڑی کی بدبو سے میرا دماغ چکرانے لگا۔ میں وہاں سے ہٹ گئی اور باہر نکل کر شہر گھومنے لگی۔ عورتوں نے مجھ کو دیکھ کر کہا۔ "ہم نے تو ایسی قدیم فیشن کی عورت اب تک نہیں دیکھی" اور متمدن مردوں نے اپنی بیویوں

کی خادمہ کے پاس میری سفارش کی۔ خادمہ نے مجھے گھور گھور کر دیکھا۔ (جیسا کہ میں اُس کے نزدیک عجیب و غریب قسم کی جانور ہوں) پھر اس نے مجھے باورچی خانے میں بھیج دیا۔ جہاں گوشت اور چربی کی پہاڑی برتن مانجھنے والی نے مجھ سے کہا کہ میں کئی شریف خاندانوں میں زمانہ سے نوکری کرتی چلی آرہی ہوں لیکن کبھی بھی تمہارا نام سننے میں نہیں آیا"۔ ایک خادمہ میرے ساتھ بڑی مروت سے پیش آئی مگر اس نے بھی مجھے چھوڑ دیا جبکہ وہ خدمتگاروں کے اڈے کی طرف چٹک مٹک جانے لگی ۔۔۔۔ اب میں چوٹی والیوں کو چھوڑ کر مونچھوں والوں کے پاس گئی۔ ایک شریف مرد نے خندہ پیشانی سے میرا استقبال کیا ۔۔۔۔ وہ پڑھا لکھا تھا۔ اس میں شرافت اور ایمانداری بھی تھی۔ وہاں میری ایک رقیب تھی ۔۔۔۔ حوصلہ افزائی! ۔۔۔۔ ہم دونوں ایک ہی چیز پر لڑا کرتی تھیں جب کبھی حوصلہ افزائی کوئی رائے دیتی تو میں تردید کر دیتی۔ وہ شریف انسان پر سٹر تھا حوصلہ افزائی اس کو پُر زور بحث کرنے کے لئے ابھارتی تو میں اس کی آواز کو کمزور بنا دیتی۔ اور زبان میں لکنت پیدا کرتی حوصلہ افزائی کتاب شائع کرنے کی تحریک کرتی، تو میں نقادوں سے بچنے کے لئے اشاعت سے روکتی ۔۔۔۔ غرض حوصلہ افزائی نے اپنی شکست تسلیم کر لی اور

علیحدہ ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بیرسٹر نے شہر چھوڑ دیا اور میں اپنی کامیابی پر خوشیاں منانی آ گئی۔ رد راستہ میں کوئی کہہ رہا تھا کہ ــــــ بیرسٹر نے شراب اور دیگر سگریٹ پینا شروع کر دیا ⁂

۲۳۔ انصاف کا افسانہ

میں نے ایک برہمن کے گھر ڈیرہ ڈالا۔ مختلف مذاہب کی عدم مساوات پر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مجھ میں یہ خواہش ہوئی کہ اچھوت اقوام کو اونچی ذات کے ہندو جو ذلیل نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ ان کو اس ذلت سے نکالوں۔ پس میں نے دن رات اُن کی اصلاح کی تدابیر سوچیں اور یہ قانون پیش کیا کہ :-

"سب ہندو آپس میں مساوی ہیں کسی کا کسی پر تفوق نہیں،
فضیلت صرف علم و کمال کی ہے"

اس برہمن نے میری کوششوں، تدبیروں اور قوانین کو حقارت و نفرت سے دیکھا اور مجھ کو بدترین بُرائیوں سے ایک بُرائی سمجھا۔ مجھے غصہ جو آیا تو اُن کی سوسائٹی کی جڑیں اکھیڑ دیں۔ سارے نظامِ تمدن کو منتشر کر دیا مگر اس کا اثر یہ ہوا کہ اچھوت والوں نے مجھ کو مشکوک اور مشتبہ نگاہوں

سے دیکھا ـــــــ ان کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو گئی تھی (کہ)
ذات کا لحاظ کرنا برہمن کے خلاف فطرت ہے۔ کسی نے مجھے مجنوں
کہا اور کسی نے نرالی باتوں کا محرک۔ مگر میری کوششیں جاری تھیں
برہمن کو اپنی زندگی دوبھر ہو گئی۔ ایک دن میرے کہنے پر جب اُس نے
اچھوت ذات کے فرد کو گائے سے زیادہ قابلِ احترام کہا تو وہ کچھ پنڈتوں
کے ہمراہ فرار ہو گیا۔ اور ایک بڑے شوالہ میں گھس کر اپنے کو آگ میں جلا ڈالا
محض اس بات پر کہ اُس نے کفرانہ کلام اپنے منہ سے کہے میں نے
دیکھا کہ بعض شہروں میں انصاف نقصان رساں ہوتا ہے پس میں نے
اس برہمن کا مکان چھوڑ دیا۔

۲۴۔ عیب پوشی کا افسانہ

"میرا گذر محلہ و ـــــــ میں ہوا جس کی نصف سے زیادہ آبادی
ایسے لوگوں کی تھی جو اپنے والدین کا نام تو بتاتے تھے مگر والدین کس
سلسلہ سے تھے نہیں بتا سکتے تھے وہاں کے سن رسیدہ لوگوں کی زیادہ تعداد
کسی کسی نشے یا لت میں مبتلا تھی [illegible] کے نوجوان اپنے سیاہ اعمال نامے
پر فخر کرتے تھے مبتلا کوئی [illegible] دوست بن گیا تھا کہ شنو فر

تو اپنا بھائی، بھانجہ بھتیجا کہتا تھا اور وہ بھی شوفر کے ساتھ اس کی
بیوی کی طرح خدمت بجا لاتا تھا وہاں کے ہر بچے، جوان اور بوڑھے میں
یہی خصوصیت یہ تھی کہ کسی واقعہ کی شہر میں تشہیر کر ڈالا اور رائی کا
کو ابنانا تو اُن کا میراثی فن تھا جب تک وہ کوئی بُرائی نہ لیتے
آرام سے نہیں سو سکتے تھے۔

میں ایک بزرگ کے مکان پر گئی۔ وہاں کئی عورتیں آیا کرتی
تھیں جنہیں وہ مرید کیا کرتے تھے چونکہ میرا افسانہ سننے والیوں میں
حیا بھی ہیں۔ اس لیئے تفصیلاً نہیں کہہ سکتی۔ ہاں یہ ضرور بولوں گی کہ
وہ بزرگ ریاضتِ روحانی کے بجائے ریاضتِ جذبی بہت کرتے
تھے میں نے اس محفل کو دُور ہی سے سلام کیا اور اُلٹے پاؤں پلٹ گئی
راستہ میں ایک سکول تھا، وہاں کے اساتذہ سے ملی۔ میں ایک اُستاد
کے ساتھ جماعت میں گئی۔ ایک لڑکا کرسی پر بیٹھا سگرٹ پی رہا
تھا۔ اُستاد انجان ہو گیا۔ وہاں سے میں پولیس کے ساتھ رات میں نکلی
ایک چور ایک مکان کا قفل توڑ رہا تھا ـــــ صبح کو وہ چور کچھ
سامان کے ساتھ تھانے میں لایا گیا۔ میں انسپکٹر کے پاس بیٹھی تھی۔
انسپکٹر نے اس چور کو چھوڑ دیا ہسپتال کی نرسوں کے
پاس جاؤں مگر مدت قریبہ ـــــ ادھر چلی آئی۔"

۲۵- دانائی کا افسانہ

میں پہلے تو کہیں گئی نہ آئی ـــــــ میری خواہش یہ تھی کہ اگر مجھ سے کسی کو نفع نہ پہنچے تو نقصان نہ پہنچے ۔ اس غرض سے ایک درویش کے ساتھ جھونپڑی میں رہنے لگی ۔ کبھی کبھی میں اسکو یہ کہا کرتی تھی کہ "روٹی جل جائے گی ـــــــ آگ کھینچ لو! ـــــــ رات کے وقت دروازہ کھلا نہ رکھو ـــــــ !

میں نے تمہارے افسانے سنے ۔ کہنا یہ ہے کہ نیکیوں کے لئے بھی حالات و مواقع بے حد ضروری ہیں مثلاً کفایت شعاری، سخاوت سے بدل جاتی ہے یا حلم کے بجائے ہمت ہو تو حالات اور ہی ہو جاتے ہیں ۔ افسوس کہ ٹھیک مقام پر قیام پذیر نہ ہونے سے ہمارے اوصاف تباہ ہو گئے ۔ ہماری نیکیاں صرف نام کی تھیں مگر ہمارے کام بروں کے سے تھے ۔ حالات و مواقع ہماری کوششوں کے موافق اور فطرت کے مطابق ہونا چاہئیں ۔ ہم اپنی شان اور بزرگی کو تلف کر دیں گے جب تک حکمت یا تعقل، ہمیں اس جگہ تک نہ پہنچا دے ـــــــ

جس کے لئے ہم موزوں اور مناسب ہیں"۔

سفر ختم اور مسافروں کے سفر نامے بھی ختم، مگر سفر کی غایت پر مسافروں میں جھگڑا ہی رہا۔ اس کا فیصلہ انہیں پر چھوڑ دیا جائے۔

لیکن سوال یہ ہے ــــــــ ؟

کہ جب ساری نیکیاں علامہ خیر الدین کے پاس چلی گئیں تو علامہ کس قسم کے آدمی ہو گئے تھے ؛

۲۶۔ قلم اور تلوار

فتوٰی ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے

دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر (ڈاکٹر اقبال)

۱۔ دونوں میں سب سے زیادہ طاقتور کون ہے ؛ چونکہ قلم کا حصہ انسانی ترقی اور امن کی طرف زیادہ بڑا ہے۔ اس لئے شک پیدا ہوتا ہے کہ آیا تلوار بھی کسی صورت سے انسانی ترقی میں کام آتی ہے یا نہیں تمام بڑے بڑے فاتح خون بہانے اور مصیبت پھیلانے کے مجرم قرار دیئے گئے ہیں۔ اور ان کی فتوحات سے کوئی

دیرپا نتائج نہیں نکلے۔ اگر لڑائیوں سے کسی قسم کا فائدہ بھی ہوتا تو اُنکی بہت ہی قدر کی جاتی۔ ایک اُردو شاعر کا قول ہے کہ کیا تو نے کبھی کسی تلوار کے میدان کو پھولتے پھلتے دیکھا۔ تلوار نے آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ خرابی پھیلائی ہے اور بُرائیوں کو قائم کیا ہے۔

۲۔ برخلاف اس کے قلم زخموں پر مرہم رکھنے والا ہے وہ دُکھے ہوئے دلوں کو تسلّی دیتا ہے تلوار کے زخموں کے لیئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ قلم نسلِ انسان میں علم رائج کرتا ہے۔ وہ نہایت کارآمد چیز ہے اور راستی اور مذہب کی اشاعت کے لیئے نہایت پاک ہتھیار ہے وہ مختلف قوموں کے آدمیوں کو ایک جگہ منسلک کرتا ہے۔ تلوار ان کو علیحدہ علیحدہ کرتی اور آپس میں رنجش و نفاق پھیلاتی ہے علم منسلک کرتا اور محبت اور ہم خیالی پیدا کرتا ہے۔

۳۔ جب کبھی قلم سے زخم لگتے ہیں تو وہ تلوار سے زیادہ مہلک ہوتے ہیں۔ اس کے زخم نہایت گہرے پڑتے ہیں۔ تلوار جان لے لیتی ہے۔ مگر قلم کی ذلت نسلوں تک جاری رہتی ہے۔ بیقدری و ہجو۔ مؤرخوں کے فتوے اور بڑے بڑے مصنفوں کی نکتہ چینیاں تلوار کے زخموں کے مقابلہ میں جن کو آدمی تھوڑے ہی عرصہ میں فراموش کر دیتا ہے زیادہ پائدار ہوتی ہیں۔ تلوار کی حکومت خوف پر مبنی

ہے اور زیادہ عرصہ تک برقرار نہیں رہ سکتی۔ جبکہ قلم کی حکومت کا امن و رضامندی پر دارومدار ہے۔ قلم دل پر فتح حاصل کر لیتا ہے اور اس کی فتوحات نہایت پائدار ہوتی ہیں۔ ارسطو اور افلاطون کے قلم کی دنیا میں ابھی تک حکمرانی ہے جبکہ سکندر اعظم اور تیمور لنگ کی حکومتوں کو ختم ہوئے زمانہ دراز گذر چکا ہے۔ سائنس کی تحقیقات۔ بہت سی ایجادات۔ فلاسفی اور تاریخ قلم کی معجز نما طاقتوں کو ظاہر کرتی ہیں۔ قلم کے مقابلہ میں تلوار خفت کے دریا میں غرق ہو جاتی ہے

انسان کی ہوس نے جسے رکھا تھا چھپا کر
کھلتے نظر آتے ہیں بتدریج وہ اسرار (علامہ اقبالؒ)

۲۷۔ حُبِّ وطن

حُبِّ وطن از ملکِ سلیمان خوشتر
خارِ وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسفؑ کہ بمصر بادشاہی میکرد
میگفت گدا بودنِ کنعان خوشتر

۱۔ حبِ وطن یعنی وطنی محبت ایک مکمل انسان کی فطرت میں

خالق ازلی کی طرف سے ودیعت کر دی جاتی ہے۔ وطنیت ایک بیش قیمت جوہر ہے۔ انسان کو اگر ہفت اقلیم کی شاہی مل جائے۔ ساری دُنیا اس کے ادنیٰ اشارے پر کٹ مرنے کے لئے تیار رہے۔ مگر پھر بھی وہ پھوس کی جھونپڑی اور ٹوٹے پھوٹے مکان کا وہ تاریک گوشہ جس میں اس نے جنم لیا ہوگا۔ خواہ مخواہ دیکھنا چاہتا ہے یہ ایک ایسا نشہ ہے جو ہر وقت انسان کو بیخود بنائے رہتا ہے۔ ایک انسان چاہے اپنی عمر کا بہترین حصّہ کشمیر جنت نظیر کے مرغزاروں میں گذار دے مگر اپنے صحرائے وطن کی تپتی ہوئی گلیاں اس کے لوحِ دل سے کبھی فراموش نہیں ہوسکتیں۔ اس کی زندہ شہادت اُستاد ذوق کا یہ شعر ہے جو اُنھوں نے حضور نظام دکن کی دعوت کو نامنظور کرتے ہوئے دعوتی مراسلے کے جواب میں لکھ بھیجا تھا۔ ؎

ہے دکن میں آج کل گرچہ بہت قدرِ سخن
کون جائے ذوقؔ پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

۲۔ اے لوگو! مغربی اقوام سے حبِّ وطن کا سبق حاصل کرو۔ اُن کی حبُّ الوطنی شہرۂ آفاق ہے۔ ایک انگریز اپنے لئے کچھ نہیں چاہتا وہ جو کچھ چاہتا ہے سماج اور ملک کے لئے۔ وہ سودیشی اشیاء

کو روزانہ استعمال میں لاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی تجارت اور
صنعت گری انگلستان گیر ہی نہیں بلکہ عالمگیر ہے ؂

۳۔ انگریز بچہ مادرِ وطن کا ایک بہادر سپوت اور ایثار کا پُتلا ہے
تاریخ کہتی ہے کہ ڈاکٹر باٹن نے اپنی ذاتی اغراض کو ٹھکراتے ہوئے
اپنی قوم کے مفاد کو ترجیح دے کر اپنی حقیقی وطنی محبت کا ثبوت
دیا۔ اس لئے ہر ایک بنی نوع انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے
وطن سے محبت کرے اپنے وطن کا بہترین خیر خواہ بنائے اور
اپنے ہم وطنوں کی فلاح اور بہبود میں کوشاں رہ کر ان کی
دینی اور دُنیوی حالت کو سدھارنے کی کوشش کرے ؂

۴۔ انسان اشرف المخلوقات ہے، مگر باوجود شرف کے اکثر وطن فروشی
پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ عالمِ نباتات سے میں نے بہت کچھ سیکھا
اس سے حبّ الوطنی کا جذبہ دِل میں موجزن ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے
ہیں کہ خاص آب و ہوا میں پیدا ہونے والے درخت دُوسری غیر موافق
آب و ہوا میں نشوونما نہیں پا سکتے۔ یا دُوسرے الفاظ میں یُوں کہا
جا سکتا ہے کہ وہ اپنے وطن کی جُدائی کی تاب نہ لا کر گھل گھل
کر جان دے دیتے ہیں ؂

۵۔ وطن پرست کے دل میں ہمیشہ یہی خیالات اُٹھتے رہتے ہیں کہ

کسی نہ کسی طرح وہ اپنے عزیز وطن کو چار دانگ عالم میں آفتاب عالمتاب کی طرح روشن دیکھے۔ اس نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے وہ شب و روز کوشاں رہتا ہے اور ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم اپنے وطن سے محبت کریں اور اُسے کمالِ عروج پر پہنچانے کی کوشش کریں۔

۶۔ شہیدانِ ملک و ملت اکثر یہی خواہش کرتے ہیں کہ اے خدا اگر تناسخ کا مسئلہ صحیح ہے تو ہمیں پھر اپنے ملک میں پیدا کر۔ اور اپنے وطن سے محبت کرنے کا موقع دے اور اسی طرح ہم بار بار پیدا ہوں اور ہر بار اپنے ملک پر قربان ہو جائیں ایسے ہی آدمی بہبودیٔ عوام اور خدمتِ ملک میں جان قربان کر کے ہمیشہ کے لئے اپنا نام چھوڑ جاتے ہیں۔ آئرلینڈ کا غیور فرزند میکا رتھی فرانس کی زندہ جاوید دوشیزہ جون آف آرک۔ جان باز وطن پرست لینن سوئٹزرلینڈ کا محب الوطن ولیم ایل یہ ایسی ہستیاں ہیں جن کی یاد سے ملک و ملت نے نمایاں ترقیاں کیں۔ ان لوگوں کی تقلید کرتے ہوئے ہزاروں شمعِ وطن کے پروانے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور شہیدوں کی پیروی کرتے ہوئے ہنس ہنس کر اپنا سب کچھ یہاں تک کہ اپنا نقد جان نچھاور کر جاتے

ہیں ۔ ؎ کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

وطن پر مٹنے والے رہتی دُنیا تک زندہ رہیں گے ؎
شہیدوں کے مزاروں پر لگیں گے ہر برس میلے
وطن پر مٹنے والوں کا یہی باقی نشاں ہوگا

۲۸۔ عورتوں کی تعلیم

زنِ نیک خوش سیرت و پارسا
کند مردِ درویش را بادشاہ! (سعدیؒ)

۱۔ یہ مردوں کی انتہائی خودغرضی ہے کہ وہ جس شے کو اپنے لئے جوہرِ نفسانی بتاتے ہیں۔ اس کو صنفِ نازک کے حق میں سمِّ قاتل سمجھیں۔ کوئی شے فی نفسہٖ بُری یا بھلی نہیں ہوا کرتی۔ لیکن اس کا استعمال اس کو اچھا یا بُرا بنا دیتا ہے۔ خود زہر بھی اپنے صحیح استعمال سے کہیں مُردہ دِل کو زندہ کر دیتا ہے اور کہیں غلط اِستعمال سے زندہ کو موت کے گھاٹ اُتار دیتا ہے۔ اگر علم بذاتِ خود کوئی بُری چیز ہے اور اس سے بُرے نتائج

ہوتے ہیں۔ تو وہ عورت و مرد دونوں کو یکساں مضرت پہنچائے گا صرف ایک ہی صنف کے لئے نقصان دہ ہونے کی ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے عورت کی ناقص العقلی کا نظریہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ اس مسئلہ کی اہمیت و تقویت کا باعث ہے۔ ورنہ وہ چیز جس کے بغیر خدا کو نہیں پہچان سکتے۔ اور جس کے بغیر انسان شرافتِ ذاتی کا دعویدار نہیں بن سکتا بالکل عبث اور مہمل قرار پائے گی۔ اور تمام دنیا کی مذہبی، اخلاقی اور فلسفیانہ تعلیمات ہذیان ثابت ہوں گی۔ جب مذہبی، اخلاقی اور دنیاوی قوانین لاعلمی کو بریت کا سرٹیفکیٹ ماننے کے لئے تیار نہیں۔ تو ہم نوعِ بشر میں سے کسی متنفس کو بھی مستثنےٰ نہیں کر سکتے۔ یہاں تک کہ نیچر بھی اندھے آدمی کو کنوئیں میں گرائے بغیر نہیں رہنے گی۔

۲۔ جبکہ نوعِ انسانی کے وجود اور بقا کے لئے مرد و عورت لازم و ملزوم ہیں اور نیچر کے محتاج و مستفیض ہونے میں برابر کے شریک ہیں۔ پھر اس مشین کے دو پہلوؤں میں سے ایک کو اشرف اور افضل بنانے کے لئے ہر قسم کی صیقل اور جلا کرنا اور دوسرے کو ادنےٰ اور ارذل سمجھنے کے لئے زنگ آلود چھوڑ دینا جہالت پر مبنی ہے گو بظاہر

یہ مشین چلتی نظر آرہی ہے مگر صاحبانِ علم و عقل اس کا تلخ تجربہ رکھتے ہیں ایسے حیوان لایعلم کی صحبت اُن کے لئے صحبت ناجنس سے کم نہیں۔ یہاں بعض افراد کی مثالیں دے کر صحیح اور غلط تعلیم میں خلط مبحث نہ کر دینا چاہیے ورنہ ایسی ہی مثالیں تعلیم یافتہ مردوں کی بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔

۳۔ کسی حکیم یا مصلح کا قول تعلیم نسواں کی ممانعت میں نہیں ملتا بلکہ مسلمانوں کے پیغمبر اعظم نے اس کی طلب کو ہر مرد پر فرض کر دیا ہے اور کلام الٰہی میں بھی جہاں کہیں علم کی تحصیل کے لئے احکام آئے ہیں ان میں سے عورت مستثنیٰ نہیں کی گئی۔ چنانچہ خود تکلیف شرعی اس کی دلیل ہے۔ آج کل بھی یہ خیال صرف انہی قوم کے چند جاہل افراد کا ہے۔ جو علم و عمل کی جد و جہد میں متمدن اور ترقی یافتہ ممالک سے پیچھے رہ گئے ہیں انہی کی تاریخ بتا رہی ہے کہ اس خیال کی پیدائش کا زمانہ وہی ہے جب ان میں ـــــ تنزل اور ادبار کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ جو قومیں آجکل علم و ہنر میں، دنیا کی دوسری قوموں پر سبقت لے گئی ہیں وہ اس قدر علم کی پیاسی نظر آرہی ہیں کہ انہوں نے اپنی اس سابقہ کمزوری کو رفع کرنے کے لئے اس مسئلہ کو نہایت اہمیت دے رکھی ہے اور

ان کا یہ قول ہے کہ اگر تم ایک لڑکے کو تعلیم دو گے تو صرف ایک فرد کو تعلیم دو گے۔ اور اگر ایک لڑکی کو تعلیم دو گے تو گویا ایک خاندان کو تعلیم دو گے۔

۴۔ ایک انگریزی شاعر نے سچ کہا ہے کہ جو "ہاتھ جھولا جھولاتا ہے دُنیا پر حکومت کرتا ہے"۔ حقیقت میں بچّہ کے لئے سب سے پہلا اور سب سے زیادہ اہم مکتب ماں کی گود ہے اور چونکہ اس وقت اس میں اثر پذیری کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے جو اخلاق و عادات اُس کے صفحۂ دل سے اس وقت نقش ہو جاتے ہیں ان میں سے اکثر تا بہ مرگ اس کے ساتھ رہتے ہیں۔
جس مشفق اُستاد کی گود میں ایک عرصہ تک آٹھ پہر گذارے ہوں جس کے مُنہ سے اُس نے ناطقہ کی ابجد سُنی ہو جس کو ہنستے دیکھا ہو بولتے دیکھا ہو چلتے دیکھا ہو۔ پھرتے دیکھا ہو۔ اگر اس کے رنگ میں رنگا جائے تو تعجب ہے اس بنا پر ایک دن کیتھولک پادری نے کہا تھا۔ "بچّہ کو سات برس تک ہمارے پاس چھوڑ دو پھر عُمر بھر اپنے پاس رکھو۔ یعنی اس عُمر میں جو تعلیم و تربیت بچہ کو ہم دیں گے وہ قیامت تک مٹنے والی نہیں"۔

۵۔ اگر خدمتگاری اور خانساماں گری کے تنہا تخیّل کو چھوڑ کر وسعتِ نظری

کو کام میں لیا جاتا ۔ اور عورت کو وجود بنی نوع کی بقا میں نصف نصف کا شریک سمجھ کر اس کو ہر چیز سے برابر بہرہ اندوز ہونے دیا جاتا تو یقیناً اس کی فہم و فراست کے کارناموں کی تاریخی مثالیں اس تعداد سے جو آدم کی خلقت سے لے کر اب تک باوجود اس کے حقوق کی پامالی کے پیش کی جاتی ہیں کہیں زیادہ ہوتیں ۔ اور نقص عقل کا نظریہ ہی عالم وجود میں نہ آتا لطف یہ ہے کہ تدبیر منزل اور امور خانہ داری میں تعلیم کی اشد ضرورت ہے ، ورنہ علاوہ معمولی فروگذاشتوں کے جو رفتہ رفتہ جمع ہو کر بڑے نقصانات کا باعث ہوتی ہیں ، بدسلیقگی اور پھوڑاپے کے الزامات ، اور دن رات کی نکتہ چینی آپس کی رنجشوں میں اضافہ کر کے زندگی کو بدمزہ اور تلخ بنا دیتے ہیں ۔ اور سخت تعجب یہ ہے کہ اس حیوان بیوقوف اور جاہل ہستی کو جس سے بقول حکیم سعدی کے تیر کی طرح بھاگنا چاہیئے ۔ ایک تعلیم یافتہ انسان شیر و شکر ہو کر کس طرح اس کو شریک رنج و راحت بنا لیتا ہے اور اس کے جنجال کو اپنا مونس و غمخوار سمجھ کر اس سے دوستی اور وفاداری کی امید رکھتا ہے ؛

۴ ۔ قطع نظر بچوں کی تعلیم و پرورش ، خانگی انتظامات اور شوہر کی خدمت کے انسان کو اکثر مشکلات کے وقت مخفیہ صلاح مشورہ

کی ضرورت پڑتی ہے جن کا دوسرے سے اظہار کرنا مصلحت کے منافی ہے۔ نیز عورت کو شوہر پر کسی حادثہ کے پڑجانے سے معاش کی تدبیر کرنی پڑتی ہے۔ ورنہ دوسروں کا دست نگر ہو کر کنبہ، خاندان یا سوسائٹی کا بار بننا پڑتا ہے خصوصاً ایسے ملک میں جہاں قلتِ آمدنی کی وجہ سے ایک شخص کی کمائی کُل کنبہ کا پیٹ نہیں بھر سکتی مگر افسوس ہے۔ کہ یہیں کے کثیر الاولاد اور کثیر المعاش لوگ بھی عورت کے کسبِ معاش کو کسبیوں کے معاش مترادف سمجھتے ہیں اور اس کے مذموم ہونے کی وجہ بیان نہیں کرتے بلکہ صرف مرد کی پست ہمتی اور کم حوصلگی کی آڑ لیتے ہیں۔ اُن کو یہ پتہ نہیں کہ موجودہ زمانے میں تنازع للبقا کے مسئلے نے عورت کو مرد کے دوش بدوش لاکر میدان میں کھڑا کر دیا ہے اور یورپ کے مدبروں کا خیال ہے کہ آئندہ قوموں کی باگ عورتوں کے ہاتھ میں ہوگی جس قوم کی عورتیں علم و فن میں زیادہ ترقی یافتہ ہونگی وہ دُنیا پر حکومت کریں گی۔ انہیں خیالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ٹرکی نے یورپ کی دوسری قوموں سے زیادہ تعلیمِ نسواں کی طرف توجہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

۷۔ کوتاہ بین مسلمان پردہ کو جو علم و فن کے معاملہ میں کوئی اہمیت

نہیں رکھنا۔ ایک مذہبی مسئلہ بنا کر تعلیم نسواں کی مخالفت کرتے ہیں مادر اتنا نہیں سمجھتے کہ اس مسئلہ کو اس مسئلہ سے کوئی سروکار نہیں۔ نہ پردہ تعلیم و تعلم میں حائل ہوتا ہے۔ اور نہ بے پردگی تعلیم میں مانع ہوتی ہے۔ بلکہ پردہ نشین عورت کو بہ نسبت بے پردہ عورت کے جس کے تجربہ اور معلومات میں باہر پھرنے کی وجہ سے نامعلوم اضافہ ہوتا ہے۔ پڑھنے لکھنے کی زیادہ ضرورت ہے خصوصاً امراء کی عورتوں کو جنہیں دن بھر بیٹھے رہنے کے سوا کوئی کام نہیں ہوتا۔

۸۔ اس سے انکار نہیں کہ نیچر نے دونوں گروہوں کو یکساں نہیں بنایا۔ اور نہ دونوں کے فرائض یکساں ہیں مشقت و محنت میں عورت مرد کی برابری شاید نہ کر سکے۔ مگر تعلیم کی دونوں کو یکساں ضرورت ہے۔ تاکہ اپنے فرائض کو بطریق احسن انجام دیں دنیا میں جب ہر شخص اپنے مفید مطلب علوم و فنون اختیار کرتا ہے تو ہم کو بھی چاہیئے کہ اپنی حالت اور حیثیت کے موافق اپنی عورتوں کو خاص خاص مضامین کی تعلیم دیں جس کے اکتساب سے وہ ہماری معین و مددگار ہو سکیں ؛

۹۔ اس مضمون میں دو شبہوں کو رفع کرنا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ بعض لڑکیاں کچھ تھوڑا بہت لکھنا پڑھنا سیکھ لیتی ہیں۔ تو بگڑ جاتی ہیں جس کو نادان لوگ تعلیم کا نتیجہ تصور کر لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ

اُن کے والدین کی غفلت اور ناقص تعلیم کا نتیجہ ہے۔ اگر لڑکوں کی بھی نگرانی نہ کی جائے اور اُن کو گندہ لٹریچر اور عشقیہ ناول پڑھنے کو دلائے جائیں تو بھی بگڑ جائیں گے۔ آخر وہ لڑکے ہی تو ہوتے ہیں جو اُن کے خطوط کا جواب دیتے ہیں۔ مگر اُن کی تعلیم کو کوئی نہیں بند کرتا اور دُوسری غلط فہمی یورپ کے بعض زن و شوہر کے جھگڑوں سے پیدا ہوتی ہے اور نافہم لوگ اس کو تعلیم کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ عورتیں پڑھ لکھ کر حقوق طلب کرنے لگتی ہیں بیشک ہم بھی اس کو تعلیم کا ہی نتیجہ کہتے ہیں۔ اور اسی تعلیم کو رحمتِ الٰہی سمجھتے ہیں جس کو حاصل کر کے ہماری ماں بہنیں اپنے حقوق کی حفاظت کر سکیں اور مردوں کی بے انصافی کا ہاتھ اپنے اوپر دراز نہ ہونے دیں۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ حقوق طلبی ابتدائے آفرینش سے لے کر اس وقت تک کے حقوق کی پامالی کا ردِ عمل ہے جو دبایا نہیں جا سکتا۔ ایک دن اسی حسن کے دیوتا کے سامنے مرد کو ضرور سرِ تسلیم خم کرنا پڑے گا۔

۲۹- اِنتخابِ شوہر

صحت بھی ہو روزی بھی ہو دل کو بھی ہو تسکین
دنیا میں بشر کے لئے نعمت ہے تو یہ ہے (اکبرؔ)

۱- یہ سوال کہ عورت کیسا شوہر پسند کرتی ہے جتنا دلچسپ ہے اتنا ہی دقیق اور اُلجھا ہوا بھی۔ مثل مشہور ہے کہ خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد۔ اس لئے اس سلسلہ میں کوئی کلیہ مقرر کرنا دشوار ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے۔ صانع ازل سے ہر شخص کو علیحدہ مذاق اور رُجحان ودیعت ہوا ہے۔ چنانچہ شوہر کی پسندیدگی میں عورتوں کے رُجحانات میں بھی بعد المشرقین نظر آتا ہے۔ کوئی عورت حسین و خوبرو مرد کو پسند کرتی ہے تو کوئی نازک طبع و نفاست پسند کو۔ کسی کے نزدیک علم و شہرت مرد کی بہترین خصوصیت ہے، تو کسی کی نگاہ میں کم خواندہ مرد بہتر ہوتا ہے! کوئی ظرافت و بذلہ سنجی کی شیدا ہوتی ہے تو کوئی شوہر میں متانت کی متلاشی! مرد کی صرف دو خصوصیتیں ایسی کہی جا سکتی ہیں جنہیں تقریباً ہر عورت پسند کرتی ہے ——

محبت اور تعریف! وہ مرد کی محبت کے مقابلے میں ہر چیز کو ٹھکرا

سکتی ہے اور اپنی تعریف سن کر وہ دو عالم سے بے پروا ہو جاتی ہے لیکن ان دونوں کا اثر بیشتر عارضی ہوتا ہے ۔

۲۔ہندوستانی

ہندوستانی عورت خواہ وہ بدترین بیوی ہو لیکن اس کے بہترین لونڈی ہونے میں قطعاً کلام نہیں وہ ہر اس شوہر سے محبت کرتی ہے جس کے ساتھ اس کے والدین شادی کر دیں۔ اس شوہر پر تو یہ جان دیتی ہے جو اس سے علی الصبح سے نصف شب تک کام لے اور آدھی رات سے صبح تک اپنے پیر دبوائے اور اس کے صلہ میں صبح بیدار ہوتے ہی دو چار ڈنڈے رسید کر دے۔ اگر شوہر امیر ہوا اور اُسے سونے کے بیش قیمت زیور بنوا دے تو اس کی غلامی کے کیا کہنے۔ ہندوستانی عورت خاوند کو خدا سے دوسرے درجے پر سمجھتی ہے ۔

۳۔چینی

چینی عورت مصور اور عیش پسند خاوند کو دل و جان سے چاہتی ہے چینی عورتوں کے دو خاص گروہ کئے جا سکتے ہیں ۔ایک تو ایسی عورتیں جو کاہل جھول اور پلنگ میں اونگھنے والے شوہروں کو پسند کرتی ہیں اور

دوسری وہ جو ملک میں فساد برپا کرنے اور قتل و غارت کرنے والے مردوں کو پسند کرتی ہیں ؛

۴- جاپانی

جاپانی عورت اولوالعزم ہوتی ہے۔ اور وہ بہادر اور تجارت پیشہ مرد کو زیادہ پسند کرتی ہے۔ صناع اور دستکار، تمام چین پر جاپانی پرچم لہراتا دیکھنے کا شائق اور ملک و قوم کے لئے آتش فشاں پہاڑ کے دہانے میں کود جانے والا مرد جاپانی عورت کا محبوب ہوتا ہے ؛

۵- ایرانی

ایرانی عورت عیش پسند اور رہبند لو شوہر کو پسند کرتی ہے۔ اُسے اپنے حسن و جمال سے بڑی محبت ہوتی ہے اور وہ ایسے شوہر کو زیادہ چاہتی ہے جو ہر وقت اُس کے پہلو میں بیٹھ کر اُس کے حُسن کی تعریف کرے یا سرو کے درختوں اور گل و یاسمن کے گوشوں کے پاس اُسے حافظ شیرازی کی غزلیں اور عُمر خیام کی رباعیاں سُنائے۔ اگر شوہر میدانِ جنگ میں جانا چاہے تو وہ اُسے روکنے کی کوشش کرے گی اور وہ چلا ہی جائے تو کسی درگاہ پر جا کر اُس کی بخیر و عافیت واپسی کے لئے دعائیں کرے گی

اور منتیں مانے گی۔ اس لیئے نہیں کہ اُسے شوہر سے زیادہ محبت ہے بلکہ اس لیئے کہ اُسے اُس کے حُسن وجمال کی تعریف میں حافظ وخیام کے شعر سُنانے والا نہیں رہا ۔

۶ - تُرک

تُرک عورت شہسوار اور بہادر مرد کو پسند کرتی ہے۔ ترک عورت کا "مہر" ہی دشمنوں کے سر اور شوہر کی زندگی ہوتا ہے۔ تُرک عورتیں صرف ایسے شوہروں سے محبت کرتی ہیں جو میدانِ کارزار میں کُشتوں کے پُشتے لگا دیں اور غازی بن کر واپس آئیں یا عرصۂ جنگ میں شہید ہو جائیں۔ اگر کوئی عاشق مزاج شوہر بیوی کی محبت میں میدانِ جنگ سے مُنہ موڑ کر گھر واپس آ جائے تو تُرک عورت اُسے گھر میں داخل نہ ہونے دے گی ۔

۷ - رُوسی

رُوسی عورت ایسے شوہر کو چاہتی ہے جو ممالک غیر میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو، کمیونسٹ دور کی رُوسی عورت اہلِ یورپ سے نفرت رکھنے والے شوہر کو پسند کرتی ہے۔ رُوس کی دیہاتی عورتیں

عموماً گنوار ہوتی ہیں رقص و سرود اور سینما یا تھیٹر سے انہیں زیادہ
رغبت نہیں ہوتی۔ وہ نہ زیادہ تعلیم یافتہ شوہر کی خواہاں ہوتی ہیں
نہ فیشن پرست کی، البتہ ایسے شوہر کو زیادہ پسند کرتی ہیں۔ جو دزنی
کلاہ، پاپاخ ہمور کا خوفناک لبادہ اور بہت بھاری بوٹ پہن کر
صبح سے شام تک کھیتوں میں کام کرتا رہے اور جس کی ڈاڑھی گرد آلودہ
پریشان اور الجھی ہوئی رہے۔

۸ - انگریز

انگریز عورت ایسے شوہر کو پسند کرتی ہے جو زن مرید اور مالدار
ہو، اسے بیش قیمت لباس پہنائے، غیر مردوں کے ساتھ ممالک غیر
کی سیاحت کے لئے دل کھول کر روپیہ دے۔ غلاموں کی طرح اس کی
اطاعت کرے اور جب بیوی سیر کے لئے جائے تو وہ گھر میں بچوں
اور کتے کی خبر گیری کرے۔

۹ - جرمن

جرمن عورتیں ایسے مردوں کو پسند کرتی ہیں جو ان سے محبت کرسکیں
اور ازدواجی زندگی کی تمام ذمہ داریوں کو محسوس کریں۔ جرمن عورتوں

ہیں نہ تو انگریز عورتوں کی طرح قابلِ ملامت آزادی و بے شرمی ہے نہ فرانسیسی عورتوں کے مانند بے حیائی، بدچلنی اور عیاشی۔ وہ نہایت پاکباز و شریف ہوتی ہیں اور ہر ممکن کوشش سے اپنے شوہر کو خوش رکھنے کی سعی کرتی ہیں۔ اُن کے دلوں میں حب الوطنی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔

۱۰۔ فرانسیسی

فرانسیسی عورت کو کوئی شوہر پسند ہی نہیں، وہ آزاد فطرت ہے اور آزاد رہنا پسند کرتی ہے جو مرد اُسے اپنے پہلو میں بٹھا کر شراب پلائے اُسی کو اپنا شوہر سمجھ لیتی ہے ——— صرف اتنی دیر کے لئے جب تک اس کا بازو اس کی نازک کمر میں ہو اور جام شراب ہاتھ میں، تاہم عام طور پر وہ عاشق مزاج اور ناز بردار شوہر پسند کرتی ہے۔

۱۱۔ امریکن

امریکن عورت ایسے متمول شوہر کو پسند کرتی ہے جو رات کے وقت گراں قدر رقم دے کر اس سے شادی کرے اور صبح طلاق دے دے۔ اگر شوہر طلاق نہ دے تو بیوی خود عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہے۔

وہ عموماً سیر و تفریح کرنے والے مرد کو زیادہ پسند کرتی ہے۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

۳۰۔ دلچسپ حساب

۱۔ کسی سال کی جنتری بیسویں برس پھر صحیح طور پر استعمال ہو سکتی ہے۔

۲۔ کوئی صدی چہارشنبہ، جمعہ اور یک شنبہ سے شروع نہیں ہوتی۔

۳۔ ہر سال کا پہلا اور آخری دن ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے گا۔ اگر یکم جنوری کو دوشنبہ ہے تو ۳۱ دسمبر کو بھی ضرور دوشنبہ ہو گا۔ لیپ کے سال میں یہ پابندی ٹوٹ جاتی ہے۔

۴۔ اکتوبر کی پہلی تاریخ کو ہمیشہ وہی دن پڑے گا جو جنوری کی پہلی تاریخ کو ہو گا۔

۵۔ اپریل کی پہلی تاریخ یکم جولائی یکم ستمبر اور یکم دسمبر کے ساتھ بلحاظ دن مطابق ہو گی۔

۶۔ فروری، مارچ اور نومبر ہمیشہ سے ہر سال ایک ہی دن شروع ہوتے آتے ہیں۔

۷ ۔ مئی جون اور اگست ہمیشہ متفرق دنوں سے شروع ہوتے ہیں۔

۸ ۔ کسی دکاندار کے پاس ایک غریب بڑھیا کچھ سودا سلف لینے کے واسطے آئی۔ بڑھیا نے سوال کیا کچھ عرصہ ہوا تم نہایت تنگدستی سے گذران کرتے تھے مگر اب تمہاری دوکان میں کمائی سے زیادہ مال معلوم ہوتا ہے کیا کسی کی دولت تمہارے ہاتھ آ گئی یا اور کوئی وجہ ہے۔ بنیئے نے جواب دیا کہ اے مادرِ مہربان مجھ کو تجارت میں بہت فائدہ ہوا ہے۔ بڑھیا نے پوچھا تجارت میں کس حساب سے فائدہ ہوتا ہے۔ بنیا بولا کہ جو سرمایہ تجارت میں لگایا جائے اگر اس میں سے کچھ بھی خرچ نہ کیا جائے تو ہر ششماہی کے بعد دگنا ہو جاتا ہے بڑھیا نے اپنی گرہ کھول کر دو پیسے بنیئے کے حوالے کئے کہ میری یہ رقم بھی دکان میں لگا لو اس کا جو منافع ہوگا مجھے دے دینا بنیئے نے دو پیسے بڑھیا کے نام سے بہی میں جمع کر لئے۔ بڑھیا نے بارہ برس کے بعد اپنے حساب کا مطالبہ کیا تو بنیئے نے حساب کو اس طرح پھیلایا:۔

ار + ۲ ـ + ۴ر + ۸ر + ۱ روپیہ + ۲ + ۴ + ۸ + ۱۶ + ۳۲ + ۶۴ + ۱۲۸ +
۲۵۶ + ۵۱۲ + ۱۰۲۴ + ۲۰۴۸ + ۴۰۹۶ + ۸۱۹۲ + ۱۶۳۸۴ +
۳۲۷۶۸ + ۶۵۵۳۶ + ۱۳۱۰۷۲ + ۲۶۲۱۴۴ + ۵۲۴۲۸۸ یعنی
۱۲ سال کی ۲۴ ششماہیوں کی کل میزان ۱۰۴۸۵۷۵ روپیہ ہوئی جو کہ منافع

کی نہایت حیرت انگیز مقدار ہے جو کبھی خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتی ؛

۹ - اسی طرح سلطان عادل شاہ کے رُوبرو موجدِ شطرنج نے جب شطرنج کا کھیل پیش کیا تو بادشاہ کا دل اس قدر خوش ہوا کہ موجدِ شطرنج کو منہ مانگا انعام دینے پر رضامند ہوگیا۔ موجدِ شطرنج نے اس موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ شطرنج کے ۶۴ خانے ہیں پہلے خانے میں ایک چاول اور پھر ہر ایک خانے میں پچھلے خانہ سے دُگنی تعداد چاولوں کی بڑھائی جائے اس کی کل میزان کے مطابق چاول مجھے عطا کیے جائیں۔ بادشاہ انعام کے اس حقیر مطالبہ سے بہت ہنسا اور کوئی زیادہ انعام طلب کرنے کے لیے ارشاد فرمایا۔ موجدِ شطرنج نے کہا کہ چاولوں کا مطلوبہ انعام ہی آپ دے سکیں گے۔ مذکورہ بالا طریق کے مطابق جب چاولوں کی میزان لگائی گئی تو وہ لاکھوں من سے متجاوز نکلی جس کا حساب ناظرین خود لگالیں یقین ہے کہ آپ حساب کی طوالت سے گھبرا کر نتیجہ تک پہنچنے کی شاید ہی کوشش کریں ؛

۱۰ - ۹ کا ہندسہ بھی عجیب ہندسہ ہے اس ہندسہ کو کسی ہندسہ سے بھی ضرب دی جائے لیکن یہ نو کا نو ہی رہے گا ؛

۲×۹ = ۱۸ (۱ + ۸ = ۹ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی رقم کے ساتھ ۹ کو
۳×۹ = ۲۷ (۲ + ۷ = ۹ ضرب دینے اور حاصلِ ضرب کے اعداد کو جمع کرنے سے
۴×۹ = ۳۶ (۳ + ۶ = ۹ نتیجہ اسی مثال کی طرح ۹ ہی آئے گا۔
۵×۹ = ۴۵ (۴ + ۵ = ۹ ۱۸-۲۷-۳۶-۴۵-۵۴-۶۳-۷۲ اور
۶×۹ = ۵۴ (۵ + ۴ = ۹ ۸۱ کے اعداد میں دائیں طرف کے ہندسوں کا بتدریج
۷×۹ = ۶۳ (۶ + ۳ = ۹ گھٹتے اور بائیں طرف کے ہندسوں کا بتدریج بڑھتے
۸×۹ = ۷۲ (۷ + ۲ = ۹ جانا بھی قابلِ غور عجوبہ ہے جو کسی اور ہندسے کی
۹×۹ = ۸۱ (۸ + ۱ = ۹ ضرب میں نہیں پایا جا سکتا۔

۱۱- اگر ایک سے لے کر ۹ تک کے ہندسوں میں سے ۸ کے ہندسہ کو نکال دیا جائے اور پھر جس مفرد ہندسہ کے ساتھ ۹ کو ضرب دی جائے تو ۱۲۳۴۵۶۷۹ کے ساتھ حاصلِ ضرب کی رقم کو ضرب دینے سے اسکے حاصلِ ضرب میں وہی تمام ہندسے آئیں گے جس مفرد ہندسہ کے ساتھ نو کو ضرب دی گئی تھی جس کی شکل اس طرح ہے:۔

۱×۹ = ۹ کو ضرب دو ۱۲۳۴۵۶۷۹ کے ساتھ = ۱۱۱۱۱۱۱۱۱
۲×۹ = ۱۸ کو ضرب دو ۱۲۳۴۵۶۷۹ کے ساتھ = ۲۲۲۲۲۲۲۲۲
۳×۹ = ۲۷ کو ضرب دو ۱۲۳۴۵۶۷۹ کے ساتھ = ۳۳۳۳۳۳۳۳۳
۴×۹ = ۳۶ کو ضرب دو ۱۲۳۴۵۶۷۹ کے ساتھ = ۴۴۴۴۴۴۴۴۴

۹×۵ = ۴۵ کو ضرب دو ۱۲۳۴۵۶۷۹ کے ساتھ = ۵۵۵۵۵۵۵۵۵

۹×۶ = ۵۴ کو ضرب دو ۱۲۳۴۵۶۷۹ کے ساتھ = ۶۶۶۶۶۶۶۶۶

۹×۷ = ۶۳ کو ضرب دو ۱۲۳۴۵۶۷۹ کے ساتھ = ۷۷۷۷۷۷۷۷۷

۹×۸ = ۷۲ کو ضرب دو ۱۲۳۴۵۶۷۹ کے ساتھ = ۸۸۸۸۸۸۸۸۸

۹×۹ = ۸۱ کو ضرب دو ۱۲۳۴۵۶۷۹ کے ساتھ = ۹۹۹۹۹۹۹۹۹

۱۲۔ اگر ایک سے لے کر ۹ تک کے ہندسوں کو جمع کیا جائے تو اُن کا حاصلِ جمع بھی ۹ ہی آئے گا مثلاً ۱+۲+۳+۴+۵+۶+۷+۸+۹ = ۴۵ ۵+۴ = ۹ غرضیکہ ۹ کے ہندسہ کی ہمہ گیری تعجب خیز ہے اس کے دیگر عجائبات کو کثیر العمل ہونے کی وجہ سے بخیالِ طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے۔

۱۳۔ مندرجہ ذیل مثالیں ضرب کی اِس قدر دلچسپ ہیں کہ اس کے موجد کی ذہانت کی بے اختیار داد دینی پڑتی ہے۔ غور کا مقام ہے کہ ان اعداد کا حاصلِ ضرب معلوم کرنے کے لئے اُسے کس قدر محنت اُٹھانی پڑی ہوگی ۷۳ کی رقم کو جس عدد سے ضرب دی جائے گی تمام کے تمام رہی عدد حاصلِ ضرب آئیں گے۔

۷۳ = ۱×۷۳	۷۳×۱۵۲۲۰۷ = ۱۱۱۱۱۱۱۱
۱۴۶ = ۲×۷۳	۱۴۶×۱۵۲۲۰۷ = ۲۲۲۲۲۲۲۲
۲۱۹ = ۳×۷۳	۲۱۹×۱۵۲۲۰۷ = ۳۳۳۳۳۳۳۳

۴۴۴۴۴۴۴۴۴ = ۲۹۲ × ۱۵۲۲۰۷	۲۹۲ = ۴ × ۷۳
۵۵۵۵۵۵۵۵۵ = ۳۶۵ × ۱۵۲۲۰۷	۳۶۵ = ۵ × ۷۳
۶۶۶۶۶۶۶۶۶ = ۴۳۸ × ۱۵۲۲۰۷	۴۳۸ = ۶ × ۷۳
۷۷۷۷۷۷۷۷۷ = ۵۱۱ × ۱۵۲۲۰۷	۵۱۱ = ۷ × ۷۳
۸۸۸۸۸۸۸۸۸ = ۵۸۴ × ۱۵۲۲۰۷	۵۸۴ = ۸ × ۷۳
۹۹۹۹۹۹۹۹۹ = ۶۵۷ × ۱۵۲۲۰۷	۶۵۷ = ۹ × ۷۳

۱۴ - صرف اِن چار باٹوں سے ایک من تک جو وزن آپ تولنا چاہیں تُل سکتا ہے بشرطیکہ سالم سیر ہوں سیر کی کسر اس میں نہ تُل سکے گی۔ حسب ضرورت باٹوں کو آگے پیچھے رکھنا پڑے گا:-

۲۷ سیر ۹ سیر ۳ سیر ۱ سیر میزان ۴۰ سیر

فکاہات

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اِس زمانے میں

۵۱۸ھ

ظرافتِ لطیف

مجاہد کے لہو سے بڑھ کے عالم کی سیاہی ہے
کہ اس کا نقطہ نقطہ رودِ شبِ گلزار ہوتا ہے (محمود اسرائیلی)

۱- ایک دن پیغمبر صلعم اور اصحابؓ چھوہارے کھا رہے تھے اور گٹھلیاں حضرت علیؓ کی طرف پھینکتے جاتے تھے۔ جب کھا چکے تو فرمایا علیؓ تم بڑے کھانے والے ہو۔ آپ تم نے گٹھلیوں کا اتنا ڈھیر کر دیا۔ علیؓ نے کہا جی ہاں مگر آپ نے تو گٹھلیاں بھی نہیں چھوڑیں۔

۲- ایک دن ابوبکرؓ، عمرؓ اور علیؓ تینوں کہیں جاتے تھے۔ علیؓ بیچ میں تھے۔ اُن کا قد دونوں سے چھوٹا تھا۔ اس پر اُنہوں نے چھاؤں دیکھ کر کہا علیؓ تم ہم میں ویسے ہی ہو کہ جیسے لفظ لنا میں نون ہوتا ہے۔ علیؓ نے کہا ہاں لیکن اگر میں درمیان نہ ہوں تو تم "لا" ہو جاؤ۔

۳- ہمایوں بادشاہ اور مرزا کامران دونوں بھائی ایک دن کابل میں چلے جاتے تھے۔ راستہ میں ہمایوں ایک کُتے کو کسی قبر کے اوپر پیشاب کرتا ہوا دیکھ کر بول اٹھا یہ قبر رافضی کی معلوم ہوتی ہے۔ کامران جو شیعہ خیالات کا تھا بولا کہ جب تو یہ کُتا بھی سُنّی ہے۔

۴۔ ایک دن نواب خاندوران خان نے محمد شاہ سے عرض کی کہ حضرت نے حُقّہ کو اتنا کیوں منہ لگایا ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اس میں یہ وصف ہے کہ یہ بغیر بُلائے نہیں بولتا۔

۵۔ ایک صاحب بہادر نے چپراسی سے کہا کہ تمہارا پیٹ رشوت کھا کھا کر بہت پھُول گیا ہے۔ چپراسی بولا حضور ہم لوگوں کا پیٹ تو دال بھات سے پھُول جاتا ہے یہ حضور ہی کے پیٹ ہیں کہ سب کچھ ہضم کر جاتے ہیں ؎

راشی اور خائن و سارق کا دھر میں
بس ایک نقطہ نظر ناؤ نوش ہے (یُونسؔ)

۶۔ ایک صاحب بہادر نے اپنے نوکر سے خفا ہو کر کہا کہ تُو اصل میں گدھا ہے اور سؤر کا بچہ ہے۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا آپ ماں باپ ہیں جو چاہیں سو کہ لیں۔

۷۔ ایک صاحب بہادر سائیس پر خفا ہوئے کہ اُس نے گھوڑا اچھا نہیں کسا تھا اِس پر اُن کے سررشتہ دار نے اور چڑی تو سائیس بولا کہ یہ مثل نہیں ہے جو چیڑ چیڑ پڑھ دی سائیسی علم دریا ہے کہیں کا نقطہ کہیں لگتا ہے۔

۸۔ ایک صاحب بہادر اپنے سررشتہ دار سے بگڑ کر فرمانے لگے،

دل منشی ہم چاہے تو ابھی تم کو جہنم میں بھیجدے منشی صاحب نے ہاتھ باندھ کر کہا، بے شک حضور مالک ہیں (مالک جہنم کے موکل کا بھی نام ہے) ؛

۹ - ایک بڈھی نے اپنی چھوٹی لڑکی سے جھلا کر کہا کہ جاؤ بٹیا شام ہوئی سور ہو دیکھو مُرغی کے چوزے تک سر شام سے ٹاپے میں دبک رہتے ہیں۔ لڑکی حاضر جواب تھی۔ جواب دیا کہ اماں جان ان کے ساتھ ہی بُوڑھی مُرغی بھی تو دبکتی ہے ؛

۱۰ - ایک عورت نے ساتواں خاوند کیا تھا۔ جب وہ مرنے لگا تو پوچھا کہ مجھے کس کے حوالے کئے جاتے ہو؟ اس نے کہا کہ آٹھویں خاوند کے ؛

۱۱ - ایک ظریف کا نکاح بدصورت عورت سے ہوا تھا اس نے اپنے خاوند سے پُوچھا کہ آپ کے کس کس رشتہ دار کو مُنہ دکھاؤں؟ خاوند نے کہا ایک مجھ کو مت دکھاؤ اور سب کو دکھایا کر ؛

۱۲ - ایک دن کسی نے ملٹن شاعر سے اس کی بیوی کی تعریف کر کے اُس کو گلاب کے پھول سے تشبیہہ دی۔ ملٹن نے کہا ہاں تم سچ کہتے ہو، اُس کے اکثر کانٹے میرے جی میں چبھتے ہیں ؛

۱۳ - ایک مسلمان شیعہ نے کسی سخت عارضے سے شفا پائی تھی، اُس کے ہم مذہب کہہ رہے تھے کہ حضرت علی رضؓ نے بڑا فضل کیا،

اس وقت ایک سُنّی مسلمان بول اُٹھا۔ قصور معاف ہو دفا حضرت عمر نے بھی کی

فکر کیا ہے ہمیں حوادث کا

شاملِ حال ہے جو عمرِ فاروق

۱۴۔ ایک دن خلیفۂ بغداد کے وزیر نے بہلول دیوانے سے کہا کہ لے اب تو خلیفہ نے تجھے خوک اور خرس کا حاکم کر دیا، وہ بولا کہ جب تو تو بھی میری رعیت ہو گیا ۔

۱۵۔ ایک شاعر نے مُلّا جامی کو اپنا شعر سُنایا اور بولا کہ میں نے پاخانہ میں کہا ہے۔ مُلّا نے کہا، جب ہی اُس میں گُو کی بُو آتی ہے ۔

۱۶۔ ایک دولتمند نے اپنے واسطے مقبرہ بنوایا تھا۔ جب وہ تیار ہو گیا تو معمار سے پُوچھا کہ اب اس میں کیا چاہیئے۔ اُس نے کہا آپ کا وجود شریف

۱۷۔ ایک بادشاہ نے ایک وزیر کو موقوف کر کے حکم دیا کہ تو نے جو کچھ ہماری نوکری میں کمایا ہے وہ واپس داخل کر دے۔ وزیر نے عرض کی جو حکم۔ مگر جو عمر اپنی میں نے آپ کے کام میں صرف کر دی وہ آپ مجھ کو واپس دے دیجئے ۔

۱۸۔ ایک بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ اگر بادشاہی کو زوال نہ ہوتا تو کیا خوب بات تھی۔ وزیر نے جواب دیا کہ اگر بادشاہی کو زوال نہ ہوتا تو آپ بادشاہ کیسے ہوتے ۔

۱۹۔ ایک شخص کی بھینس مر گئی تھی اُس کو روتا دیکھ کر ایک فقیر نے کہا کہ بھائی مت رو ۔ ہمیں اور تمہیں کالے دھن سے لینا نہیں ہے میری بھی ایک ہانڈی پھوٹ گئی ہے ؛

۲۰۔ نواب اعظم خاں حقہ پی رہے تھے ۔ اثنائے کلام میں مُلا دو پیازہ سے پُوچھا کہ حقہ پینا کیسا ہے ؟ مُلا نے جواب دیا کہ میری رائے میں یہ فعل عبث احمقوں کا کام ہے لیکن آپ کو مضائقہ نہیں ؛

۲۱۔ ایک بادشاہ نے منجم سے اپنی باقی عمر پُوچھی ، جواب دیا دس برس بادشاہ نہایت فکرمند ہوا ۔ وزیر نے وجہ فکر پُوچھی ۔ بادشاہ نے کل حال کہہ سنایا ۔ وزیر نے منجم کو بادشاہ کے روبرو بلا کر منجم کی باقی عمر پُوچھی ، اُس نے کہا بیس برس ۔ وزیر نے تلوار کھینچ کر منجم کو قتل کر ڈالا اور بادشاہ سے کہا اس جھُوٹے کی بات کا کیا اعتبار ؛

۲۲۔ نواب آصف الدولہ ایک روز اپنے ملازم دولت نامی پر خفا ہوئے اور حکم دیا اس کو نکال دو ۔ نوکر اس وقت تو چلا گیا ۔ دوسرے روز آکر نواب کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ دولت در دولت پر حاضر ہے یا جائے نواب صاحب نے فرمایا کہ رہے ۔

۲۳۔ نادرشاہ نے دہلی میں جب ہزاروں آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور خلق تباہ ہوئی تو کسی نے یہ مضمون لکھ کر اُس کے پلنگ پر رکھ دیا کہ اگر تو

خدا ہے تو خدا کو بندوں کی ضرورت ہے۔ اگر نبی ہے تو نبی کو اُمّت درکار ہے اگر بادشاہ ہے تو بادشاہ کو رعیت رکھنا لازمی ہے پس تو کیوں خلق کو قتل کرتا ہے۔ بادشاہ نے لکھ دیا نہ میں خدا ہوں نہ رسول نہ بادشاہ میں غضبِ الٰہی ہوں جو تم پر نازل ہوا ہے ؎

یہ بار وہ ہے جس کو رو رو اُٹھائے گا تو
یہ خار وہ ہے جس سے دامن چھڑائے گا تو (محروم)

۲۴۔ ایک حکیم نے مریضِ قبض کو اس قدر زیادہ دست آور دوا دی کہ کثرتِ اسہال سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ لوگوں نے حکیم کو گرفتار کرنا چاہا۔ حکیم نے کہا میں نے بُرا کیا کیا۔ اچھا ہوا مر گیا قبض کی تکلیف سے تو چھوٹ گیا۔

۲۵۔ ایک شخص نے سفر کو جاتے وقت اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہارے لئے کتنے دِن کے کھانے کا سامان کر جاؤں؟ عورت نے جواب دیا کہ جتنے دِن کی میری زندگی ہو۔ مرد بولا، زندگی میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ عورت نے جواب دیا کہ روزی بھی تمہارے ہاتھ میں نہیں۔

۲۶۔ قاضیِ وقت نے سرمدؔ سے مواخذہ کیا کہ بھنگ پینا حرام ہے۔ اُس نے کہا ریشم پہننا بھی حرام ہے۔ قاضی نے کہا کہ صرف ریشم حرام ہے مگر ریشم ممنوع سوت مباح سے مل کر مشروع ہو جاتا ہے۔ اُس نے کہا کہ اس قاعدے سے بھنگ حرام آبِ حلال سے مل کر کیوں خلافِ شرع

رہی۔ قاضی جو شرع پہنے ہوئے تھا، لاجواب ہو گیا ؎

تھی اپنی ہی وہ رام کہانی آذر

خود کہہ کے جو اوروں کی زبانی سُن لی

۲۷۔ کچھ لوگ مع اطفالِ مکتب کے مینہ کی دُعا مانگنے نکلے۔ کسی نے پوچھا لڑکوں کو کہاں لئے جاتے ہو۔ کہا لڑکوں کی دُعا زیادہ قبول ہوتی ہے اُس نے کہا، اگر لڑکوں کی دُعا قبول ہوتی تو ایک معلّم بھی زندہ نہ رہتا۔

۲۸۔ بہلول بغدادی سے جبکہ وہ بصرہ میں تھا لوگوں نے کہا کہ شہر کے بیوقوفوں کا شمار کر۔ اُس نے کہا وہ شمار نہیں ہو سکتے۔ البتہ اگر فرمائیے تو عقلمندوں کو شمار کر لوں کہ وہ دو چار سے زیادہ نہ ہوں گے۔

۲۹۔ ایک شاعر نے کسی امیر کی مدح میں قصیدہ لکھا۔ امیر نے کچھ نہ دیا۔ دُوسرے روز ہجو لایا کچھ نہ کہا۔ تیسرے روز شاعر اس کے دروازے پر جا بیٹھا۔ امیر نے پُوچھا اب کیا غرض ہے؟ شاعر نے کہا کہ تو مَرے اور مرثیہ پڑھوں۔

۳۰۔ کوئی شخص۔ ایک فقیر کی چادر اُتار کر لے بھاگا۔ فقیر گورستان میں جا بیٹھا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ شخص تو باغ کی طرف بھاگا ہے تو یہاں کیوں بیٹھا ہے اُس نے کہا ایک دن یہاں وہ ضرور آئے گا۔

۳۱۔ ایک بخیل کے گھر ایک مطرب گیا۔ صاحبِ خانہ بہ بہانۂ پاخانہ گھر میں

جا کر کھانا کھا کر باہر آگیا۔ اتفاقاً ایک چاول کا دانہ اس کی مونچھوں میں لگا رہ گیا۔ مطرب کہنے لگا حضور آپ کی مونچھوں میں پاخانہ لگا ہے۔

۳۳۔ ایک شاعر ایک امیر کے قریب ایک ہاتھ کے فرق سے مسند پر جا بیٹھا، امیر نے خفا ہو کر کہا کہ بابے تجھ میں اور گدھے میں کیا فرق ہے۔ شاعر نے جواب دیا، ایک ہاتھ کا۔

۳۴۔ ایک بادشاہ نے خواب دیکھا کہ اس کے سب دانت گر گئے ہیں صبح کو ایک معبر سے تعبیر پوچھی۔ اس نے کہا کہ آپ کے لڑکے بالے اور ازواج سب آپ کے سامنے مریں گے۔ بادشاہ ناخوش ہوا اور اسے قید کر دیا۔ پھر دوسرے شخص سے تعبیر پوچھی اس نے کہا آپ کی عمر سب اولاد ازواج سے زیادہ ہو گی بادشاہ خوش ہوا اور انعام دیا اور کہا مطلب دونوں کا ایک ہے مگر تہذیب میں فرق ہے

ہنس ہنس کے کسی کی خوش بیانی سن لی
رو رو کے کسی کی نوحہ خوانی سن لی

۳۵۔ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے سوال کیا جو عمر میں زیادہ تھا کہ ہم میں اور تم میں کون بڑا ہے۔ وزیر نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ

نے حضور کی خدمت گذاری کے لئے غلام کو پانچ برس پیشتر
سے عرصۂ ہستی میں بھیج دیا تھا ۔

۳۶ - ایک صاحب ڈاکخانہ میں گئے اور ایک منشی سے بولے
کہ ہمارے نام کا اگر کوئی خط ہو تو ہمیں دے دیجئے ۔ ڈاک بابو
نے نام و نشان دریافت کیا تو فرمایا - واہ آپ مجھ سے کیا پوچھتے
ہیں ۔ کیا لفافہ پر لکھا نہ ہوگا اُسے پڑھ لیجئے ۔

۳۷ - ایک بزرگ نماز پڑھانے کو کھڑے ہوئے ۔ پہلی رکعت
میں تو غیر معمولی دیر لگ گئی لیکن بعد میں مقتدیوں کو جلدی کے
مارے رکوع و سجود دشوار ہو گئے ، نماز ختم ہونے پر جب مسجد
سے آدمی نکلے تو ایک صاحب فرمانے لگے کہ امام صاحب نے پہلی رکعت
میں تو کچھ پڑھا تھا لیکن بعد کی تین رکعتوں میں صرف ایضاً پر ہی
اکتفا کیا ۔

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا جانیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام
(علامہ اقبالؒ)

۳۸ - کوئی شخص بازار سے ایک گھیا میں تیل خریدے ہوئے چلے
آتے تھے - اتنے میں اذان ہوئی اور مسجد بھی نظر آئی انہوں نے

تیل کی گلھیا فصیل پر رکھ دی اور پھر جماعت میں شریک نماز ہو گئے۔ مگر خیال گلھیا کی طرف تھا کہ کتا بلی یا اور کوئی آدمی نہ لے جائے۔ امام نے بڑی سورتیں شروع کر دیں۔ آخر ش تنگ آکر اُنہوں نے نیت توڑ کر فصیل سے گلھیا اُٹھائی اور منہ کے سامنے رکھ کر دوبارہ شریک نماز ہوئے۔ اور جھلا کر امام سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ اب تجھے بھی قسم ہے جو آج ہی سارا قرآن شریف ختم کر دے۔ ہم نے بھی گلھیا سامنے رکھ لی ہے۔

۳۹۔ انگریزوں کی محفل میں کسی نے اعتراض کیا کہ عورت کی ذات بڑی شریر ہوتی ہے۔ ایک میم نے اس وقت حاضر جوابی سے کہا کہ عورت مرد کی ایک پسلی سے پیدا ہوتی ہے پس جبکہ مرد کی ایک پسلی کے اندر اتنی شرارت بھری ہے تو باقی جسم کا کیا حال ہوگا۔

۴۰۔ ایک شخص کسی نامی قزاق کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے نوکر رکھ لو۔ قزاق نے پوچھا پہلے تو نے کہاں کہاں نوکری کی ہے۔ اس نے جواب دیا دو برس ایک وکیل کے پاس اور ایک برس پولیس میں رہا ہوں۔ قزاق نے اسے نوکر رکھ لیا اور کہا کہ یہ دونوں نوکریاں تو نے ایسی کی ہیں کہ گویا اتنی مدت تو ہمارے ہی

گروہ میں رہا ہے۔

(۴۱) - ایک صاحب قانون کے امتحان میں شریک ہوئے۔ صاحب نے زبانی سوال کیا کہ تمہاری نانی کا داماد تمہارا کون رشتہ دار ہوا۔ امیدوار بعد غور و تامل بسیار بولے کہ یہ قرابت ہندوستان میں آج تک نہیں ہوئی۔

۴۲ - ایک غریب آدمی کی برادری میں کسی نے انتقال کیا اس کی عورت نے تعزیت میں جانے کی اجازت چاہی۔ مرد نے کہا کہ بچوں کے واسطے کھانا تیار کر دے پھر چلی جانا۔ عورت نے کہا کہ گھر میں کچھ بھی نہیں ہے۔ آٹا، دال، لکڑی نمک کہاں سے لاؤں جو کھانا پکاؤں۔ مرد نے کہا گھر میں فاقہ کی بدولت خود اسبابِ تعزیت موجود ہیں۔ ایسی حالت میں کسی کی تعزیت کے لئے جانا بے سود ہے۔

۴۳ - ایک صاحب اپنے بچے کو نصیحت کر رہے تھے کہ بیٹا آج کا کام کل پر نہ چھوڑنا چاہیئے۔ لڑکا بولا کہ اچھا بابا جان جو لڈو کل کے کھانے کو رکھ چھوڑے ہیں لا یئے اُن کو آج ہی کھا ڈالوں۔

۴۴ - ایک برہمن چوکا لگائے روٹی کھا رہا تھا۔ ایک گنوار

بھینس پر سوار روٹی کھاتا ہوا نکلا برہمن نے اعتراض کیا کہ چوکے میں بیٹھ کر کھانا چاہیئے اُس نے کہا کہ میں خود اُس پر سوار ہوں جس کے گوبر سے چوکا دیا جاتا ہے ؞

۴۵- ایک قاضی زادے ناخواندہ تھے جن کے پاس بوجہ پیشہ موروثی اکثر لوگ تاریخ پوچھنے کو آتے تھے۔ اُنہوں نے یہ حکمت کی تھی کہ اپنے گاؤ تکیہ کے نیچے ایک گلھیا میں ہر روز علی الصباح ایک مینگنی اپنی بکری کی ڈال دیتے تھے اور جب کوئی شخص تاریخ پوچھنے آتا دوشالہ کے اندر سے گلھیا میں ہاتھ ڈال کر مینگنیاں گن کر اُسی قدر تاریخ بتا دیتے۔ اتفاقاً ایک روز بکری کھُل گئی اور گلھیا کو مینگنیوں سے بھر دیا۔ کوئی شخص تاریخ پوچھنے آیا۔ قاضی صاحب نے ہاتھ ڈالا تو مینگنیوں کا کچھ شمار نہ تھا۔ مجبوراً کہہ دیا کہ آج تاریخ ساٹھ ہے۔ اُس نے متعجب ہو کر کہا کہ جناب کہیں ساٹھ بھی تاریخ ہوتی ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا یہ ساٹھ بھی میں نے خدا سے ڈر کر بتلائی ہے۔ ورنہ قسم ہے خدا کی آج تاریخ تو دو سَو سے کم نہ ہو گی ؞

گر ہمیں مکتب وہمیں مُلّا
کارِ طفلاں تمام خواہد شد

۴۶۔ ایک آدمی گوبر سے گھڑا بھر کر اُس کے اُوپر مُربّہ رکھ کر قاضی کے پاس لے گیا اور اپنا مطلب بیان کیا۔ قاضی نے اُس کے مُدعا کے موافق پروانہ کر دیا۔ جب قاضی کھانا کھانے گیا اور گھڑے کا مربّہ منگوایا تو گوبر نِکلا۔ قاضی بہت ناراض ہوا۔ ایک دن وہی آدمی اس کو راہ میں ملا۔ قاضی نے اس سے فرمایا کہ پروانہ میں کچھ بھُول ہے، اگر لے آؤ تو درست کر دیں اُس نے کہا کہ پروانہ میں تو کچھ بھُول نہیں، البتہ گھڑے میں کچھ چُوک ہو گئی۔

۴۷۔ کسی حاکم کا نام بدیع الزماں تھا کسی گنوار نے نام پُوچھا اور نام سُن کر بولا، اجی صاحب آپ تو بہت اچھے آدمی ہیں آپ کا نام تو نیکی زماں ہونا چاہیئے۔ یہ کس نالائق نے آپ کا نام بدیع الزماں رکھ دیا۔

۴۸۔ ایک ستر برس کے جاٹ نے اسلام قبول کیا لیکن دیرینہ عادت سے مجبور ہونے کی وجہ سے صبح کو رام رام کرتا اُٹھتا مسلمانوں نے لعنت و ملامت کر کے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے اُس نے جواب دیا کہ ساٹھ ستّر برس کا رام جی ایک دن کے خدا سے بیدخل نہیں ہو سکتا۔ قبضے کی میعاد کا تو خیال کرو۔

تم تو یونہی عاقبت ہی عاقبت کہتے رہے
کچھ تو دنیا میں بھی قبضہ مالکانہ چاہیئے

۴۹- ایک شخص اپنی کمائی کا قدر دان تھا۔ پگڑی سے جوتے کی گرد جھاڑتا تھا۔ کسی نے اُس سے کہا کہ یہ کیا عقل کی بات ہے جو پگڑی سے جوتے کی گرد جھاڑتے ہو۔ جواب دیا کہ جوتا بڑی مشقت کے پیسہ سے لیا ہے، پگڑی میراث پدری میں مفت ملی ہے:

۵۰- اُستاد:- حفیظ- اگر چار رنگتروں کی قیمت ۴ر آنہ ہو تو بارہ رنگتروں کی قیمت کس قدر ہو گی۔ (حفیظ سوال حل کر کے) جناب تین روپے۔ اُستاد- بالکل غلط۔ شاید تم نے سوال ہی غلط لکھا ہے۔ لو میں پھر بتاتا ہوں:- اگر چار سنگتروں کی۔۔۔ ۔۔۔۔ حفیظ- بس جناب غلطی نکل آئی، میں بھولے سے رنگترے لکھ بیٹھا تھا:

۵۱- ایک چمار بیمار ہوا۔ ڈاکٹر نے کہا تو پانی زیادہ پیا کر۔ چمار نے متعجب ہو کر جواب دیا کہ پانی تو جوتوں کے تلوں کو گلا دیتا ہے۔ اگر پیٹ میں زیادہ گیا تو اس کا کیا حال ہو گا:

۵۲- ایک گریجویٹ اپنی عینک گھر بھول آئے بازار میں

ایک نوٹس چسپاں دیکھ کر ایک پاس کھڑے ہوئے آدمی سے دریافت کیا کہ جناب اس نوٹس میں کیا لکھا ہے، ذرا پڑھ تو دیجئے۔ وہ بولا حضرت افسوس ہے میں نہیں پڑھ سکتا۔ میں بدقسمتی سے آپ کی طرح جاہل ہوں؛

۵۳۔ شریف آدمی:۔ تم ایسے بُرے کپڑے دھوتے ہو کہ پھاڑ کے ایک کے دو دو کر لاتے ہو۔

دھوبی:۔ بس جناب میری شرافت دیکھئے کہ ایک کپڑے کو دو تو کر لاتا ہوں مگر آپ سے صرف ایک ہی کپڑے کی مزدوری وصول کرتا ہوں؛

۵۴۔ ایک آقا نے نوکر سے کہا کہ تو ایک ہی پاجی ہے۔ اتفاق سے اس وقت گھڑی نے ٹھناٹھن دو بجائے۔ نوکر نے آقا سے عرض کی کہ سنا حضور؟ گھڑی نے دو کی ہانک لگائی ہے (یعنی دونوں پاجی ہیں)

۵۵۔ ایک جگہ آندھی کے طوفان میں کئی مکان اُڑ گئے۔ ایک بچ رہا۔ کسی نے مالک مکان سے پوچھا آپ کا مکان کیونکر بچ گیا؟ جواب دیا کہ اس پر قرض کا بوجھ تھا؛

۵۶۔ ماں:۔ دیکھو بیٹا شریر لڑکوں سے الگ رہا کرو؛

لڑکا :- اسی وجہ سے تو میں اسکول نہیں جاتا ؛

۵۷- مالکہ (خادمہ سے) تم بیکار بیٹھے بیٹھے تھک نہیں جاتیں -
خادمہ :- آپ کی خاطر اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتی ؛

۵۸- پادری - آج مجھے کیسے گدھوں کو وعظ سنانا پڑا -
ظریف - جبھی آپ ان کو پیارے بھائیو کہہ کر مخاطب کرتے تھے - لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں ؛

مسجد میں اب یہ وعظ ہے بیسود بے اثر

۵۹- پوتا - دادا کیا آپ کے منہ میں دانت ہیں ؟ دادا نہیں بیٹا کیوں، کیا کرو گے ؟ پوتا - ذرا میرے اخروٹ رکھ لیجئے ؛

۶۰- اُستاد - اورنگ زیب کے مرنے کے بعد کیا ہوا ؟ طالب علم اس کو دفن کر دیا گیا - اُستاد (رنجیدہ ہو کر) اچھا تم بنچ پر کھڑے ہو جاؤ - طالب علم (ادب سے) جناب مجھ سے تھوڑی غلطی ہو گئی، اب صحیح بتائے دیتا ہوں اُستاد اچھا بیان کرو - طالب علم دفن کرنے سے پہلے اُس کو نہلایا اور کفن پہنایا گیا ہوگا ؛

۶۱- ایک میراثی کا لڑکا سیاہ فام تھا - کسی نے پوچھا میر جب آپ کاغذ کی طرح سفید ہیں تو میرزادہ کیوں سیاہ فام

ہے۔ میراثی بولا ہم کورے کاغذ ہیں اور وہ لکھا ہوا ہے:

۶۲۔ استاد۔ تم یہاں پڑھنے آتے ہو یا میرا منہ دیکھنے؟

طالب علم جس نے آپ کا منہ دیکھا ہو سور کا منہ دیکھا ہو سے

تم پیار سے بچوں کو بلاؤ آذر

ہر بچے سے تم پیار بڑھاؤ آذر

تم بچوں کے استاد ہو لازم ہے تمہیں

بچوں کو محبت سے پڑھاؤ آذر

۶۳۔ ایک ظریف نے اخبار میں اپنے کھیت بیچنے کا اشتہار دیا جس میں اس کے موقع کی خوبصورتی، زمین کی زرخیزی، اور آب و ہوا کی عمدگی کے بعد سب سے بڑی تعریف یہ لکھی کہ اس زمین کے آس پاس پندرہ پندرہ میل تک کوئی وکیل یا مختار نہیں ہے۔

۶۴۔ کسی امیر نے ایک مجمع چند کاہلوں کا دیکھا، اور کہا کہ آ ؤ اور اپنی اپنی کاہلی کا ذکر سناؤ، جو سب سے زیادہ کاہل ثابت ہوگا اس کو ایک روپیہ دوں گا۔ سب کاہل آئے اور اپنا اپنا کمال بیان کرنے لگے، مگر ایک شخص نہ آیا امیر نے اسی کو ایک روپیہ دیا۔

۶۵۔ کسی لڑکے کی جوتیاں کھو گئی تھیں۔ وہ کتاب لغت میں دیکھنے لگا۔ باپ نے پوچھا اس میں کیا دیکھتا ہے، کہا آپ کو جس چیز کی تلاش ہوتی ہے اس میں مل جاتی ہے، میری جوتیاں کیا نہ ملیں گی؟

۶۶۔ ایک گھر میں صرف ایک لڑکا، اس کی ماں اور بہن تھی۔ ایک روز لڑکا ماں سے بولا کہ گھر میں ہم تین آدمی ہیں۔ ماں بولی کہ جب تیری شادی ہو گی تب چار ہو جائیں گے۔ لڑکا بولا تب تک بہن کی شادی ہو جائے گی اور پھر تین ہی رہ جائیں گے۔ ماں بولی کہ جب تیرے لڑکا پیدا ہو گا۔ تب چار ہو جائیں گے۔ لڑکا بولا تب تک تم نہ مر جاؤ گی۔ بہرحال تین کا حساب رہ جائے گا۔

۶۷۔ مسافر۔ تم تو کہتے تھے کہ ہوٹل صرف پانچ منٹ کے فاصلہ پر واقع ہے مگر میں تمہاری بات پر اعتبار کر کے بھولا ہوں ہوٹل والا۔ علیٰ ہذا القیاس میں بھی۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا تم بہت تیز چلنے والے ہو۔

۶۸۔ مصنف۔ (خادمہ سے) یہ کون سے کاغذ جلا رہی ہو۔
خادمہ۔ وہی جو لکھے ہیں۔ صاف کاغذوں کو تو میں نے چھیڑا ابھی نہیں۔

۶۹- بیوی - اگر خدا نخواستہ گھر میں چور آ جائیں تو تم کیا کرو گے؟
میاں - جو وہ کہیں گے وہی میں کروں گا - کیونکہ اب تک مجھے
اس گھر میں اپنی مرضی سے کچھ کرنا نصیب نہیں ہوا ؛

۷۰- ہری سنگھ (لدھا سنگھ کے نوکر سے) کیونکر آئے ہو؟
نوکر :- مہاراج سردار صاحب نے فتح بلائی ہے - اور کہا ہے کہ آپ
اپنے لڑکوں کو گن لیجیے کیونکہ ہمارا لڑکا ننھا سنگھ کہیں گم ہو گیا ہے ؛

۷۱- دو دوست ایک کشتی میں سوار تھے، ایک بولا کشتی ڈگمگا
رہی ہے ایسا نہ ہو کہیں ڈوب جائے - دوسرا - ڈوب جانے دو کمبخت
نے کرایہ بھی بہت بڑھا رکھا ہے ؛

۷۲- ایک امیر کا نام فخر الدین تھا اور نوکر کا نام لدھا تھا امیر کو تمسخر
کی عادت تھی - ایک روز نوکر کو کہا کہ اگر لدھا کے نام پر دو کشش
اور لگا دیں تو کیا نام پیدا ہو - نوکر بھی حاضر جواب تھا - جو فخر کی
ف اٹھانے سے بنتا ہے امیر شرمندہ ہو کر چپ ہو گیا ؛

۷۳- آقا - (خراب دودھ دیکھ کر) بھلا بتاؤ ایسا دودھ کوئی پی سکتا
ہے - نوکر نے جھٹ گلاس منہ کو لگا لیا اور غٹ غٹ پی کر
کہنے لگا - حضور بندہ پی سکتا ہے ؛

۷۴- ایک دکان دار اپنے بے وقوف لڑکے کو دکان پر بٹھلا کر

کسی کام کو گیا۔ ایک آدمی کٹورے میں پیسے کا تیل لینے آیا لڑکے نے اُسے کٹورہ بھر دیا۔ اتنے میں اُس کا باپ بھی آ پہنچا اور لڑکے پر خفا ہونے لگا۔ لڑکا بولا گاہک کو تم کچھ نہیں کہتے جو اُتنا بڑا برتن لے آیا ہے

جینا مشکل کیا ہے لوٹے نے
توڑ ڈالا گھڑا ہے بیٹے نے

۷۵۔ ایک شخص کے ہاں چھ بیٹوں کے بعد ساتواں بیٹا پیدا ہوا مگر اُس کا رنگ دوسروں کی نسبت ذرا سانولا تھا۔ ایک دوست نے پوچھا میاں اس کی کیا وجہ ہے؟ وہ تھے زندہ دل۔ کہا بھائی صاحب یہ دیگ کی کھرچن ہے۔

۷۶۔ کتے والا۔ میم صاحب یہ کتا تین سو روپے کو بہت سستا ہے۔

میم صاحبہ۔ مجھے پسند تو ضرور ہے۔ لیکن میرا شوہر معترض ہو گا۔

کتے والا۔ آپ اپنے شوہر سے نہ ڈریئے آپ کو دوسرا شوہر مل جائے گا، لیکن ایسا کتا ہاتھ نہ آئے گا۔

۷۷۔ ایک عورت جس نے نبوت کا دعوٰی کیا تھا۔ خلیفہ واثق

کے دربار میں لائی گئی۔ واثق نے اس سے سوال کیا کہ تم حضرت محمد صلی اللہ و آلہ وسلم کی بابت کیا کہتی ہو؟ مدعیہ نے کہا وہ نبیِ برحق تھے۔ واثق بولا اُنہوں نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ مدعیہ بولی بجا ہے لیکن اُنہوں نے یہ کب فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبیہ نہ ہوگی۔

۷۸۔ ایک مولوی صاحب نے مسجد کے اندر وعظ کہتے وقت یہ بیان کیا کہ جو شخص آج کے روز جتنی مرتبہ اپنی پگڑی کھول کر باندھے اُسے اتنے ہی نفل پڑھنے کا ثواب ہو۔ وہاں ایک کنجڑے کا لڑکا بھی موجود تھا، یہ سُن کر فوراً اپنی پگڑی کھول کر باندھنے لگا۔ اس کے باپ نے خفا ہو کر کہا کم بخت یہ کیا کرتا ہے۔ پگڑی پھٹ جائے گی تو کیا نفل سر سے باندھے گا۔

۷۹۔ دو دانشمندوں میں قدامتِ دُنیا کے متعلق بحث ہو رہی تھی ایک بے علم آدمی جو اس وقت اُن کے پاس بیٹھا تھا کہنے لگا صاحب آپ کیوں ناحق تکرار کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دُنیا مثل ایک پیر زال کے ہے کہ وہ اپنی عمر ظاہر نہیں کرتی۔

۸۰۔ کسی جرنیل نے بعد فتح کرنے مہم کے ایک سپاہی سے

پوچھا کہ تو نے اس فتح میں کیا بہادری کی۔ اُس نے جواب دیا کہ میں نے حریف کے سپاہی کا ایک پاؤں کاٹ ڈالا جرنیل نے کہا کہ پاؤں کاٹنے سے کیا حاصل، سر کیوں نہ کاٹا، سپاہی بے تحاشا بول اُٹھا، سر تو پہلے ہی کٹا ہوا تھا :

۸۱- ایک دولتمند کا اثنائے سفر میں ایک چھوٹے سے قصبہ میں شام کے وقت گزر ہوا۔ ارادہ کیا کہ آج رات یہیں بسر کرے وہاں ایک چھوٹی سی سرائے تھی۔ امیر نے دروازے پر جا کر دستک دی۔ اندر سے بھٹیاری سرائے کی مالکہ نے پوچھا تم کون ہو امیر کو اپنی حفظِ عزت کا بہت خیال تھا بولا۔ ابوالبشیر حافظ حاجی قاضی تمیز الدین محمد خان علمی چشتی قادری۔ بھٹیاری نے قطع کلام کر کے کہا جائیے صاحب آج اس قدر مسافروں کے لئے ہمارے یہاں گنجائش نہیں ہے ؎

یوں سنتے ہیں ترے یونس جو کہہ دیا بے مثل ہو تم
شام سے پھرتے ہیں اکڑے ہوئے اترائے ہوئے

(یونسؔ)

۸۲- ایک رئیس سوئے ہوئے تھے کہ یکایک بندوق کی آواز سے آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو خدمتگار بندوق لئے کھڑا ہے۔

پوچھا کیا ماجرا ہے۔ جواب دیا حضور ایک چڑیا برآمدے میں آ بیٹھی تھی میں نے سوچا کہ چیں چیں کر کے حضور کو جگا دیگی اس لئے میں نے اسکو بندوق سے مار دیا۔

۸۳۔ ایک حاکم عدالت نے ملزم سے کہا کیا تم جرم سے اقبالی ہو؟ ملزم نے کہا جناب اقبال حضور پرنور کا خداوند کریم قائم رکھے میں کہاں کا اقبالی ہوں، اقبالی تو آپ ہیں۔

۸۴۔ استاد (شاگرد سے) تفریق کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جنس یکساں ہو۔ مثلاً ہم چار آدمیوں میں سے تین بینگن یا تو کتوں میں سے چھ آدمی نہیں نکال سکتے۔ شاگرد بولا لیکن جناب دو بھینسوں میں سے چھ سیر دودھ نکال سکتے ہیں۔

۸۵۔ ایک ٹھیکہ دار قیامت کے ذکر میں کہہ رہا تھا کہ اس دن تمام زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ مکان اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑے اڑے پھریں گے۔ ایک حاضر جواب بولا۔ جی ہاں اگر ٹھیکہ پر بنے ہوں گے تو کیا تعجب ہے۔

۸۶۔ ایک میراثن اپنے گاؤں والوں کے ساتھ خوب لڑی اور لڑائی کے بعد اسباب اٹھا کر کسی دوسرے گاؤں کی طرف

چل دی ۔ مگر مُرغ بغل میں دبا لیا اور کہا ۔ لو بد ذات تو ساری
عمر سوتے رہنا نہ مرغ بانگ دے گا نہ دن چڑھے گا ٭
۸۷ ۔ رشید کی والدہ نے رشید سے کہا جا بیٹا بالاخانے پر
جا کر اپنے ابا سے کہہ کہ کھانا تیار ہے ۔ رشید نے اُوپر
جا کر ابا کو برش سے دانت رگڑتے دیکھا ۔ جب نیچے آیا اور
اس کی والدہ نے دریافت کیا ، کیا تمہارے ابا کھانا کھانے
کو تیار ہیں ۔ رشید نے کہا تیار تو نہیں ہیں البتہ تیار ہو رہے
ہیں ، اور دانت تیز کر رہے ہیں ٭
۸۸ محرر چونگی (ٹوکرے کو بوٹ کی ٹھوکر لگا کر) اس میں کیا ہے ؟
چوڑی فروش ۔ پہلے تو چوڑیاں تھیں مگر اب کچھ نہیں ٭
۸۹ ۔ مسافر ۔ (قلی سے) بستر بچھا کر رکھنا گاڑی کی چھت سے پانی
ٹپک رہا ہے ۔ قلی جی آپ گھبرائیے نہیں یہ تو مٹی کا تیل ہے ٭
۹۰ ۔ رشید دیکھیے میرا ذکر بھی اخبار میں آیا ہے بشیر ذرا پڑھیے
تو ۔ رشید اس میں لکھا ہے کہ ہندوستان کی کل آبادی تقریباً
تیس کروڑ ہے ، اور ان میں ایک میں بھی ہوں ٭
۹۱ ۔ ایک جلسہ میں ایک شخص نے اپنے دوست سے دریافت
کیا ۔ آپ کی گھڑی چلتی ہے ؟ دیکھیے کیا وقت ہے ؟ دوست

نے جیب میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو گھڑی ندارد جھٹ بول اُٹھا
چلتی کیا معنی چلی گئی ؛

۹۲- ماں - اصغر- رات میں نے اس الماری میں دو بسکٹ رکھے
تھے- یہ ایک کیسے رہ گیا ؟ اصغر- اماں - اسلئے کہ رات اندھیرا
بہت تھا، دُوسرا مجھے نظر نہیں آیا ؛

۹۳- باپ - بیٹا آج تم مکتب نہیں گئے؟ بیٹا - آپ ہی نے تو
فرمایا تھا کہ بغیر سبق یاد کئے مکتب جانا بیکار ہے ؛

۹۴- شوہر- تم سے تو رشید ملازم کی بیوی زیادہ دلکش اور حسین
ہے- بیوی - اور کیا رشید ملازم آپ سے زیادہ دلکش اور
حسین نہیں ع
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو

۹۵- ڈاکٹر- تمہارا مرض خطرناک ہے - تم کو فوراً بحری سفر اختیار
کرنا چاہیے - مریض - مگر میں تو جہاز کا کپتان ہوں ؛

۹۶- ایک کاتب گردشِ قسمت سے کسی ہوٹل میں خانساماں
بن گئے - ایک شخص کے سامنے کھانا لگایا - اُس نے کہا :-
خانساماں دیکھ شوربے میں تنکا ہے - کاتب - جی ہاں
کتابت کی غلطی ہے - یہاں مٹن کی ضرورت ہے ؛

۹۷۔ پولیس انسپکٹر (سپاہی سے) تم نے چور کو کیوں نہیں پکڑا
پولیس مین۔ جناب وہ ایک ایسے مکان میں گھس گیا جس کے
دروازے پر لکھا تھا۔ "بغیر اجازت اندر آنا منع ہے" قانون
کا احترام بھی ضروری تھا۔

کوئی ترتیب نہیں رہتی جو قانون نہ ہو
لفظ قانون نہیں رہتا اگر لون نہ ہو

۹۸۔ پولیس مین (مشتبہ شخص سے) تم اس دکان کے تالے کے
ساتھ کیا کر رہے ہو؟ مشتبہ شخص۔ جناب مجھ کو یہ کنجی ایک
جگہ سے پڑی ہوئی ملی ہے۔ اب میں اس کو تمام دوکانوں کو
لگا کر دیکھتا ہوں تاکہ جس کسی کی ملکیت ہو اس کو دے دی جائے۔

۹۹۔ ماں (لڑکے سے) بیٹا آج تو میرے کلیجے میں آگ سی لگ رہی
ہے اور بھوک بھی نہیں لگتی۔ لڑکے نے فوراً فائر بریگیڈ کو فون
کر دیا۔ جب وہ آئے اور دریافت کیا تو لڑکے نے بڑی
سادگی سے جواب دیا۔ جناب میری والدہ کے کلیجے میں
آگ لگ رہی ہے۔

۱۰۰۔ ایک نانبائی نے ایک وکیل سے پوچھا کہ اگر کسی کا کتا میری
روٹیاں کھا جائے تو اس کا ہرجانہ مجھے کیا وصول کرنا چاہیئے؟

وکیل نے کہا دو۲ روپے۔ نانبائی بولا تو جناب ہی کا کتا آج میری روٹیاں چٹ کر گیا ہے۔ از راہِ کرم دو۲ روپے عنایت فرمائیں۔ وکیل نے کہا میرے مشورہ کی فیس چار۴ روپے ہے۔ دو۲ روپے اپنے وضع کرکے بقایا دو۲ روپے مجھے دے دیجئے۔

۱۰۱۔ بچہ (ٹیلیفون پر) آج میرا لڑکا بیمار ہے وہ مدرسہ نہیں آسکتا
ماسٹر (آواز پہچان کر) اور یہ ٹیلی فون پر کون بول رہا ہے؟
بچہ (گھبرا کر) ماسٹر صاحب یہ ٹیلی فون پر میرے باپ بول رہے ہیں۔

۱۰۲۔ وکیل نے اپنے بچے کو جھوٹ بولنے کے جرم میں سزا دی۔ بچہ دیر تک روتا رہا۔ جب رو چکا تو اس نے اپنے باپ سے پوچھا ابا جان یہ تو بتاؤ کہ جھوٹ بولنے پر مجھے کب تک سزا ملے گی۔ اور اس قابل کس دن ہوں گا کہ آپ کی طرح جھوٹ بولنے پر مجھے روپیہ ملے۔

۱۰۳۔ باپ۔ بیٹا رشید۔ کمرے میں جا کر دیکھنا کلاک چل رہا ہے یا نہیں؛
رشید۔ (کمرے میں کلاک دیکھ کر) ابا جان کلاک چل تو نہیں رہا، کھڑا دُم ہلا رہا ہے۔

۱۰۴۔ تین دوست پکانے کے لئے پیاز کتر رہے تھے ایک دوست کو دوسرے کے ہاتھ سے چاقو لگ گیا اور خون بہنے لگا۔ چاقو مارنے والا دوست بڑی معذرت کر کے کہنے لگا۔ چاقو میں نے قصداً نہیں مارا معاف کیجئے۔ تیسرا دوست بولا نہیں جناب یہ قصداً نہیں بلکہ فصداً ہے۔

۱۰۵۔ ایک شخص کا گدھا مسجد میں چلا آیا۔ مالک بھی تلاش کرتا ہوا وہاں آپہنچا۔ دیکھا تو مُلا صاحب گدھے کو مار رہے ہیں۔ بولا کیوں مارتے ہو۔ گدھا تھا چلا آیا۔ کبھی ہم بھی تمہاری مسجد میں آئے ہیں۔

۱۰۶۔ ایک حکیم کے پاس ایک نوجوان آیا۔ اُس نے کہا کہ میں فلاں رئیس کا لڑکا ہوں۔ آپ کی دوا نے مجھے فائدہ پہنچایا ہے۔ حکیم نے کہا مجھے یاد نہیں میں نے کس دن آپ کا علاج کیا تھا۔ نوجوان بولا۔ آپ نے میرے چچا کا علاج کیا تھا اور وہ آپ کی "تیر بہدف" دوا سے تین دن مشکل سے زندہ رہ سکے، اور اب میں اُن کی لاکھوں روپے کی جائداد کا مالک ہوں اور آپ کا شکر گزار ہوں۔

۱۰۷۔ ایک نئے تعلیم یافتہ جنہوں نے تھوڑی بہت سائنس سے

واقفیت حاصل کی تھی، اور اپنے آپ کو بڑا سائنسدان خیال
کرتے تھے چلے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک دیوار پر گوبر
کے چھوٹے چھوٹے اُپلے لگے ہوئے تھے۔ آپ جھٹ کھڑے
ہو کر سوچنے لگے۔ اتنے میں ان کا ایک دوست بھی آنکلا اور
پوچھنے لگا فلاسفر صاحب کیا سوچتے ہو، فلاسفر بولے، میں یہ
سوچتا ہوں کہ اس دیوار پر بھینس نے کس طرح چڑھ کر
گوبر کیا ہو گا۔ دوست بہت ہنسا اور سلام کر کے چل دیا۔

۱۰۸۔ اُستاد۔ لڑکو! تم جانتے ہو سنڈے نائٹ کسے کہتے ہیں
ایک لڑکا۔ جو سنیچر کی شام کو ہو۔

۱۰۹۔ استاد نے امتحان کے وقت شاگرد سے پوچھا کہ سمندر میں
طغیانی کیوں نہیں آتی، شاگرد نے جواب دیا کیونکہ خداوند کریم
نے حکمت سے اس میں اسفنج بو دیئے ہیں ؎

کس کو مل سکتے ہیں پھر اے مدرسے طفلی کے دن
خوابِ نوشیں کی وہ راتیں اور بے فکری کے دن (محروم)

۱۱۰۔ ایک اخبار نویس اپنے دفتر میں اڈیٹری کی کرسی پر
بیٹھ کر بڑے بڑے زبردست آرٹیکل لکھتا ہے جس میں برٹش
گورنمنٹ کو صلاح دیتا ہے کہ کانگریس اور مسلم لیگ کا فی الفور

سمجھوتہ ہونا چاہیئے۔ حکومت روس کو نصیحت کرتا ہے کہ اپنی
رعیت کے ساتھ انسانیت کا سلوک کرے اور انگریزوں اور
امریکہ کے ساتھ صلح کر کے دُنیا میں امن قائم کرے۔ اور خدیو مصر کو
دھمکاتا ہے کہ بار بار قسطنطینہ کا جانا اچھا نہیں، اور فرانس کو آنکھیں
دکھاتا ہے کہ علاقہ شام میں جو کارروائی وہ کرنے والا ہے
اڈیٹر کی نظر سے وہ اوجھل نہیں ہے لیکن دن بھر کی دماغ
سوزی کے بعد جب شام کو یہ "تمام دُنیا کا ناظم" اپنے گھر آتا
ہے تو آؤ ذرا دیکھیں کہ اُس کی کیا گت بنتی ہے۔

اڈیٹر کی بیوی۔ ناگر موتھا کے باپ نوکر تو بیمار ہو کر گھر سے
چلا گیا ہے۔ جلدی جا کر بازار سے کوئلہ خرید لاؤ۔ اُدھر سے
ذرا دوسرے بازار میں نکل جانا اور تھوڑا سا صابون اور گرم مصالحہ
اور موم بتّیاں بھی اور ایک درجن انڈے بھی لیتے آنا ہاں ہاں
ٹھہرنا ذرا بچّے کا مُنہ دھو کر کپڑے بھی پہنا دینا اور اُسے
بھی گود میں لے جانا اور جلدی واپس آجانا کیونکہ ابھی بہت
سے ضروری کام اور بھی پڑے ہیں۔

اذکار و افکار

یہ ذکرِ نیم شبی یہ مراقبے یہ سرُور
تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں
خرد نے کہہ بھی دیا لاالٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
(علامہ اقبال)

ذکرِ الٰہی

ذکر بیج ہے اعمال کے درختوں کا
ذکر نیک وطیرہ ہے نیک بختوں کا

خداوند تعالیٰ کی یاد کو ہر وقت تازہ رکھنے کے لئے مندرجہ ذیل طریق کو اپنا دستور العمل بنالو۔

نہ چھوڑ اے دل فغانِ صبح گاہی
اماں شاید ملے اللہ ہو میں

نمبر شمار	مواقع استعمال	کلماتِ استعمال	مطلب
۱	جب کوئی تشریف لانے کیلئے کہے	اِنْشَاءَاللہ	اگر اللہ چاہے گا۔
۲	جب کسی چیز کی تعریف کرنی مقصود ہو	سُبْحَانَ اللہ	اللہ پاک ہے۔
۳	دُکھ درد کے موقع پر	یَا اللہ	افسوس ہے۔
۴	جب کسی کام کو شروع کرو یا دسترخوان پر بیٹھو۔	بِسْمِ اللہِ	اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔

مطلب	کلماتِ استعمال	مواقع استعمال	نمبر شمار
جو اللہ چاہے	مَاشَاءَ اللّٰہ	جب کسی بات سے خوش ہوں	۵
اللہ بدلہ دے	جَزَاكَ اللّٰہ	جب کوئی پانی پلائے یا کوئی چیز دے	۶
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ	سو کر اُٹھنے کے بعد	۷
اللہ کا شکر ہے۔	اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ	کسی کام کے ختم ہونے پر یا چھینک آنے پر	۸
اللہ تجھ پر رحم کرے۔	یَرْحَمُكَ اللّٰہ	چھینک کا جواب دیتے وقت	۹
نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی طاقت سوائے توفیق الٰہی کے حاصل نہیں ہوتی	لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ	جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئے	۱۰
اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں	تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہ	جب کوئی پوچھے کہ کیا کام کرتے ہو	۱۱
میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں	اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ	گناہ سے معافی مانگنے کے لئے	۱۲
اللہ کی قسم	واللہ باللہ	قسم کھانے پر	۱۳
میں اللہ پر ایمان لایا ہوں	اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ	نکاح کے وقت	۱۴
اللہ کی محبت کے لئے	لِحُبِّ اللّٰہِ	جب کسی سے محبت ہو	۱۵
اللہ کی امان میں	فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ	رخصت کرتے وقت	۱۶
اللہ کی راہ میں	فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ	خیرات کرنے کے وقت	۱۷
قبول فرما	اٰمِیْن	دعائے نیک کے وقت	۱۸
میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں	نَعُوْذُ بِاللّٰہِ	پناہ مانگنے کے وقت۔	۱۹

نمبر شمار	مواقع استعمال	کلمات استعمال	مطلب
۲۰	خوبصورت چیز کو دیکھنے کے وقت	تَبَارَكَ اللّٰهُ	اللہ برکت دے
۲۱	مرنے کی خبر سن کر	اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ	ہم اللہ کی طرف سے آئے ہیں اُسی کی طرف واپس جانے والے ہیں
۲۲	جدھر جاؤ	اَللّٰهُ هُوَ اللّٰهُ	خدا ہی خدا ہے ؛

تُو ہی تُو ہے

شجر میں حجر میں گُل و خار میں تو گُلستاں میں تُو، برگ اور بار میں تُو
بیابان و صحرا و گُلزار میں تُو عیاں وادی و دشت و کہسار میں تو

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

(محرّم)

چہل احادیث

جو کرنی ہو جہانگیری محمدؐ کی غلامی کر
عرب کا تاج سر پر رکھ خداوندِ عجم ہو جا

شریعتِ حقہ کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ جس مسلمان کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس حدیثیں یاد ہوں گی وہ حشر کے دن علماء کے گروہ میں شمار ہوگا اور اس امت کے علماء کا درجہ انبیائے بنی اسرائیل کے برابر ہے۔ لہذا یہ چھوٹی چھوٹی مشہور اور عام فہم حدیثیں انتخاب کی گئی ہیں اور ہر ایک کا ترجمہ بھی اس کے محاذ میں ہے تاکہ ہر مسلمان بآسانی یہ سعادت حاصل کر سکے۔

۱۔ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ	اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے ÷
۲۔ اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ	مجلسیں ہمیشہ دیانتداری سے قائم رہتی ہیں ÷
۳۔ اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ	مشورہ دینے والا دیانتدار ہوتا ہے ÷
۴۔ كُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَةٌ	سب مسلمان بھائی بھائی ہیں ÷
۵۔ اَعْمَالُكُمْ عُمَّالُكُمْ	تمہارے اعمال تمہارے حاکم ہیں ÷
۶۔ مَنْ ضَحِكَ ضُحِكَ	جو کسی کا مضحکہ کریگا۔ اس کا بھی مضحکہ ہوگا ÷

۷- مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ	جو اوروں پر رحم نہیں کریگا۔ اُس پر رحم نہیں کیا جائیگا
۸- مَنْ جَدَّ وَجَدَ	جس نے ڈھونڈا اُس نے پایا ؛
۹- اَلْمَرْءُ بِالْقَرِیْنِ	آدمی اپنے ہمنشیں سے پہچانا جاتا ہے کہ کیسا ہے ؛
۱۰- اَلْبُکَاءُ یُنَوِّرُ الْقَلْبَ	رونا دل کو روشن کرتا ہے ؛
۱۱- اَلنَّصْرُ مَعَ الصَّبْرِ	نصرت ایزدی صبر کے ساتھ ہے ؛
۱۲- اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ	صبر کشائش کی کنجی ہے ؛
۱۳- اَلْقَنَاعَةُ کَنْزٌ لَا یَفْنٰی	قناعت نہ ٹوٹ جانے والا خزانہ ہے ؛
۱۴- اَلْجَنَّةُ دَارُ الْاَسْخِیَاءِ	بہشت سخیوں کا گھر ہے ؛
۱۵- اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ	دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جو بوؤ گے وہ کاٹو گے
۱۶- سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ	قوم کا سردار درحقیقت قوم کا خادم ہوتا ہے ؛
۱۷- خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا	سب سے بہتر اعتدال کا کام ہے ؛
۱۸- طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ	علم کی تلاش فرض ہے ؛
۱۹- اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ	پیشہ ور کو اللہ دوست رکھتا ہے ؛
۲۰- خَیْرُ الزَّادِ التَّقْوٰی	بہتر توشہ پرہیزگاری ہے ؛
۲۱- اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّهٗ	حیا سب کی سب بہتر ہے ؛
۲۲- اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰةُ الْمُسْلِمِ	ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہوتا ہے ؛
۲۳- لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَةِ	سُنا ہوا دیکھے ہوئے کے برابر نہیں ہوتا ؛

نمبر	قول	ترجمہ
۲۴	اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَیْرِہٖ -	نیک وہ شخص ہوتا ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرے
۲۵	اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ	نیکی کی تحریک کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہے
۲۶	اَلسَّفَرُ قِطْعَۃٌ مِّنَ الْعَذَابِ -	سفر میں تکلیف ضرور ہوتی ہے
۲۷	اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ	فقیری میرا فخر ہے
۲۸	اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ	حیا ایمان کی نشانی ہے
۲۹	اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِّاَبِیْہِ	بیٹا باپ کا بھید ہوتا ہے
۳۰	خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ	بہتر آدمی وہ ہے جو دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچائے
۳۱	مَنْ اَحَبَّ الْعُلَمَاءَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ	جس نے عالم کو دوست رکھا۔ اس نے مجھے دوست رکھا
۳۲	مَنْ اَکْرَمَ عَالِمًا فَقَدْ اَکْرَمَنِیْ	جس نے عالم کی تعظیم کی۔ اس نے میری تعظیم کی
۳۳	لَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ	جو عہد پورا نہ کرے۔ وہ دیندار نہیں
۳۴	اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَّطَالِبُوْھَا کِلَابٌ	دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں۔
۳۵	اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ	تم دوزخ کی آگ سے بچو۔ خواہ کھجور کا ایک ہی ٹکڑا صدقہ دو
۳۶	مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَ شَہِیْدٌ	جو اپنے مال کی حفاظت میں قتل ہو۔ وہ شہید ہے
۳۷	لَا یَشْکُرُ اللّٰہَ مَنْ لَّا یَشْکُرُ النَّاسَ	جو لوگوں کا شکر نہ کرے وہ اللہ کا بھی شکر نہیں کر سکتا
۳۸	اِذَا جَاءَکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ	جب قوم کا کوئی بڑا آدمی تمہارے پاس آئے تو اسکی عزت کرو
۳۹	اَلدُّنْیَا زُوْرٌ وَّلَا یُحْصَلُ اِلَّا بِالزُّوْرِ	دنیا مکر ہے اور بغیر مکر حاصل نہیں ہو سکتی
۴۰	اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ	گناہوں سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ نہیں کیے

رموزِ حقیقت

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر
شریکِ زمرۂ لَا یَحْزَنُوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہوں
مرے مولا مجھے صاحبِ جنوں کر!
(علامہ اقبالؒ)

حقیقتِ تصوّف

تصوّف ہی زباں سے دل میں حق کا نام لانا ہے
یہی مسلک ہے جس میں فلسفہ اسلام لانا ہے
(اکبر آلہ آبادی)

۱۔ معروف کرخیؒ۔ تصوف کے معنی یہ ہیں کہ حقائق کو اخذ کیا جائے اور ان باتوں کو جو خلقت کے ہاتھ میں ہیں چھوڑ دیا جائے۔

۲۔ ذوالنون مصریؒ۔ اہلِ تصوف وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدائے بزرگ و برتر کو تمام چیزوں پر ترجیح دی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدائے بزرگ و برتر نے اُن کو تمام چیزوں پر فوقیت بخشی۔

۳۔ سمنونِ المحبؒ۔ تصوف یہ کہ نہ کوئی چیز تیرے قبضہ میں ہو اور نہ کسی چیز کا تجھ پر قبضہ ہو۔

۴۔ جنید بغدادیؒ۔ تصوف کے معنی یہ ہیں کہ باری تعالیٰ تیری خودی کو تجھ سے زائل کر کے فنا کر دے اور اپنے میں ملا کر تجھے زندہ باقی کر دے ؎

میانِ عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست
تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں برخیز

[illegible]

۵۔ حشر والی صورت۔ صورت وہ ہے جس میں صفائے اسرار ہو۔ اس پر عمل کرنا جب ہی ہے کہ رضائے جبار ہو۔ اور خلق کے ساتھ صحبت بے اختیار، و صفائے اسرار سے مراد تزکیہ قلب ہے۔

بے اختیار کے یہاں یہ معنی ہیں کہ لوگوں سے ملو لیکن اپنی مشیت یا قوتِ ارادی کو سلب کر کے ملو۔

۶۔ ابو محمد رویمؒ۔ تصوف نفس کو باری تعالیٰ کی مرضی پر چھوڑ دینے کا نام ہے۔ نیز تصوف تین خصلتوں پر مبنی ہے۔ فقر و ناداری کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ ایثارِ نفس کا حقیقت شناس ہونا۔ مشیتِ ایزدی میں دم مارنے اور اپنی مرضی کا اظہار کرنے سے باز رہنا۔

۷۔ علی بن سہل اصفہانیؒ۔ تصوف یہ ہے کہ خدا کے سوا تمام چیزوں کے تعلق سے بری ہو۔

۸۔ ابو محمد الجریریؒ۔ تصوف اعلیٰ درجہ کے اخلاق کے حاصل اور ادنےٰ درجہ کے اخلاق سے گریز کرنے کا نام ہے۔

۹۔ ابوبکر الکتانیؒ۔ تصوف اخلاقِ حسنہ کا نام ہے پس جو شخص تم سے اخلاقِ حسنہ میں فوقیت لے جائے سمجھ لو کہ وہ صفائی قلب میں بھی تم سے بڑھ گیا ہے۔

۱۰۔ حضرت امام غزالیؒ۔ تصوف دو ۲ چیزوں کا نام ہے:۔

اوّل۔ راستی با خدا۔ دوم۔ نکوئی با خلقِ خدا یعنی جو کوئی خدا تعالیٰ کے ساتھ راستباز اور خلق خدا کے ساتھ نیک خواہ اور بُردبار

ہے وہ صُوفی ہے اور راستی خدا کے ساتھ یہ ہے کہ اپنے حظوظِ
نفسانی کو اُس کے حکم پر نثار کردے اور نکوئی خلق کے ساتھ یہ ہے
کہ دُوسرے کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھے بشرطیکہ حاجت
اُن کی شرعِ شریف کے موافق ہو ؛

۱۱۔ حضرت احمد خضرویہ رح۔ تصوف کی حقیقت یہ ہے کہ تو حق تعالےٰ
کو دل سے دوست رکھے اور زبان سے یاد رکھے اور ماسوا سے
اپنے خیالات ہٹالے اور حق تعالےٰ سے نزدیک تر وہ شخص ہے
جس کا خُلق زیادہ ہے ؛

۱۲۔ ابوالحسن النوّری رح۔ تصوف نہ تو رسوم میں ہے نہ علوم میں
بلکہ اخلاق کا نام ہے اگر رسم ہوتا تو مجاہدہ سے حاصل ہوتا علم ہوتا
تو تعلیم سے ہاتھ آتا مگر وہ تو اخلاق ہے ؛
تصوّف حق تعالیٰ کی دوستی اور دُنیا کی دشمنی ہے ؛

۱۳۔ ابوالحسن بوسنگی رح۔ تصوّف کوتاہئ امل اور مداومتِ عمل ہے ؛

۱۴۔ ابوالعباس نہاوندی رح۔ فقر کا آخر تصوّف کا اوّل ہے ؛

۱۵۔ ابوعثمان المغربی رح۔ تصوف قطعِ علائق ۔ رفضِ خلائق اور اتصالِ حقائق
ہے ؎ قُم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن (اقبال رح)

۱۶- ابوالحسن المزین رح۔ تصوف حق کی حلقہ بگوشی کا نام ہے ۔

۱۷- ابوعمرو بن النجید رح۔ تصوف صبر کرنا ہے تحتِ امر و نہی میں ۔

۱۸- ابوالحسن البوشنجی رح۔ تصوف کوتاہیٔ امل و مداومت بر عمل ہے ۔
یعنی امیدوں کا کم کرنا اور عملِ نیک پر ہمیشگی ہے ۔

۱۹- ابوحفص الحداد رح۔ تصوف تمام تر ادب ہے ۔

۲۰- حضرت عثمان عمرو بن عثمان مکی رح۔ تصوف یہ ہے کہ ہر وقت
اس کام میں مشغول رہو۔ جو اس وقت سب سے بہتر ہو۔

صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق
نیست فردا گفتن شرطِ طریق

صوفیائے کرام

رہا نہ حلقۂ صوفی میں سوزِ مشتاقی
فسانہ ہائے کرامات رہ گئے باقی (علامہ اقبال رح)

۱- ابوتراب نخشبی۔ صوفی وہ ہے جسے کوئی چیز ناپاک نہ کر سکے اور
خود ہر چیز کو پاک و صاف کر دے ۔

۲- بشر حافی رح۔ صوفی وہ ہے جو خدا کے ساتھ دل صافی رکھے ۔

۳۔ سری سقطی رح۔ صوفی وہ ہے جس کا نورِ معرفت اُس کے زہد و ورع کو ماند نہ کردیتا ہو اور وہ کوئی ایسا باطنی عقیدہ نہ ظاہر کرتا ہو جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے مخالف اور جو کرامتیں اُسے عطا کی گئی ہیں اُن پر اِترا کر وہ خدا کے مقدس قانون کی خلاف ورزی اُس کا تہتک نہ کرتا ہو۔

۴۔ سہل بن عبداللہ تستری رح۔ صوفی وہ ہے جو اپنے خون یعنی قتل کئے جانے کو جائز اور مباح سمجھے اور اپنے مال و املاک کو دوسروں کا مال و املاک تصور کرے۔

۵۔ عمر بن عثمان مکی رح۔ صوفی وہ ہے جو ہر وقت اس شغل میں مصروف رہے جو اس کے نزدیک اُس وقت سب سے اَولیٰ و انسب ہو۔ بالفاظِ دیگر خدا کی قوتِ فاعلی کے ظہور کے لیے محض ایک انفعالی آلہ بنا رہے۔

مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں
بہانہ بے عملی کا بنی شرابِ الست (اقبال رح)

ابو الحسین النوری رح۔ صوفی کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ جب اُس کے پاس کچھ نہ ہو تو بے قراری نہ ظاہر کرے اور جب کچھ موجود ہو تو ایثار سے کام لے۔

۷۔ حسین بن منصور حلاج رح۔ صوفی وہ ہے جو ذات کے لحاظ سے واحد ہو نہ کوئی اُسکی طرف متوجہ ہو اور نہ وہ کسی کی طرف متوجہ ہو۔

۸۔ عبداللہ بن محمود المرتعش رح۔ صوفی وہ ہے جو ہر بلا سے بے خوف اور ہر عطا سے سیر چشم ہو۔

۹۔ ابوالحسن النوری رح۔ صوفی وہ ہے جس کی جان کدورتِ بشریت سے آزاد ہے۔ آفتِ نفس سے صاف ہے، اور خواہشات سے خالی ہے تب کہیں جاکر وہ درجۂ اعلیٰ میں حق تعالیٰ کے ساتھ آرام کرتا ہے۔

۱۰۔ ابوعلی الرودباری رح۔ صوفی وہ ہے کہ صوف پہنے بصفا نفس کو چکھائے طعمہ جفا۔ دُنیا کو دیکھے از پسِ قفا۔ سلوک کرے طریق مصطفےٰ کو سمجھے درد کو دوا۔ مرض کو جانے شفا، مرگ کو خیال کرے بقا۔

۱۱۔ ابوبکر شبلی رح۔ صوفیہ بچے ہیں جنہیں خدا گود میں لئے بیٹھا ہے۔ تصوف اِس عالمِ کون کی دید سے بچائے جانے کا نام ہے۔ صوفی اُس وقت ہوتا ہے کہ جملہ خلائق کو اپنی عیال خیال کرے۔

ابومحمد الراجی رح۔ صوفی اس وقت تک صوفی نہیں ہوتا جب تک کہ حالت یہاں تک نہ پہنچ جائے کہ زمین اُسے پناہ نہ دے آسمان اس پر سایہ نہ ڈالے خلقِ خدا اُسے مردود و مطرود جانے اور ہر حالت میں اس کا مرجع باری تعالیٰ ہی ہو۔

۱۳۔ ابوالحسن خرقانی رح۔ صوفی ایک ایسا دن ہے جس کو آفتاب کی حاجت نہ ہو اور ایک ایسی رات ہے جسے چاند اور ستاروں کی ضرورت نہ ہو اور ایک نیستی ہے جس کو کسی ہستی کی حاجت نہ ہو۔

۱۴۔ جنید بغدادی رح۔ صوفی وہ ہے کہ جس کا دل ابراہیم کے دل کی طرح دنیا سے سلامتی یافتہ ہو اور اسی کی طرح فرمانِ خدا بجالانے والا ہو۔ اس کی تسلیم تسلیمِ اسمٰعیل ع اور اندوہ اندوہِ داؤد ع اس کا فقر فقرِ عیسیٰ ع اس کا صبر صبرِ ایوب ع اس کا شوق شوقِ موسیٰ ع اور اس کا اخلاص اخلاصِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔

۱۵۔ داتا گنج بخش لاہوری رح۔ صوفی وہ ہے جس کا کردار موافق ہو۔ فرمایا تصوف ایک حقیقت ہے بے نام اور آج ایک نام ہے بے حقیقت۔

اب حجرۂ صوفی میں وہ فقر نہیں باقی
خونِ دلِ شیراں ہو جس فقر کی دستاویز (اقبال رح)

پیامِ زندگی

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اُن کو اپنی منزل آسمانوں میں!
نہ ہو نومید، نومیدی زوالِ علم و عرفاں ہے
اُمیدِ مردِ مومن ہے خُدا کے رازدانوں میں!
(علّامہ اقبالؒ)

خدا کا پیغام فرشتوں سے

اُٹھو میری دُنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخِ اُمرا کے در و دیوار ہلا دو

گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقیں سے
کُنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو!

سُلطانیِ جمہور کا آتا ہے زمانہ
جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو!

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی
اِس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو!

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اُٹھا دو!

حق را بسجودے، صنماں را بطوافے
بہتر ہے چراغِ حرم و دیر بُجھا دو!

میں ناخوش و بیزار ہوں مرمر کی سلوں سے
میرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو!

تہذیبِ نوی کارگہِ شیشہ گراں ہے
آدابِ جنوں شاعرِ مشرق کو سکھا دو!

علامہ اقبال رح

۲۔ پیغام اہلِ عالم سے

ہوشیار اے اہلِ عالم اب نہیں ہنگامِ خواب
محفلِ ہستی یوں ہی کب تک اسیرِ انقلاب!

بربری تہذیب سے ہنگامۂ تخریب سے
تم نے دنیا کے ہزاروں دَور کر ڈالے خراب!

پھر نظامِ دہر کو پیرایۂ تجدید دو
اپنی دنیا کو بنا دو بزمِ فطرت کا جواب!

تم فقط انسان بن کر اپنی دنیا میں رہو
پُرسکوں، آزاد، یک سُو کامگار و کامیاب!

بادۂ کبر و خودی ناپاک ہے ملعون ہے
پی رہے ہو تم جسے انسانیت کا خون ہے!

(سیماب اکبرآبادی)

۳۔ پیغامِ مسلمان سے

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے!

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے!

حنا بندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے!

یہ نکتہ سرگذشتِ ملتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسباں تو ہے!

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا!

(علامہ اقبالؒ)

۴۔ پیغام نوجوانوں سے

مرا پیغام ہے یہ ملک و ملّت کے جوانوں کو
کہ پھر زندہ کریں اپنی پرانی داستانوں کو!

سنانا زیر دستوں کا نہیں اچھا زبر دستو
کہ آہیں اُن کی لرزا دیں گی جا کر آسمانوں کو!

زر و لعل و جواہر کے دفینے ہیں یہاں لاکھوں
نکالو چیر کر پہلو زمین کا ان خزانوں کو!

چمن والو مقدر ہو چکی ہے خانہ ویرانی
فضائیں ڈھونڈتی پھرتی ہے بجلی آشیانوں کو!

کچھ ایسے کارنامے چھوڑ جاؤ یادگار اپنی
کہ جھومیں لوگ سُن سُن کر تمہاری داستانوں کو!

(گلچیں کرنالی)

۵۔ پیغامِ شریکِ زندگی سے

اے شریکِ زندگی اس بات پر روتی ہے تو
کیوں مرا ذوقِ ادب ہے مائلِ جام و سبو!

کس لیے اس پر نہیں روتی کہ اہلِ خانقاہ
کر رہے ہیں ڈاڑھیوں کے سایہ میں روحیں سیاہ!

کس لیے اس پر نہیں روتی کہ مصنوعی صلوٰۃ
خم کیے دیتی ہے اپنے وزن سے پشتِ حیات!

کس لیے اس پر نہیں روتی کہ اب جینا ہے شاق
دیر سے منڈلا رہا ہے چرخ پر ابرِ نفاق!

کس لیے اس پر نہیں روتی کہ دنیا دام میں آئی ہوئی
زر کے پیچھے دوڑتی پھرتی ہے گھبرائی ہوئی!

کس لیے اس پر نہیں روتی کہ سر پر ہے زوال
بن رہا ہے انجمن کی ملک عورت کا جمال!

کس لیے اس پر نہیں روتی کہ ہے گرمِ فغاں
سبحہ و زنار میں جکڑا ہوا ہندوستاں!

کس لیے اس پر نہیں روتی کہ تیرے نونہال
بن رہے ہیں مغربی تعلیم سے رنگین جمال!

کس لیے اس پر نہیں روتی کہ ہندی نوجواں
کھو چکا ہے تیغ زن اسلاف کی روحِ تپاں!

کس لیے اس پر نہیں روتی کہ بیٹے کی جبیں
باپ کے ماتھے کی سی تابندگی رکھتی نہیں!

چھوڑ کر چہرے کے دھبے آئینہ دھوتی ہے تو
میری درویشانہ میخواری پہ کیوں روتی ہے تو

(جوش ملیح آبادی)

۶۔ پیغامِ عمل

اُٹھ اے نوجواں تجھ کو ہمّتِ خُدا دے
جوانانِ ملّت کی بگڑی بنا دے!
تو غازیِ ملّت ہے، درسِ بقا دے
مُسلماں کو مر کے جینا سکھا دے!
بنی نوعِ انساں کو باہم ملا دے
بشر کو بھی اک "خیر باقی" بنا دے!
گرہ رشتۂ خود گسل میں لگا دے
جو ہیں غیر، اُن کو بھی اپنا بنا دے!
یہی لائحہ اِک تیرے اعمال کا ہے
تقاضا یہی رُوحِ اقبالؒ کا ہے

(نیاز علی شاہ چوراسی)

حقائق حیات

رازِ حیات پوچھ لے خضرِ خجستہ گام سے
زندہ ہر ایک چیز ہے کوششِ ناتمام سے

علامہ اقبالؒ

مقدارِ حیات

اے شمع تیری عمرِ طبعی ہے ایک رات
ہنس کر گذار یا اسے رو کر گزار دے

ہر جاندار کی زندگی کا انجام آخر موت ہے ۔
زیادہ دیر تک زندہ رہنے کے لئے آزادی کی ضرورت ہے ۔
ابتدائی زمانہ میں انسان کی عمر اسی لئے زیادہ ہوتی تھی کہ وہ ہر قسم کے قانونی شکنجہ سے بالکل آزاد تھے ۔

غم سے ملول دل ہے نہ شاداں خوشی سے ہے
دنیا میری نگاہ میں ہے جائے انقلاب (محرم)

زندگی دراصل وہی کامیاب ہوتی ہے جس میں کوئی مفید کام کیا جائے ۔

ہے جان کے ساتھ کام انسان کے لئے
بنتی نہیں زندگی میں بے کام کئے
جیتے ہو تو کچھ کیجئے زندوں کی طرح
مُردوں کی طرح جئے تو کیا خاک جئے (حالی)

۴۔ چند سال کی زندگی میں اگر کوئی مفید کام انجام پائے۔ تو سمجھ لے کہ تمہارا نام ہمیشہ کے لئے زندہ اور روشن ہوگا۔

زندہ است نامِ فرّخِ نوشیرواں بعدل
گرچہ بسے گزشت کہ نوشیرواں نماند (سعدیؒ)

۵۔ شیر کی ایک سال کی زندگی گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

جو بزدل ہیں وہ پہلے موت سے سو بار مرتے ہیں
دلاور ایک بار اس دہرِ فانی سے گزرتے ہیں
(محروم)

۶۔ مختلف جانداروں کی زندگی کی اوسط مقدار حسبِ ذیل ہے:-

خرگوش	بھیڑ	بلّی	کُتّا	بکری
۵ سال	۱۲ سال	۱۳ سال	۱۵ سال	۱۵ سال
گائے	سؤر	گھوڑا	اُونٹ	شیر
۲۵ سال	۲۵ سال	۲۷ سال	۴۰ سال	۴۰ سال
ہاتھی	مگرمچھ	کچھوا	ویل مچھلی	
۱۰۰ سال	۳۰۰ سال	۳۵۰ سال	۵۰۰ سال	

۷۔ مختلف پرندوں کی زندگی میں اوسط عمر مندرجہ ذیل ہے :-

مُرغی	بُلبُل	کبوتر	مور	چڑیا
۱۴سال	۱۸سال	۲۰سال	۲۴سال	۴۰سال
باز	طوطا	کوّا	بطخ	عقاب
۵۰سال	۶۰سال	۱۰۰سال	۱۰۰سال	۱۰۰سال

اِنسانی زندگی کی ۲ دو راہیں

بصورتِ تو بلے کمتر آفرید خدا
ترا کشیدہ و دست از قلم کشید خدا

ایک خطروں، محنتوں اور کشمکشِ روزگار میں سے لیا جاتا ہے۔ مگر اُوپر ہی اُوپر چمکتی ہوئی بلندیوں کی طرف جاتا ہے کہ جن کا آفتاب ایک بار طلوع ہونے کے بعد ارتقائے حقیقی پر پہنچتا ہے۔ اور پھر ——— غروب ہونا نہیں جانتا ؎

اُنہیں سے ہے آباد ہر مُلک و دولت
اُنہیں سے ہے سرسبز ہر قوم و ملت

اُنہیں پر ہے موقوف قوموں کی عزّت
اُنہیں کی ہے سب ربع مسکوں میں برکت
دم ان کا ہے دنیا میں رحمت خدا کی
اُنہیں کو ہے پھبتی خلافت خدا کی
اُنہیں سے یہ رتبہ تھا آدم نے پایا
کہ سر اُس سے رُوحانیوں نے جھُکایا
نہال اس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اُوپر چڑھے ہیں (حالی رح)

دوسرا:۔ خوشنما اور دلکش وادیوں میں سے جاتا ہے اور اپنی خوشنمائی اور دلکشی پر نازاں وخنداں رہتا ہے مگر نیچے ہی نیچے ان گہرائیوں کی طرف جاتا ہے کہ جن کا آفتاب غروب ہوتا ہوا سایہ اور اندھیرے کے اندر چھپتا ہے اور پھر ——— طلوع ہونا نہیں جانتا۔

سب ایسے تن آسان و بے کار و کاہل — تمدن کے حق میں ہیں زہر ہلاہل!
نہیں ان سے کچھ نوعِ انساں کو حاصل — نہیں ان کی صحبت کہ ہے سمِ قاتل!
یہ جب پھیلتے ہیں سمٹتی ہے دولت — یہ جوں جوں کہ بڑھتے ہیں گھٹتی ہے دولت!
جہاں بڑھ گئی ان کی تعداد حد سے — ہوئی قوم محجوب سب دام و دد سے!
بچو! ایسے شوموں کی پرچھائیوں سے
ڈرو ایسے چُپ چاپ یغمائیوں سے! (حالی رح)

سفینۂ حیات

تفاوت طبیعت میں ہے رات دن کا
وہ عالم نہیں اب دلِ مطمئن کا (محروم)

۱۔ دنیا کی شرم کہتی ہے کہ محبت کا راز پوشیدہ رکھوں لیکن مست اور مخمور جذبات مآل اندیشی کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اظہارِ محبت کے لئے مچل جاتے ہیں ؎

میری آنکھوں میں ہیں فریاد کے ٹکڑے ٹکڑے
اشک میں ہیں دلِ برباد کے ٹکڑے ٹکڑے (یونس)

۲۔ آنکھیں کہتی ہیں کہ سیلاب اشک بہا کر آتشِ غم کو بجھاؤں لیکن سوزِ دروں کہتا ہے کہ اندر ہی اندر پھنک کر خاک ہو جاؤں ؎

غم سے اکثر ٹوٹتا ہے وقت و موسم کا نظام
شام ہو جاتی ہے صبح اور صبح ہو جاتی ہے شام (محروم)

۳۔ عقل کا تقاضا ہے کہ میں دل کو سمجھاؤں اور اسے کسی دوسری طرف لگاؤں محبت کہتی ہے کہ اگر فردوسِ راحت اور ابدی حیات چاہتے ہو تو مآل اندیشی کو خیر باد کہہ کر اس کے ہو جاؤ۔

نہ محتاجِ سلطاں نہ مرعوبِ سلطان
محبت ہے آزادی و بے نیازی
مرا فقر بہتر ہے اسکندری سے
یہ آدم گری ہے وہ آئینہ داری (علامہ اقبالؒ)

۴۔ مآل اندیشی کہتی ہے کہ اس سودا کو سر سے نکال کر اطمینان و سکون سے زندگی بسر کروں۔ محبت کہتی ہے کہ اگر حقیقی راحت اور ابدی حیات سے جویا ہو۔ تو میری راہ میں فنا ہو جاؤ۔

شہیدِ محبت نہ کافر نہ غازی
محبت کی رسمیں نہ ترکی نہ تازی
وہ کچھ اور شے ہے محبت نہیں ہے
سکھاتی ہے جو غزنوی کو ایازی (اقبالؒ)

۵۔ اے خالقِ محبت ۔۔۔ ! تو ہی بتا۔ کہ میں سفینۂ حیات کو ساحل کی طرف لے جاؤں ۔۔۔ یا بحرِ محبت کی طوفان خیز موجوں کے سپرد کر دوں ۔۔۔ ؟ رباعی

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کج، دل پریشاں، سجدہ بے ذوق
کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے!
(اقبالؒ)

صبح سے شام تک

وقت دیتا نہیں ہے ساتھ اُن کا
جن کی صبح خراب شام خراب

۱۔ صبح زندگی ہے اور شام موت ـــــ صبح عملی زندگی کا آغاز اور شام اس کا اختتام ـــــ صبح کے چہرے پر عیش و سرور کی سرخی اور شام کی صورت پر فقر و ناداری افسردگی ـــــ

غم کی آغوش میں پلا ہوں
ہے شام غم، صبح عید مجھکو

۲۔ وقت صبح عملی میدان میں آگے بڑھنے والا جوان ہے ۔ اس کے جسم میں جوش اور طاقت اور اس کی آنکھ میں اُمید اور خواہش ہے ـــــ وہ کارزار حیات کا باحوصلہ جنگ آزما ہے

وہ ہل چل مچی شہر و دشت و جبل میں
تموج سا پیدا ہوا جل میں تھل میں

شام ایک کمزور ضعیفہ ہے ۔ اس کے کان میں چراگاہ سے گھر کی طرف واپس ہونے والے مویشیوں کی گھنٹی کی آواز رفتہ رفتہ

مدھم ہوتے ہوتے غائب ہو جاتی ہے ؎

اے دل تو بھی خاموش ہو جا
آغوش میں غم کو لے کے سو جا

۳۔ صبح سو کر اُٹھنے والا نوجوان ہے جو اپنی محبوبۂ شب کی محبت میں مُبتلا ہو کر دیوانہ وار اُس کی طرف دوڑتا ہے ——

اُٹھا ذوقِ نظارہ منہ اندھیرے
نظر آئے نُورِ سحر کے پھریرے

اور شام اپنے مرے ہوئے عاشق کے غم میں ماتمی لباس پہنے خاموش بیٹھی رہتی ہے ؎

آفت آئی مریضِ ہجراں پر
حسرت افزا ہے شام کا منظر

۴۔ صبح کی آنکھوں سے روشنی نکلتی ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں اسلحہ ہے اور دوسرے میں کتاب —— اور شام کی آنکھیں ہنگامۂ زندگی کی افسردگیوں کو دیکھتے دیکھتے تھک گئی ہیں۔ اس کے ہاتھ خالی ہیں اور اس کی پیشانی پر "ناکامِ حیات" کندہ ہے ؎ جس طرح کوئی کاروانِ عظیم
کُوچ کرنے لگے بحالتِ بیم

۵۔ صبح عملی زندگی کی دعوت و تعلیم دینے والی معلّمہ ہے ـــــ

اذان اور ناقوس نے غل مچایا

کہ اے غافلو وقت اٹھنے کا آیا

اور شام ترکِ دُنیا کی تسلیم و تلقین کرنے والی راہبہ ـــــ

دَورِ خورشید کا تمام ہوا

وقت بزمِ سکوتِ شام ہوا

۶۔ صبح جوش اور ولولہ کا طیارہ ہے ـــــ اور شام مایوسیوں

اور افسردگیوں کا گہوارہ ـــــ

ہنستے روتے گیا ہے دن تو گذر

رہِ ظلمات ہو گی طے کیوں کر!

۷۔ صبح کہتی ہے ـــــ آگے بڑھو ـــــ!

صبح کہتی ہے ـــــ آگے بڑھو ـــــ!

اور شام کہتی ہے ـــــ بس ٹھیر جاؤ ـــــ!

زندگی سے ـــــ موت تک

موت اور زندگی فسانہ ہے
دُنیا گویا سرائے خانہ ہے

۱۔ اے اِنسان تیری عمر کی کتاب کیسی ہے۔ کل ہی کی بات ہے ـــــ والدہ کی گود باغِ عدن تھی ـــــ تیرا گھوارہ تھا ـــــ تیری دُنیا تھی ـــــ تو چلنے لگا ـــــ مدرسے پہنچا ـــــ دِن کیسے گذرے ـــــ وہ پڑھنے کا شوق ـــــ وہ اُستادوں کا خوف ـــــ تو خواب کیوں نہ کہے؛ سے

یادِ ایّامِ کامرانیٔ دِل
در حقیقت ہے نوحہ خوانیٔ دل

۲۔ پھر کالج کے دِن ـــــ دیگرے بیست کا زمانہ ـــــ وہ جوانی کا جوش ـــــ وہ محبت کا فسانہ ـــــ تو تعبیر کیسے کرے۔

شوق کے دِن وہ ذوق کی راتیں
اب ہیں عہدِ گذشتہ کی باتیں

۳- پھر فکر روزگار ——— کہیں نوکری کوئی بیوپار ———
وہ دربدر دھکے ——— وہ زمانے کی مار ——— تو
عبرت کیلئے؟

ہے وہی آسماں وہی خورشید
نظر آتی نہیں شعاع امید

۴- پھر شادی کا خیال ——— پھر عورت کا دبال ———
پھر اولاد کا جنجال ——— پھر پیری کا سوال ——— او خدا
ہم کیوں آئے تھے؟ کہاں سے آئے تھے ——— کہاں
جائیں گے ——— اے موت ذرا دم لے ——— آنکھیں
کھول لینے دے ——— اندھے کو کہاں لے جائے گی؟

منظر دہر جا بہ جا بدلا
رنگ لیل و نہار کا بدلا

۵- اے انسان! کیا تو بتا سکتا ہے ہم اس دنیا میں کیوں
آئے؟ ——— جینے کے بعد مرنا ——— جیف اس دانست
پر ——— جینے کے بعد مرنا ہی تھا تو پھر جینے کے لئے
اتنی محنت کیوں کی؟ ——— دنیا سے علیحدہ ہوتے
——— رنج و غم سے آزاد رہتے ——— اپنے حال میں

آباد رہتے ـــــ ہونے کی خوشی نہ ہوتی مٹنے کا غم نہ ہوتا ــــ
ہم ہوتے ـــــ ہوتے ـــــ نہ ہوتے نہ سہی ــــ
ـــــ ہمیں کیا جو دُنیا ہمارے بعد رہی ـــــ یہ ہم
سے پہلے بھی تھے ـــــ ہم نے کیا کیا؟ ـــــ کیا
کر رہے ہیں؟ ـــــ اور کیا کریں گے؟ ـــــ جب
زندگی تمام ہوگی ـــــ ہماری یاد بھی جاتی رہے گی ــ
ـــــ جیسے ہم تھے ـــــ اور جیسے ہم نہیں تھے

مہرِ درخشاں رہے گا نہ تار دن بھری رات رہے گی
نہ تو زندگی رہے گی اور نہ زندگی کی بات رہے گی

ادبِ ہندی

لبریز ہے شرابِ حقیقت سے جامِ ہند
سب فلسفی ہیں خطۂ مغرب کے رامِ ہند!

(علامہ اقبالؒ)

ادبِ ہندی

اس دیش میں ہوئے ہیں ہزاروں ملک سرشت
مشہور جن کے دم سے ہے دُنیا میں نامِ ہند (اقبالؒ)

رام نام کے کارنے سب دھن ڈالا کھوئے مُورکھ جانے گر پڑا دھن دونا ہوئے

سبب دولت بیوقوف دُگنا

گوڑھی لالی دیکھ کے پھول گمان بھئے کتنے باغ جہان میں لگ لگ سوکھ گئے

گہری سُرخی مغرور ہوئے

پینا چاہیے پریم رس رکھنا چاہیے مان ایک میان میں دو کھڑگ دیکھا سنا نہ کان

جامِ محبت خدا تکبر تلوار

سر راکھے سر جات ہے سر کاٹے سر ہوئے جیسے باتی دیپ کی کٹے اجالا ہوئے
سر رکھے سے سر جاتا ہے سر کاٹنے سے فتح جس طرح بتی چراغ کی کٹنے سے روشنی ہوتی ہے

ہاڈ جلیں جوں لاکڑی کیس جلیں جوں گھاس سب جگ جلتا دیکھ کر بھئے کبیر اُداس

ہڈیاں مانند لکڑی بال مانند دُنیا ہوئے غمگین

دوش پرایا دیکھ کر چلے ہنست ہنست اپنا یاد نہ آوتا جا کا آد نہ اُنت

گناہ غیر کا دیکھ کے چلے ہنستے ہنستے اپنا خیال نہیں آتا جس کی کوئی انتہا نہیں

تِنکا کبھوں نہ نندئیے جو پاؤں تلے ہو   کبھوں اُڑ آنکھوں پڑے پیڑ گھنیری ہو

کبھی بُرائی نہ کیجئے — تنکے — کبھی — درد بہت

سانچ بن سمرن نہیں بھئے بن بھگتی نہ ہوئے   پاس ہیں پرواد ہے کنچن کیس بدھ ہوئے

سچ — یادِ خدا — حرف بغیر عبادت — سونا بنا دینے والا پتھر — رکاوٹ — سونا طرح

ایسی بانی بولیئے جو من کا آپا کھوئے   آدرن کو سیتل کرے اور آپا سیتل ہوئے

بات — دِل کی خودی — اوروں — ٹھنڈا — اپنے آپ ٹھنڈا

جہاں دیا تہاں دھرم ہے جہاں لوبھ تہاں پاپ   جہاں کرودھ تہاں کال جہاں چھما تہاں آپ

رحم — وہاں دینداری — حرص گناہ — غصّہ — موت — خاکساری وہاں

شبد برابر دھن نہیں جو کوئی جانے بول   ہیرا تو داموں ملے شبد کا مول نہ تول

کلام نیک کے برابر مال و دولت اگر کوئی جانے بولنا — قیمت — سے — کلام نیک

جیوں نینن میں پُتلی تیوں خالق گھٹ ماہیں   مورکھ لوگ نہ جانہیں باہر ڈھونڈن جائیں

جیسے آنکھوں میں پتلی — ویسے دِل کے اندر — بیوقوف سمجھیں — تلاش

جیوں تل ماہیں تیل ہے جیوں چقمق میں آگ   تیرا پریتم تجھ میں بسے جاگ سکے تو جاگ

جیسے تِل میں تیل ہے — جیسے چقماق میں آگ — محبوب

ست بچن ادھینتا پر تریا مات سمان   تا ہو پر نہ ہر ملیں تو تلسی داس ضمان

سچ بولنا — صبر — پرائی عورت ماں کی مانند سمجھنا — تِس پر بھی خدا ملے تو تلسی داس ضامن ہے

کام کرودھ موہ لوبھ کی جب لگ من میں کھان　　تلسی پنڈت مورکھا دونوں ایک سمان
شہوت غضب محبت لالچ　تک دل میں کان　　بیوقوف　　مانند

پڑھ پڑھ کے سب جگ موا پنڈت بھیا نہ کوئے　　ڈھائی اکشر پریم کا پڑھے سو پنڈت ہوئے
جہاں مرا　　ہوا نہ کوئی　　$2\frac{1}{2}$　　حروف محبت

من میلا تن اجلا گلا کا سا بھیکھ　　تو سے تو کاگا بھلا جو باہر بھیتر ایک
دل　　سفید　　بھیس　　تجھ　　کوّا　　اچھا　　اندر

پریم برابر جوگ نہیں پریم برابر گیان　　پریم بھگتی بن سادھنا سب کچھ تھوتھا جان
محبت خدا　　ترکِ دُنیا　　معرفت　　سچی دلی عبادت بغیر اے فقیر　　خالی

مالا پھیرت جگ بھیا پھرا نہ من کا پھیر　　کر کا منکا ڈار کر تو من کا منکا پھیر
تسبیح پھیرتے مدت ہوئی مگر پھرا نہ نفس کا چکر　　ہاتھ　ڈال　　دل

مالا تو کر میں پھرے جیبھ پھرے مکھ ماہیں　　منواں تو دہ دس پھرے یہ تو سمرن ناہیں
تسبیح ہاتھ　　زبان　　منہ کے اندر　　نفس چاروں طرف　　یادِ خدا نہیں

پانی کا سا بلبلا اس مانش کی جات　　دیکھت ہی چھپ جائینگے جیوں تارا پربھات
انسان کی اصلیت　　دیکھتے　　جیسے صبح کا تارا

کبیرا انت مر جائیں گے کوئی نہ لے گا نام　　اُجڑ جا بسائیں گے چھوڑ بستا گام
آخر　　اُجاڑ جگہ　　بستا　چھوڑا گاؤں

سوکن سے سُولی بھلی جو تُرت نکالے جی سُولی سے سوکن بُری جو آدھ بٹائے پی

پھانسی فوراً جان پھانسی آدھا حصہ لے آدھا حصہ لے خاوند میں سے

آج کہے میں کال جیوں گا کال کہے پھر کال آج کال ہی کرت ہے اوسر جاسی چال

کل عبادت کروں گا کل کل کل کرتا بھول جائیں گی

کال کرے سو آج کر آج کرے سو اب پل میں پرلے ہوئے گی بہیر کرے گا کب

کل جو کچھ کرنا ہے وہ آج کر اور آج جو کرنا ہو ابھی کر لے قیامت ہوگی پھر

آسن مارے کیا ہوا مری نہ من کی آس تیلی کا رے بیل جیوں گھر ہی کوس پچاس

معتکف ہونے سے کیا ہو جب تک ہیں دل کی خواہشات تیلی کا بیل جیسے گھر میں ہی پچاس کوس چلتا ہے

بڑا ہوا تو کیا ہوا جیسے بڑی کھجور پاندھی کو چھایا نہیں پھل لاگے اتی دور

مسافر کو سایہ لگے

پتا ٹوٹا ڈال سے لے گئی پون اڑائے اب کے بچھڑے نہ ملیں دُور پڑیں گے جائے

ٹہنی ہوا جُدا ہوئے

کبیر کلجگ کٹھن ہے سادھ نہ مانے کوئے کامی کرودھی مسخرا تن کا آدر ہوئے

چودھویں صدی مشکل وقت ہے فقیر کو نہیں مانتا کوئی زانی غصہ ور مسخرا ان کی آؤ بھگت ہوتی ہے

جو کچھ کیا سو تیں کیا اور میں کیا کچھ نا نہہ تجھ بن میں نے کیا کیا کہ تو ہی تھا مجھ ماہنہ

تو نے نہ میرے اندر

آنکھ ناک مُنہ ڈھانپ کے نام نرنجن لے   اندر کے پٹ جب کھلیں جب باہر کے پٹ دے

خدا   دروازے جب جب   دروازے

موند منڈائے کیا ہوا جو کیتا گھوٹم گھوٹ   منوا تو مونڈا نہیں جس کا سگرا کھوٹ

سر منڈانے سے کیا ہوتا ہے جو کیا صفا صفا   نفس کو تو مونڈا نہیں جس کی ساری خرابی ہے

مرنے پیچھے مت ملو کہے کبیرا رام   لوہا ماٹی ہو گیا پھر پارس کس کام

مرنے کے بعد ملنے سے کیا فائدہ کہتا ہے کبیر اے میرے خدا   مٹی

رام نام سے کشٹے بھلے جو ٹپ ٹپ ٹپکے جام   واروں کنچن دیہہ کو جس مکھ نا را ہیں رام

یادِ خدا کرنے والا کوڑھی اچھا جس کے جسم میں پیپ ٹپکے   نثار کروں سونے جیسے جسم کو کہ جس منہ میں نہیں یادِ خدا

تُلسی رن میں جھوجھنا گھڑی ایک کا کام   نت اُٹھ من سے جھوجھنا بن کھانڈے سنگرام

میدان جنگ میں جنگ کرنا   ہر روز نفس سے جنگ کرنا بغیر تلوار لڑائی ہے

مصری کا پربت بھیو اور چیونٹی نکسی آئے   اُن مکھ اپنا بھر لیو پربت کا کیا جائے

پہاڑ ہے   نکلی   اس نے منہ بھر لیا   پہاڑ

جیسی کرنی دیو کو ویسی آپجے بُدھ   ہون ہار ہردے بسے بسر جات سُدھ

جو کرنا خدا کو منظور ہو ویسی ہو جاتی ہے عقل   ہونے والی دل میں بس جاتی ہے بھول جاتی ہے خبر

ندی ناؤ کا بیٹھنا پلک ایک کی پریت   پل میں بچھڑے جات ہیں یہی جگت کی ریت

ندی میں کشتی پر بیٹھنا گھڑی ایک کی بات ہے   پل بھر میں جدائی ہو جاتی ہے یہی دُنیا کا طریقہ ہے

ہم دیکھیں جگ جات جگ دیکھے ہم جائیں ہم تو بیٹھے راہ پر کس کس کو پچھتائیں
ہم دیکھتے ہیں دنیا جا رہی ہے دنیا دیکھے گی جب ہم جائینگے ہم خود بیٹھے ہیں اسی راستہ پر کس کس کا افسوس کریں

لاکھ بتیاں پٹ کوڑ پدھ کر دیکھو سب کوئی آن ہونی ہونی نہیں ہو سو ہوئی
لاکھ سہیلی ہر قسم کی تدبیر ناشدنی شدنی نہیں ہوتی ہو سو ہوتی

بڑے بھئے دکھ بہت ہی چھوٹے بھئے دکھ دور تارے سب نیارے رہیں گھن چاند اور سور
بڑا ہونے سے تکلیف بڑی چھوٹا ہونے سے دکھ دور علیحدہ گھن لگتا ہے چاند اور سورج کو

راتا راتا سب کہیں راتا بھیا نہ کوئے راتا سو کو جانیئے جا ہ تن رکت نہ ہوئے
سرخ سرخ اپنے کو سب کہتے ہیں رنگ خدا میں سرخ کوئی نہ ہوا رنگ خدا میں سرخ اسکو سمجھو جس کے بدن میں خون ہو

بھیکا بھوکا کوئی نہیں ہر گٹھڑی میں لال گرہ کھول پرکھو نا ہیں اس بدھ بھئے کنگال
گانٹھ کھول کر جانچتے نہیں اسوجہ سے ہوئے مفلس

جاگن سے سوون بھلا جو کوئی جانے سوئے انتر لو لاگی رہے سہج ہی سمرن ہوئے
جاگنے سے سونا اچھا سونا اندر لو لگی رہے آسانی سے ہی یاد خدا ہو

جہاں کام تہاں نام نہیں جہاں نام نہیں کام دونوں کبھی نا ہیں ملیں ربی رجنی اک ٹھام
جہاں شہوت ہو وہاں یاد خدا نہیں جہاں یاد خدا ہو وہاں شہوت نہیں دو تو کبھی نہیں مل سکتے سورج اور رات ایک جگہ

جنم مرن دکھ یاد کر کوڑے نام نزار جن جن پیتھوں چالنا سوئی پنتھ سوار
پیدائش و موت کی تکلیف یاد کر جھوٹے کام ترک کردے جن جن رستوں سے چلنا ہے وہی راستے سنوار

من کے متے نہ چالئے من کے متے انیک　　جو من پر اسوار ہیں سو سادھو کوئی ایک

دل کی خواہش پر نہ چلئے نفس کی خواہشات بے شمار ہیں　　جو نفس پر سوار یعنی قابو رکھے فقیر کوئی کوئی ہی ہے

سرب سونے کی سندری آوے باس سو باس　　جو جننی ہو آپنی تو ہو نہ بیٹھے پاس

تمام سونے کی نازنین ہو خواہ جسم سے خوشبو آئے　　اگر ماں بھی اپنی ہو تب بھی

چھوٹی موٹی کامنی سب ہی بس کی بیل　　بیری مارے داؤ سے یہ مارے ہنس کھیل

عورت　زہر　دشمن　فریب

سوارتھ کا سب کوئی سگا سارا ہی جگ جان　　بن سوارتھ آدر کرے سو کوئی سنت سجان

بخت موافق کا　اپنا ہے　تمام جہان　بدبختی میں محبت رکھے وہی فقیر بے نظیر

گانٹھ میں ہوئے سو ہاتھ کر ہاتھ ہوئے سو دے　　آگے ہاٹ نہ بانیا لینا ہوئے سو لے

دکان　دکاندار

دھن دے دھن نہ گھٹے ندی نہ گھٹے نیر　　اپنی آنکھوں دیکھ لو یوں کہتے کہیں کبیر

دولت خیرات کئے دولت نہ　پانی

دکھ میں ہر کو ہر کوئی بھجے سکھ میں بھجے نہ کوئی　　جو کوئی سکھ میں ہر بھجے تو دکھ کاہے کو ہوئے

تکلیف میں خدا کو ہر ایک یاد کرے آرام میں یاد کرے نہ کوئی　　اگر کوئی آرام میں خدا کو یاد رکھے تو پھر دکھ کیونکر ہو سکے

کھایا جائے تو کھائے سے دیا جائے سو دیہہ　　ان دونوں سے جو بچے اس کو جا تو کھیہ

کھالے　دے　راکھ

دولت ہیں ہے ۲ دولتاں تلسی نشچہ چین آوت تو اندھا کرت جات کرت مت ہین

دولت کی ہیں دو عادتیں تلسی یقین کر لے آتی ہوئی تو اندھا کرتی ہے جاتی ہوئی کرتی ہے بیوقوف

مَن اور موتی دودھ کا تن کا یہ سبھاؤ ٹوٹے پھوٹے نہ ملیں لاکھوں کرو اپاؤ

دل اور موتی اور دودھ ان تینوں کی عادت ہے تدبیر

ٹوٹے پھوٹے مولیں کل کندن جان کی ریت کنچن ٹوٹا نہ ملے یہی نیچ کی پریت

ٹوٹے پھوٹے وہی مل سکیں خالص سونا جن کی اصل ہو کانچ ٹوٹا نہیں جڑ سکتا کمینہ کی یہی محبت ہوتی ہے

سیدھی انگلی گھی نہیں نکلے ٹیڑھی کیو تو آوے ٹیڑھا تو سکھ چین اڑائے سیدھا کھڑا پچھتاوے

بگلا ہنسا روپ ایک بھن بھن سو بھاوے ہنسا تو موتی چگے بگلا مچھلی کھاوے

بگلا اور ہنس ہم شکل ہیں لیکن طبائع مختلف ہیں ہنس تو موتی چگتا ہے بگلا مچھلی کھاتا ہے

سانچے کوئی نہ پتیجے جھوٹے سب پتیائے گلی گلی دودھ پھرے شراب بیٹھ بکائے

سچ سے کوئی نہ راغب ہو جھوٹ سے سب راغب ہو گلی گلی دودھ بکتا ہے لیکن شراب بیٹھے بک جاتی ہے

تو مت جانے باورے بن کرنا سنسار کرنی کا پھل تو ہے ملے آج نہیں دن چار

تو مت خیال کر اے بیوقوف بغیر عمل کی مکافات عالم ہے عمل کی جزا سزا تجھ کو ضرور ملے گی آج نہیں تو چار دن

کرم ملیں اور پھل ملیں دھر دھر اپنا روپ کرم پھانس نہ کٹ سکے کیا پرجا کیا بھوپ

اعمال کے پھل ملتے ہیں اپنی اپنی اصل شکل میں نوشتہ تقدیر یا عمل کا پھانسی نہ کٹ سکے رعایا خواہ راجہ

چھوڑ دیئے نہ ہمت ہماریئے نہ ہر نام اُسی بدھ گذران کر جا بدھ راکھے رام
بھولیئے نہ خدا کا نام اُسی طریقہ سے گذارہ کر جس طریقہ پر رکھے خدا

جا مرنے سے جگ ڈرے میرے من آنند کب مریہو کب پایئو پورن پرم آنند
جس موت سے دنیا ڈرتی ہے میرے دل کو خوشی ہے کہ کب مروں اور کب پاؤں پورے طور پر محبوب کو

کہاں جنمے کہاں پلے کہاں لڑائے لاڈ نہ جانے اِس دیہہ کے کہاں گڑینگے ہاڈ
کس جگہ پیدا ہوئے کہاں پرورش پائی کہاں ناز اُٹھوائے نہیں معلوم کہ اس جسم فانی کی کہاں دفن ہونگی ہڈیاں

کبیر چھیدا کو گری کرت بھجن میں بھنگ تا کو ٹکڑا ڈار کر کر سیوا کر و نسنگ
کبیر نفس بھوکا کتا ہے جو کرتا ہے عبادت میں خلل اُس کو ٹکڑا ڈال خدمت کرے دھڑک

دھن دے جی کو راکھئے جی دے رکھئے لاج جیو لاج دھن دیجئے ایک پریت کے کاج
دولت دے کر جان بچائے جان دے کر بچائیے عزت کو جان عزت و مال دے دیجئے ایک محبت کے واسطے

اُجڑے گاؤں نت بسیں نردھن دھنونتا ہو مرتیں بھی پھر جات ہیں مرا نہ آیا کو
اُجڑے گاؤں بھی روز بس سکتے ہیں مفلس بھی امیر ہو جاتے ہیں ۔ مریض بھی پھر جاتی ہیں لیکن مرے ہوئے واپس نہیں آسکتے

اپنے اپنے مت کی سبھی مناویں ٹیک رجب نشانہ ایک ہے تیر انداز انیک
اپنے اپنے مذہب کی سب ہی طرفداری کرتے ہیں رجب مقصود سب کا ایک ہی ہے تیر انداز بیشمار ہیں

راجہ جوگی اگن جل ان کی اُلٹی ریت ڈرتا رہیو پرسرام تھوڑی پالیو پریت
راجہ جوگی آگ پانی ان کا اُلٹا طریق ہے ان سے تھوڑی پالنا محبت

تلسی اِس سنسار میں سب سے ملئے دھائے ۔ نہ جانے کس بھیس میں نارائن مِل جائے

جہاں ۔ بخندہ پیشانی ۔ حق تعالےٰ

تیرتھ برت اور دان کر من میں دھرے گمان ۔ نانک نسپھل جات ہے جوں کنچر اشنان

جاترا ،روزے اور خیرات کر کے دِل میں تکبّر کرنا ۔ نانک بے فائدہ ہو جاتا ہے جیسے ہاتھی کو غسل جب پھر مٹی ڈال لے

کوئلے ہوں نہ اُجلے لھسن تجے نہ بُو ۔ داس کبیر آیوں کہیں کاگا ہنس نہ ہو

سفید چھوڑے نہ بُو ۔ خادم ۔ کوّا

آپ اُپلئے نا لکا آپے رکھ دیک ۔ مندا کس نوں آکھیئے جاں سبھنا صاحب ایک

آپ پیدا کرتا ہے آپ ہی بُرا بھلا بناتا ہے ۔ بُرا کس کو کہا جائے جبکہ سبھوں کا مالک ایک ہے

بن پانی کے مچھلی تڑپت ہے دِن رین ۔ دیا جرت ہے رَین کو جیا جرت دِن رین

تڑپتی ہے دِن رات ۔ چراغ جلتا ہے رات کو جی جلتا ہے دن رات

لکھن پڑھن کی ہے نہیں کہی سُنی نہیں جات ۔ اپنے جیا سے جانیو مورے جیا کی بات

لکھنے پڑھنے کی ۔ جاتی ہے ۔ اپنے جی سے اندازہ کرو میرے جی کی محبت کا یا نفرت کا

سُکھ میں سمرن نہ کیا دُکھ میں کیا ہے یاد ۔ کہیں کبیر تا داس کی کون سُنے فریاد

آرام تسبیح یادِ خدا کی ۔ اُس خادمِ مطلب پرست

سُکھ کے ماتھے سِل پڑے جو نام ہردے سے جائے ۔ بلہاری وا دُکھ کے جو پَل پَل نام رٹائے

پتھر ۔ دِل سے محو ہو ۔ قربان اُس تکلیف کے ہر لحظہ خدا یاد کرائے

سمرن سُرت لگائے کر مُکھ سے کچھ نہ بول		باہر کے پٹ دے کے انتر کے پٹ کھول

یادِ خدا توجہ سے کیجیے مُنہ		ظاہری دروازے بند کرکے باطن کا دروازہ کھول

تلسی وہاں نہ جائیو جہاں جنم کا کام		بھاؤ بھگت سب مٹ گیو پڑ تلسیا نام

پیدائش کا گاؤں		خاطرداری تو سب مٹ گئی پڑ گیا

آب گئی آدر گیا نینوں گیا سنیہہ		یہ تینوں تب ہی گئے جب ہی کہا کچھ دیہہ

آبرو گئی آؤ بھگت گئی آنکھوں سے گئی مروت		دے

مانگن مرن سمان ہے مت کوئی مانگے بھیک		مانگن سے مرنا بھلا یہ ست گور کی سیکھ

مانگنا مرنے کے موافق		مانگنے		سچے مرشد نصیحت

چاہ مٹی چنتا گئی من بھیا بے پرواہ		جن کو کچھو نہ چاہیئے سوئی شہنشاہ

خواہش مٹی فکر گیا دل ہوا		کچھ		وہی

آوت گالی ایک ہے اُلٹت ہوئے انیک		کہیں کبیر نہیں اُلٹیے وہی ایک کی ایک

آتی		اگر اُلٹ دو تو بے شمار		نہ اُلٹو تو

نہائے دھوئے کیا ہوئے جو من میں میل سمائے		مچھلی سدا جل میں رہے دھوئے باس نہ جائے

ہوتا ہے جو دل		ہمیشہ پانی		بدبو

تو مت جانے باورے میرا ہے سب کوئے		پنڈ پران سوں بندھ رہا یہ نہیں اپنا ہوئے

سادہ لوح		جسم روح کے ساتھ

مایا سنگی نہ من سنگا سنگا نہ یہ سنسار   پرسرام یا جیو کو سنگا سد سرجن ہار
حقیقی
اس انسان حقیقی   خالق باری   کائنات عالم

سنگت کیجے سادھ کی ہرے اَور کی بیادھ   اوچھی سنگت نیچ کی آٹھوں پہر اپادھ
رفاقت کرو درویش کی جو برداشت کرے اور کی مصیبت   صحبت کمینہ کی
فساد

پریم پیالہ جو پیئے سیس دکشنا دے   لوبھی سیس نہ دے سکے نام پریم کا لے
محبت کا   سر نذر کرے
محبت   حریص سر

کام کرودھ مدہ لوبھ میں گئی عمر یا بیت   ہاڈ مانس کا ہن لگے اب کیا کرے نیت
شہوت غصہ محبت حرص میں عمر بیت گئی   ہڈیاں گوشت لرزنے   تعلق خدا

کبیرا من تو ایک ہے بھاوے تہاں لگائے   بھاوے ہری کی بھگت کو بھاوے بشے کمائے
دل   چاہے جہاں لگالے   خواہ خدا کی عبادت کرے خواہ بدکاری کیجے

اجگر کریں نہ چاکری پنچھی کریں نہ کام   داس ملوکا یوں کہیں سب کے داتا رام
بڑے بھاری سانپ جو حرکت کرسکیں پرندے وغیرہ کچھ کام نہیں کرتے   خادم   رازق

یاد پل کی سدھ نہیں کرے کال کا ساج   کال اچانک مار سی جیسوں تیتر کو باج

ایک لحظہ کی خبر نہیں کرتا ہے کل کا سامان   موت ناگہانی آ مار یگی جیسے تیتر کو باز مار لیتا ہے

آئے ہیں سو جائیں گے راجا رنک فقیر   اک سنگھاسن چڑھ چلے اک بندھے جات زنجیر

مفلس   ایک ہی تخت پر سوار ہو گئے اور ایک بندھے جاتے ہیں زنجیر

پیتم ایسا چاہیئے کہ ڈھال سری سا ہو   سکھ میں تو پاچھے رہے دکھ میں آگا ہو

محبوب ایسا چاہیئے جو کہ ڈھال کی مانند ہو   آرام میں تو پیچھے رہے مگر تکلیف میں آگے رہے

میرے من کچھ اور ہے کرتا کے من کچھ اور   داس ملوکا یوں کہیں جھوٹی من کی دوڑ

دل میں   خدا دل   خادم نام بزرگ   دل

میں تو جانا میں ہی دکھی دکھی سوایا جگ   اونچے چڑھ کے دیکھیا گھر گھر یاہی آگ

سمجھا   غمگین   دنیا   دیکھا تو گھر گھر میں یہی آگ ہے

سرستی کے بھنڈار کی بڑی اپوربات   جوں جوں خرچے توں توں بڑھے بن خرچے گھٹ جات

علم کے خزانہ کی یہ بڑی نرالی بات دیکھی   جتنی خرچ ہو اتنی ہی بڑھے بغیر خرچ کے گھٹ جائے

پر کو اَوگن دیکھتے اپنے درشٹی نہ ہوئے   کرے اُجارو دیپ پہ تلے اندھیرا ہو

غیر کا عیب   اصلاح   کرتا ہے روشنی چراغ مگر نیچے اندھیرا ہی ہے

اُتم وِدّیا لیجیے یدپی نیچ پہ ہوئے   پڑا پاون ٹھار میں کنچن تجت نہ کوئے

اچھی تعلیم حاصل کرلو کمینہ کے پاس ہی رہو   پڑا ہوا گندی جگہ میں خالص سونا ترک کرنے کو نہیں

ایشور کا پریم اور کرودھ

شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے (علامہ اقبالؒ)

ایشور چار آدمیوں پر زیادہ پیار کرتے ہیں اور چار پر زیادہ غصہ

جن چار آدمیوں پر زیادہ پریم کرتے ہیں:-

۱۔ دان اور خیرات کرنے والے کو پریم کرتے ہیں لیکن جو کنگال ہوتے بھی دان کرتا ہے۔ اُس پر زیادہ پریم کرتے ہیں۔

۲۔ شور بیر یعنی سچے بہادر پر پریم کرتے ہیں لیکن جو شور بیر وچاروان ہوتا ہے۔ اُس پر زیادہ پریم کرتے ہیں۔ (دُور اندیش)

۳۔ دین یعنی خاکسار پر پریم کرتے ہیں لیکن جو دھنی یعنی مالدار ہو کر بھی دین ہوتا ہے۔ اس پر زیادہ پریم کرتے ہیں۔

۴۔ بھگت یعنی عابد پر پریم کرتے ہیں لیکن جو دھنی یعنی مالدار ہو کر بھی بھگتی کرتا ہے اس پر زیادہ پریم کرتے ہیں۔

جن چار پر زیادہ غصہ اور کرودھ کرتے ہیں:-

۱۔ لوبھی یعنی حریص طامع پر کرودھ کرتے ہیں لیکن جو دھنی ہو کر لوبھ یعنی

طمع کرتا ہے - اس پر زیادہ کرودھ کرتے ہیں ؀

۲ - پاپ یعنی گناہ کرنے والے پر کرودھ کرتے ہیں - لیکن جو بڑھاپے میں پاپ کرتے ہیں - اس پر زیادہ کرودھ کرتے ہیں ؀

۳ - اہنکاری یعنی متکبّر پر کرودھ کرتے ہیں لیکن جو بھگت ہو کر اہنکار کرتا ہے - اس پر زیادہ کرودھ کرتے ہیں ؀

۴ - دُراچاری یعنی بدچلن پر کرودھ کرتے ہیں لیکن جو وِدوان یعنی عالم ہو کر دُراچار کرے اس پر زیادہ کرودھ کرتے ہیں ؀

رباعیات

بارہا یہ خیال آتا ہے
بنتا ہے، جو خدا بناتا ہے
پھر نہ معلوم کس لئے انسان
اپنی ہستی کو بھول جاتا ہے!

(یونس)

رُباعیات

ہو علم اگر نصیب تعلیم بھی کر — دولت جو ملے تو اس کو تقسیم بھی کر
اللہ عطا کرے جو عظمت تجھ کو — جو اہل ہیں اس کے ان کی تعظیم بھی کر

کہتا ہوں میں ہندو و مسلماں سے یہی — اپنی اپنی روش پہ تم نیک رہو!
لاٹھی ہے ہوائے دہر پانی بن جاؤ — موجوں کی طرح لڑو۔ مگر ایک رہو!

چغلیاں اک دوسرے کی وقت پر کرتے بھی ہیں — ناگہاں غصہ جو آجاتا ہے لڑ پڑتے بھی ہیں
ہندو و مسلم ہیں پھر بھی ایک اور کہتے ہیں سچ — ہیں نظر آپس کی ہم ملتے بھی ہیں لڑتے بھی ہیں

اس عہد میں یہی ہے بس داخل نکوئی — مذہب پر نکتہ چینی ملت پہ عیب جوئی
شوقِ عمل نہیں ہے فکرِ اجل نہیں ہے — ناصح بنے ہیں اکثر عابد نہیں ہے کوئی

انساں یا بہت سے دلوں کو ملا سکے — یا کوئی شے مفیدِ خلائق بنا سکے
ہم تو اسی کو علم سمجھتے ہیں کام کا — پڑھنے کو مستعد ہیں جو کوئی پڑھا سکے

دولت وہ ہے جو عقل و محنت سے ملے
لذت وہ ہے کہ جوشِ صحت سے ملے
ایمان کا ہو نور دل میں وہ راحت ہے
عزت وہ ہے جو اپنی ملت سے ملے

جس کو خدا سے شرم ہے وہ ہے بزرگ دین
دُنیا کی جس کو شرم ہے مردِ شریف ہے
جس کو کسی کی شرم نہیں اس کو کیا کہوں
فطرت میں وہ رذیل ہے دل کا کثیف ہے

تعلیم بھی پائی سب کے پیارے بھی ہوئے
دُنیا کو بھی خوش کیا ہمارے بھی ہوئے
لیکن جو یہ نورِ طبع پایا نہ گیا
پھر کیا تم عرش کے جو تارے بھی ہوئے

اب جد و پدر کا نہیں پرساں کوئی
اب اصل و گوہر کا نہیں پرساں کوئی
اب زر کی پرستار ہے ساری دُنیا
اب علم و ہنر کا نہیں پرساں کوئی

کچھ سوجھنے دیتا نہیں دولت کا نشہ
کچھ سوجھنے دیتا نہیں قوت کا نشہ
انسان کو فرعون بنا دیتا ہے
دُنیا میں یہ صہبائے حکومت کا نشہ

تم نہیں جانتے کہ قرآں کیا ہے
تم نہیں جانتے ایماں کیا ہے
معجزوں کو تو سنا دلچسپی سے
یہ بھی سمجھے کہ مسلماں کیا ہے

کوئی کہتا ہے کہ مانگو تو دیا کرتا ہے کوئی کہتا ہے کہ بے مانگے دیا کرتا ہے
واقفِ رازِ حقیقت نہیں دونوں لیکن اس کی مرضی میں جو آتا ہے کیا کرتا ہے

دُنیا میں برائے مردم کم مقدار اہلِ شوکت ہیں باعثِ صد آزار
راہوں میں رہروانِ منزل کے لئے اُڑتی ہوئی گرد چھوڑ جاتے ہیں سوار

اس سے تو دل و دماغ ہوں گے ابتر ہاتھ آئے گا کیا بہت کتابیں پڑھ کر
آنکھیں روشن ہوں اور دلِ نورانی ڈال ایک نظر صحیفۂ فطرت پر!

کیا کیا نہ دُنیا سے صاحبِ مال گئے دَولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے
پہنچا کے لحد تک پھر آئے سب دوست ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے

انسان ہی کچھ اس دَور میں پامال نہیں سچ ہے کوئی آسودہ و خوشحال نہیں
اندیشۂ آشیاں و خوفِ صیاد مُرغانِ چمن بھی فارغ البال نہیں

پُرساں کوئی کب جوہرِ ذاتی کا ہے ہر گُل کو گلہ کم التفاتی کا ہے
شبنم سے جو وجہِ گریہ پوچھی تو کہا رونا فقط اپنی بے ثباتی کا ہے

رتبہ جسے دنیا میں خدا دیتا ہے وہ دل میں فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتے ہیں تہی مغز ثنا آپ اپنی جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

غرور زید کی کرتا ہے گر شکایت عمرو تو سمجھو کرتا ہے اپنے غرور کا اظہار
جنہوں نے آپ کو سب سے سمجھ لیا ہے بڑا بڑائی دیکھ نہیں سکتے غیر کی زنہار

دنیٰ سے جو سر جھکائے اعلیٰ وہ ہے جو خلق سے بہرہ ور ہے دریا وہ ہے
کیا خوب دلیل ہے یہ خوبی کی دبیر سمجھے جو برا آپ کو اچھا وہ ہے

ہو عیب کی خو یا ہنر کی عادت مشکل سے بدلتی ہے بشر کی عادت
چھٹتے ہی چھٹے گا اس گلی میں جانا عادت اور وہ بھی عمر بھر کی عادت

ممکن ہے کہ ہو جائے فرشتہ انساں ممکن ہے بدی کا نہ رہے اس میں نشان
ممکن تو ہے سب کچھ پہ حقیقت یہ ہے انساں ہے اب تک ہی قرین شیطان

اک گبر نے پوچھے جو اصول اسلام واعظ نے درشتی سے کیا اس سے کلام
بولا کہ حضور معتقد ہوں جس کے ایسی ملت اور ایسے مذہب کو سلام

جو لوگ ہیں نیکیوں میں مشہور بہت ہوں نیکیوں پر اپنی نہ مغرور بہت
نیکی ہی خود اک بدی ہے گر ہو نہ خلوص نیکی سے بدی نہیں ہے کچھ دور بہت

دیکھا دنیا کے کارخانے کو مکر کو زور کو بہانے کو
ہم زمانے کو کیا کہیں ابتر ہم ہی بدتر ملے زمانے کو

ہیں جہل میں سب عالم و جاہل یکسر آتا نہیں فرق اس کے سوا ان میں نظر
عالم کو ہے علم اپنی نادانی کا جاہل کو نہیں جہل کی کچھ اپنے خبر

ہیں یار رفیق - پر مصیبت میں نہیں ساتھی ہیں عزیز - لیک ذلت میں نہیں
اس بات کی انسان سے توقع ہے عبث جو نوعِ بشر کی خود جبلت میں نہیں

دولت کی ہوس اصل گدائی ہے یہ سامان کی حرص بینوائی ہے یہ
حاجت کم ہے تو بادشاہی ہے یہ اور کچھ نہیں حاجت تو خدائی ہے یہ

دنیا جسے کہتے ہیں بلا خانہ ہے پامال ہے جو عاقل و فرزانہ ہے
مابین زمین و آسماں یوں ہم ہیں جیسے دو آسیا میں اک دانہ ہے

ہر وقت زمانے کا ستم سہتے ہیں — حاسد جو برا کہتے ہیں چپ رہتے ہیں
جو نیک ہیں وہ بدوں کو بھی کہتے ہیں نیک — جو بد ہیں وہ نیکوں کو برا کہتے ہیں

فرزند عزیز میں نہ الفت پائی — احباب رفیق میں نہ شفقت پائی
تسخیر کے مرقد پہ یہ کندہ کرنا — جو کچھ پائی وہ نازر سے راحت پائی

غفلت کی ہنسی سے آہ بھرنا اچھا — افعال مضر سے کچھ نہ کرنا اچھا
اکبر نے سنا ہے اہل غیرت سے یہی — جینا ذلت سے ہو تو مرنا اچھا

دنیا داری میں اور نہ دینداری میں — چاہت میں کسی کی نہ بیزاری میں
حیرت کدۂ دہر میں تصویر کی طرح — سویا کرتے ہیں عین بیداری میں

گر جیب میں زر نہیں تو راحت بھی نہیں — بازو میں سکت نہیں تو عزت بھی نہیں
گر علم نہیں تو زور و زر ہے بیکار — مذہب جو نہیں تو آدمیت بھی نہیں

قطعات

اِس پرندے کی طرح دُنیا میں رہنا چاہیئے
چہچہاتا ہے خوشی سے جو کہ نازک شاخ پر
جھُولتی ہے شاخ لیکن خوف کچھ اس کو نہیں
رگِر نہیں سکتا کہ ہیں موجُود اُڑ جانے کے پَر!
(محرُوم)

مرگیا دِل اور دل کے حسرت و ارماں تمام
یعنی اب باقی نہیں کوئی خوشی میرے لئے
پُرعذاب مرگ سے ہے لحظہ لحظہ عُمر کا
زِندہ رہنا ہے جہاں میں خودکشی میرے لئے
(محرُوم)

ایک مفلسِ خوددار یہ کہتا تھا خُدا سے
مَیں کر نہیں سکتا گلۂ دردِ فقیری!
لیکن یہ بتا! تیری اجازت سے فرشتے
کرتے ہیں عطا مردِ فرومایہ کو میری! (اقبالؔ)

ٹھوس کاریگر سے جب کوئی بگڑ جاتا ہے کام
اپنے اوزاروں کو وہ الزام دیتا ہے سدا
افسروں کا بھی یہی شیوہ ہے وقتِ بازپرس
اپنے ماتحتوں کے سر دیتے ہیں تھوپ اپنی خطا

(حالیؔ)

مصروف کارِ نیک رہو تم تمام دن
تاشب کو پاؤ لذتِ فردوس خواب میں!
پیری میں رہنا چاہو اگر نوجوان تم
دامانِ کارِ خیر نہ چھوڑو شباب میں!
وہ طرزِ زیست ہو کہ جو مانگو دعا کبھی
ہو غیب سے نہ یاس ہویدا جواب میں!

(محرومؔ)

کام اچھا کوئی بن آیا اگر انسان سے
اس میں کی تاخیر اس نے جس قدر اچھا کیا!
کب کیا، کیوں کر کیا، یہ پوچھتا کوئی نہیں
بلکہ ہیں یہ دیکھتے جو کچھ کیا کیسا کیا!

(حالیؔ)

اشعارِ اخلاق

خداوندا! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیّاری ہے، سلطانی بھی عیّاری!
(علامہ اقبالؒ)

اشعارِ اخلاق

مرد خوش خو نہیں تو پھر کیا ہے
پھول میں بُو نہیں تو پھر کیا ہے

اپنے سامانِ تعیش سے اگر فرصت ملے
بیکسوں کا بھی کبھی طرزِ معیشت دیکھئے

آپ کو لایا ہوں ویرانوں میں عبرت کیلئے
حضرتِ دل دیکھئے اپنی حقیقت دیکھئے

ایک مسرف نے یہ ممسک سے کہا
کب تک اے ناداں یہ حُبِ مال و زر

تو جو یوں رکھتا ہے دولت جوڑ جوڑ
ہے سدا دنیا ہی میں رہنا مگر

ہنس کے ممسک نے کہا اے سادہ لوح
زر لٹانا رائگاں اور اس قدر

آج ہی گویا نصیب دشمناں
آپ کا دنیا سے ہے عزمِ سفر

عبادت کرتے ہیں جو لوگ جنت کی تمنا میں
عبادت تو نہیں ہے اک طرح کی وہ تجارت ہے

جو ڈر کر دوزخ سے خدا کا نام لیتے ہیں
عبادت کیا وہ خالی بزدلانہ ایک خدمت ہے

مگر جب شکرِ نعمت میں جبیں جھکتی ہے بندہ کی
وہ سچی بندگی ہے اک شریفانہ اطاعت ہے

جو اس سے پہلے تھا یہ وہی خاکداں ہے اب
یارب وہ خاکیوں کی کرامت کہاں ہے اب

کیوں ویسے آدمی نہیں آتے بروئے کار
آخر وہی زمیں وہی آسماں ہے اب

ہیں ظلم و معدلت کی حکایات اور بس
حجاج ہے جہاں میں نہ نوشیرواں ہے اب

جس جگہ ہیں صاف طینت ایک سا ہے پست بلند
آگیا پانی جہاں سطح برابر ہو گیا

مُردہ کچھ سُنتا نہیں چلّا کے روتے ہیں عزیز
دم میں کتنا فاصلہ اللہ اکبر ہو گیا

موذیوں کی پرورش ہے باعثِ آزارِ خلق
خارِ صحرا جیسے ہوا بالیدہ نشتر ہو گیا

اس کشتِ روزگار میں تخمِ بقا نہیں
اس بوستاں کے پھولوں میں بوئے وفا نہیں

اس بزم کے چراغوں میں نورِ دلا نہیں
اس بحر کے صدف میں دُرِّ مدعا نہیں

گھر کونسا بسا کہ جو ویران نہ ہو گیا
گل کونسا ہنسا کہ پریشان نہ ہو گیا

جز حیف کیا جہاں سے سلیمانؑ لے گئے
یوسفؑ بھی زیرِ خاک سب ارمان لے لئے

شاہانِ دہر کون سا سامان لے گئے
سب کچھ وہ لے گئے کہ جو ایمان لے گئے

کن قافلوں کو خاک نہ اس راہ نے کیا
کن یُوسفوں کو غرق نہ اس چاہ نے کیا

کی نصیحت بُری طرح ناصح!
اور اک بس ملا دیا رس میں

ہو فرشتہ بھی تو نہیں انساں
درد تھوڑا بہت نہ ہو جس میں

دین اور فقر تھے کبھی کچھ چیز
اب دھرا کیا ہے اس میں اور اس میں

ہر گردشِ فلک پہ سرِ انتقام ہے
ہر شامِ عیش صبحِ الم کا پیام ہے

فانی ہر ایک چیز یہاں لاکلام ہے
کہتے ہیں جس کو باقی وہ اللہ کا نام ہے

تھک چکے ہیں پاؤں اس کا آستانہ دُور ہے
دن ہے کم منزل کڑی ہے اور جانا دُور ہے

بے ہنر مسند نشیں اہلِ ہنر دردر خراب
عقلِ انساں سے خدا کا کارخانہ دُور ہے

بھر رفتار میں جب کرتا ہوں تدبیر نئی ڈال دیتا ہے فلک پاؤں میں زنجیر نئی

تو خوشامد کا ہے محو اور میں قناعت کا مرید میری اکسیر پرانی تری اکسیر نئی

امید و بیم کے جھگڑوں سے آگاہی نہیں رکھتے سبب یہ ہے کہ ہم کوئی تمنا ہی نہیں رکھتے

تجھے اے چرخ کیا مشکل ہے ہم کو مطمئن رکھنا فقیر بے نوا ہیں شوکتِ شاہی نہیں رکھتے

کفر کی رغبت ہے دل میں اور بتوں کی چاہ بھی کہتے جاتے ہیں مگر منہ سے معاذ اللہ بھی

واہ کیا جلوہ ہے پیشِ چشمِ ادراکِ بشر شبہ بھی ہاں بھی نہیں وہم بھی اللہ بھی

دنیا میں ہم رہے تو کسی دن پر اس طرح دشمن کے گھر میں جیسے کوئی میہماں رہے

قسمت تو دیکھ بار بھی اپنا گرا تو واں جس دشتِ پرخطر میں کوئی کارواں رہے

مرتبہ عالی نہیں پاتا ہے اسفل مال سے جانتے ہیں اہلِ دانش جن کو عقل و ہوش ہے

سر کا رتبہ پاؤں کو ہرگز کبھی ملتا نہیں اس سے کیا ہوتا ہے زردوزی اگر پاپوش ہے

بہت پسند ہے مجھ کو خموشی و عزلت دل اپنا ہوتا ہے اپنا خیال ہوتا ہے

ملیں نہ لوگوں سے تو زندگی رہے دشوار اگر ملو تو نتیجہ ملال ہوتا ہے

مشتاق سب ہیں بدر سے افزوں ہلال کے دنیا میں قدرداں نہیں صاحبِ کمال کے

مرنا قبول ہے مجھے دنیا نہیں قبول غمزے اٹھیں گے مجھ سے نہ اس پیرِ زال کے

مری ناکامیابی کی کوئی حد ہو نہیں سکتی صداقت چل نہیں سکتی خوشامد ہو نہیں سکتی

مری ہستی ہے خود شاہد وجودِ ذاتِ باری کی دلیل ایسی ہے یہ جو عمر بھر رد ہو نہیں سکتی

ہیں آن تھک کوششیں جاری حیاتِ جاودانی کی ذرا دیکھے کوئی نادانیاں انسانِ فانی کی

سکوں کی خواہشیں گردش پسندوں سے معاذ اللہ
فلک سے کیوں ہے انساں کو توقع مہربانی کی

دوست اگر بھائی نہ ہو دوست ہے تب بھی لیکن
بھائی گر دوست نہیں تو نہیں کچھ بھائی بھی

ملنے نہ دے گی نہ اجل تم سے ہمیں جی بھر کر
فرصت اے دوست تو دنیا سے اگر پائی بھی!

دنیا کے خرخشوں سے جو چیخ اٹھتے تھے ہم اوّل
آخر کو رفتہ رفتہ سب ہو گئے گوارا

اک شخص کو توقع بخشش کی بے عمل ہے
اے زاہدو تمہارا اس میں ہے کیا اجارا

بعد فنا قبول نہیں ذکرِ نیک و بد
مٹ جائے پہلے نام نشانِ مزار سے

رکھ دیں برہنہ گور میں اہلِ جہاں مجھے
دس گز کفن قبول نہیں روزگار سے

عبث اس زندگی پر غافلوں کا فخر کرنا ہے
یہ جینا کوئی جینا ہے کہ جس کے ساتھ مرنا ہے

جو مستقبل کے شائق ہیں انہیں الجھن مبارک ہو
ہمیں تو صرف اب گذرا زمانہ یاد کرنا ہے

غافل یہاں کے لذت و آرام پر نہ ہو
دنیا میں ہائے ہائے بہت ہے مرے کے بعد

اک اضطراب دل کو جو ہے کر گیا خراب
کیا پوچھتے ہو حال زمیں زلزلے کے بعد

سال بھر خانۂ اللہ میں دیکھا جا کر
سر بسجدہ کوئی دو ایک ہی انساں نکلے

میں نے سمجھا تھا مسلماں بہت کم ہیں یہاں
عید کے دن تو مسلماں ہی مسلماں نکلے

عبرت زدہ جو دل ہو ارمان اس میں کیسے
بجلی گری ہو جس پر وہ شاخ کیا پھلے گی

جنت بنا سکے گا ہرگز نہ کوئی اس کو
دنیا یونہی چلی ہے اے دل یونہی چلے گی

چال دنیا کی نہیں محسوس ہو دشوار ہے
یہ زمیں چلتی ہے تیزی سے مگر ہلتی نہیں

دل کے جو دشمن ہیں اُن کے شوق میں رہتی ہے آنکھ　جان کا مالک جو ہے اُس سے نظر ملتی نہیں

تو جو بدی کرے نہ سمجھنا کہ وہ بدی　گردوں کرے معاف زمانہ رہا کرے

افعالِ بد ہیں قرض ترے روزگار پر　جس وقت جس نے ملنے نہیں چاہیے ادا کرے

دل شکستہ میں ایمان رہ سکے تو رہے　اُجاڑ گھر میں یہ مہمان رہ سکے تو رہے

دل ضعیف کو چارہ نہیں ہے کفر سے اب　اگر زبان مسلمان رہ سکے تو رہے

جو ہو سکتا ہے اس سے وہ کسی سے ہو نہیں سکتا　مگر دیکھو تو پھر کچھ آدمی سے ہو نہیں سکتا

نہ رونا ہے طریقے کا نہ ہنسنا ہے سلیقے کا　پریشانی میں کوئی کام جی سے ہو نہیں سکتا

ڈوبتے ہیں عرقِ شرم میں غیرت والے　ڈوب مرنے ہی پہ جب آئے تو دریا کیسا

خوبیاں لاکھ کسی میں ہوں تو پرواہ نہ کریں　لوگ کرتے ہیں بُری بات کا چرچا کیسا

دردِ دل پاسِ وفا جذبۂ ایماں ہونا　آدمیت ہے یہی اور یہی انساں ہونا

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب　موت کیا ہے انہیں اجزا کا پریشاں ہونا

اے خوفِ مرگ دل میں جو اس کے تو رہے　پھر کچھ ہوس ہے نہ کوئی آرزو ہے

مشکل اطمینان کیا اس عالمِ فانی میں ہے　کامیابی بھی جہاں ہے اک پریشانی میں ہے

جہاں کے حادثوں سے اک نہ اک سوتا ہی رہتا ہے　مگر جو اقتضا فطرت کا ہے ہوتا ہی رہتا ہے

یہ دنیا رنج و راحت کا غلط اندازہ کرتی ہے　خدا ہی خوب واقف ہے کہ کس پر کیا گذرتی ہے

آشنا ہو چکا ہوں میں سب کا　جس کو دیکھا سو اپنے مطلب کا

گذاری عمر ساری رازِ ہستی کے سمجھنے میں　پرستش تیری کرنا اتنی فرصت تھی کہاں مجھ کو

تجھے اے امید فردا بیشک پیار کرتے
گر اپنی زندگی کا ہم اعتبار کرتے

بلائیں بھی وہیں آتی ہیں جس جا تنگدستی ہے
یہ زنجیر مصیبت بیکسوں کو خوب کستی ہے

محو ہو جاتا ہوں پھر بھی گرچہ دشمن ہیں ترا
دلفریبی کس قدر دنیا تری صورت میں ہے

انساں کو ہے مصاحب بد سے کمال رنج
دیتا ہے پڑ کے آنکھ میں مژگاں کا بال رنج

کبھی شادی کبھی غم ہے یہی عالم ہے عالم کا
مہ عید الضحیٰ گذرا تو چاند آیا محرم کا

مٹی میں مل گئے تو اٹھے بن کے گردباد
حالت وہی ہے مٹ کے بھی اپنے غرور کی

نیکی کرو کام آئے گی آخر کو نکوئی
ساتھ اپنے عمل ہوں گے وہاں اور نہ کوئی

کہنے کو یوں جہاں میں ہزاروں ہیں یار دوست
مشکل کے وقت ایک ہے پروردگار دوست

کس سے کہوں تلون ابنائے روزگار
دشمن یہ لاکھ بار ہوئے لاکھ بار دوست

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حال انساں کو
گدا کو فکر ناں اندیشۂ عالم ہے سلطاں کو

حوصلہ دنیا کا زر کے ساتھ ہے -
طاقت پرواز پر کے ساتھ ہے

بدل جائے جو تھوڑے رنج و غم میں طبیعت کیا
کیا ہو شکر جس منہ سے کریں اس سے شکایت کیا

شوق یہ سیر عدم کا کم نہیں
وہ چلے جاتے ہیں جن میں دم نہیں

پستی طلب کرے آپ کو چاہے ہے گر بلند
جب تخم زیر خاک ہو تب ہو شجر بلند

اب عفو وہ کرے نہ کرے اختیار ہے
امید عفو میں میں گنہگار ہو چکا

اٹھاؤں سختیاں لاکھوں کڑی بات اٹھ نہیں سکتی
میں دل رکھتا ہوں شیشے کا جگر رکھتا ہوں آہن کا

سرسبز باغ دہر میں اہل قلم نہیں
دیکھی ہری بھری کبھی شاخ قلم نہیں

محبت سے بنا لیتے ہیں اپنا دوست دشمن کو ۔۔۔ جھکاتی ہے ہماری عاجزی سرکش کی گردن کو

مخلوقِ الٰہی میں عمل پر جو نظر کر ۔۔۔ انساں سے بدتر ہے نہ انساں سے بہتر

بھری ہے انجمن لیکن کسی سے دل نہیں ملتا ۔۔۔ ہمیں میں آ گیا کچھ نقص یا کامل نہیں ملتا

کیا کہیے کس طرح سے جوانی گذر گئی ۔۔۔ بدنام کرنے آئی تھی بدنام کر گئی

کلیجا کھا گئے رنج و غم و اندوہ سب مل کے ۔۔۔ ہجوم غم ہوا اتنا کہ حصے بٹ گئے دل کے

گذری سیاہ کاری میں یارب تمام عمر ۔۔۔ آدھی شباب میں گئی آدھی خضاب میں

یارب یہ دل یہ جوشِ ہوس خاک میں ملے ۔۔۔ کب تک ہر ایک بات کی ہم آرزو کریں

بچ جائے جو دنیا میں جوانی کی ہوا سے ۔۔۔ ہوتا ہے فرشتہ کوئی انساں نہیں ہوتا

صحبتیں جن سے تھیں دن رات کی یکجائی بھی ۔۔۔ اب وہ کرتے نہیں اقرارِ شناسائی بھی

راہ سیدھی تو بتا دی خضر نے ۔۔۔ اونٹ کا لیکن کرایہ کون دے

آدمی بھی ہے فرشتہ بے گماں ۔۔۔ ہو نہ جب تک اس کا مطلب درمیاں

دیکھئے تم کہ شرارت سے یہ شر کیا کرتا ۔۔۔ گر اجل سدِ رہ نہ ہوتی تو بشر کیا کرتا

کام کچھ کسبِ ہنر آتا نہیں ادبار میں ۔۔۔ زنگ سے جوہر عیاں ہوتے نہیں شمشیر کے

اے طبیبو موت نے کھویا ہر اک آزار کو ۔۔۔ کم نہیں دار الشفا سے گور مجھ بیمار کو

دنیا کی قدر کیا جو طلبگار ہو کوئی ۔۔۔ کچھ چیز مال ہو تو خریدار ہو کوئی

دیں عمرِ خضرؑ موسمِ پیری میں تو نہ لے ۔۔۔ مرنا ہی اس سے خوب ہے عہدِ شباب میں

کیونکر نہ خاکسار رہیں اہلِ کیں سے دور ۔۔۔ دیکھو زمین فلک سے فلک ہے زمیں سے دور

واقعۂ منصور کا سن کر کھلا ہم کو یہ راز
حق کہے سے آدمی ہوتا ہے قابل دار کے

ہے یہ کیسا غمکدہ اے بزم آرائے جہاں
کتنے اس محفل میں ہیں اور شادماں کوئی نہیں

عزت اسی کی اہلِ نظر کی نظر میں ہے
سب کچھ بشر میں ہے جو محبت بشر میں ہے

موئے سفید نکلے بعد از شباب منہ پر
دیتی ہے زندگانی دیکھو جواب منہ پر

کروں میں ابتدا کس سے الٰہی
تمنائیں ہیں دل میں انتہا کی

تھا ملک جن کے زیر نگیں صاف مٹ گئے
تم اس خیال میں ہو کہ نام و نشاں رہے

ہوگی نہ قدر جان کی قرباں کیے بغیر
اٹھیں گے دام جنس کے ارزاں کیے بغیر

کہنے کے واسطے ہیں بہت یار آشنا
لاکھوں میں یاں نکلتے ہیں دو چار آشنا

زندگی تلخ ہے اب ضبط کیے سے حاصل
صبر کرتے تھے رہے صبر کے جب تک قابل

بشر کو چاہیے پاس دل بشر رکھے
کسی کا ہو کے رہے یا کسی کو کر رکھے

پیری میں بھی مزا ہے میسر اگر ہو عیش
دل کو سرور ہے تو خزاں بھی بہار ہے

لاٹھی بھلی کہ جس کی ملی ہو شے رگ سے رگ
بیکار توپ جس کے ہوں پرزے الگ الگ

صحبت منافقانہ ہے ہر جا نفاق سے
گر اتفاق ہے کہیں تو اتفاق سے

دن ہجر کا نہ رات رہی وصل یار کی
کیا انتہا ہے گردش لیل و نہار کی

جو مکر و فن فلک سے ہوا تھا فرو گذاشت
وہ زاہدوں کے گنبدِ دستار نے کیا

سمجھے تھے جس کو دوست وہ دشمن نظر میں ہے
امیدِ خیر کیا ہو کہ شر ہر بشر میں ہے

خدا کو بھول گئے لوگ فکر روزی میں
خیالِ رزق ہے رازق کا خیال نہیں

دُنیا میں اگر ہے بھی فراغت کا کوئی دن
وہ دن ہے کہ جس دن ہو اُسے چھوڑ کے جانا

راحت اگر ذرا سی مصیبت میں مل گئی
دُنیا میں جانتا ہوں کہ جنت ملی مجھے

جس میں اخلاق نہ پائے اُسے حیواں جانا
آدمیت کو فقط جوہر انسان جانا

بیان کرنے لگا قصہ وہ اپنی ہی خرابی کا
میں اپنا دردِ دل جا کر کہا جس پاس عالم میں

جس قدر گا رہی چھپی بھی اُتنی ہی پانی ہوتی
رو رہا ہوں دوستوں کی سرد مہری دیکھ کر

صاحب ہمت ہمیشہ کرتے ہیں تدبیر کو
پست ہمت روتے رہتے ہیں سدا تقدیر کو

آدمی البتہ مشکل سے ملا
حق کا ملنا تو بہت آسان ہے

کبھی گویا کسی میں تھی ہی نہیں
اُڑ گئی یوں وفا زمانہ سے

ہم اپنے سر کو اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگاتے ہیں
غرور اب کیا بڑھے گا خم ہوئے ہیں اس درجہ پیری سے

کس زندگی کے واسطے ہے دردِ سر تجھے
بے فائدہ ہے آرزوئے سیم و زر تجھے

ایک جا پر آگ پانی کیونکہ ہو
پارسائی اور جوانی کیونکہ ہو

مُنہ پھیر لے وہ جس کے مجھے رُوبرو کریں
ہر چند آئینہ ہوں پہ اتنا ہوں ناقبول

زندگی موت ہے حیات نہیں
رنج کیا کیا ہیں ایک جان کے ساتھ

بیحد آتا ہے مجھے غصہ مگر کس پر کروں
اپنی مرضی کے موافق دہر کو کیونکر کروں

بڑی کاہش سے قطرے شہد کے حنظل سے نکلے ہیں
ملی کچھ روز راحت ہم کو برسوں جھیل کر زحمت

جب صبح گل ہی ٹھہرے تو پھر گل کو دیکھنا
یہ کیا کہ بچنا خار سے اور گل کو دیکھنا

خدا کی یاد بھولا شیخ بت سے برہمن بگڑا
فریب حسن سے گبر و مسلماں کا چلن بگڑا

خدا پر چھوڑتا ہے ناخدا کشتی کو طوفاں میں — تباہی پر ہے لازم یادِ حق اہلِ توکل کو

پایا نہ لطفِ جمعہ بھی کچھ ہفتہ کے غم سے — طفلی میں بھی شادی سے وحشت رہی ہم سے

پیری نہ رنگ لائیگی عہدِ شباب کے — کیوں منہ پہ یہ لگاتے ہیں دھبے خضاب کے

منہ بھی کرلے گا کالا جو ڈاڑھی سیاہ کی — باقی ابھی ہے شیخ کو حسرت گناہ کی

کھل جاتی ہے اخیر کو رنگت خضاب کی — چھپتی نہیں بات بناوٹ کی بال بھر

رہ جائے کوئی صفحہ کیوں سادہ کتاب کا — پیری میں شوق کیوں نہ کریں ہم خضاب کا

آخرش کام پڑا پنجۂ تقدیر کے ساتھ — عقدۂ دل نہ کھلا ناخنِ تدبیر کے ساتھ

جو نقش ہو چکا نہیں ہوتا نگیں سے دور — ممکن نہیں جو حرفِ قضا ہو جبیں سے دور

مشہور ہے جہان میں بیمار کی ہوس — کیا کیا کہوں میں تجھ سے دلِ زار کی ہوس

اچھوں کے منہ سے لگتا ہے تنکا حلال کا — ادنی بھی کام آتے ہیں اعلی کے ایکدن

چمک سے ہمسرِ خورشید ذرہ ہو نہیں سکتا — زمین و آسماں کا فرق ہے ادنی و اعلی میں

شیرِ قالین اور ہے شیرِ نیستاں اور ہے — فرق ہے شاہ و گدا میں قولِ شاعر ہے یہی

کرینگے امتحاں اک بار لیکن او قسمت کا — نہ پوچھو حال کچھ ناکامیوں سے ضعفِ ہمت کا

ہے نہ کچھ اس کے سوا ہر بشر کی احتیاج — اپنے بندوں کو دیا ہے جس قدر اللہ نے

خیالِ موت بیجا ہے وہ جب آئے تو مر جانا — نتیجہ زندگانی کا ہے کچھ دنیا میں کیا جانا

راحت کی تلاش اک طمعِ خام ہے گویا — راحت کا جہاں میں یونہی اک نام ہے گویا

چھپایا کارواں کو ہم نے گردِ کارواں ہو کر — ملایا خاک ہو حسرتوں کو ہم نے مٹی میں

شبِ غم کی سحر نہیں ہوتی — ہو بھی تو میرے گھر نہیں ہوتی

اِک جان پہ ہزار طرح کی کڑی سہی — تھوڑی سی زندگی میں مصیبت بڑی سہی

بندوں کے حرفِ عجز ہیں اللہ کو پسند — مُجرم جو منفعل ہو خطا کچھ نہ پُوچھیے

ایسا جو ہو تو شاید یہ دل رہے ٹھکانے — دُنیا کو میں نہ جانوں دُنیا مجھے نہ جانے

جیسی حالت پیش آتی ہے زمانے میں جسے — ذہنِ انسانی میں ویسا ہی اُتر آتا ہے عکس

قومی ترقیوں کی زمانے میں دھوم ہے — مردانے سے زیادہ زنانے میں دھوم ہے

پیری میں شیخ تائبِ عصیاں ہوا کہ جب — کوئی گناہ کرنے کے قابل نہیں رہا

کوئی شے ایسی نہیں عالم میں جو بیکار ہے — سنگ بھی موقع پہ اپنے گوہرِ شاہوار ہے

دُنیا کے کاروبار کر اور دیندار رہ — اُمیدوارِ رحمتِ پروردگار رہ

اس جہاں میں کچھ نہ پایا شاکرِ تقدیر نے — معرکے سر کر لئے آمادۂ تدبیر نے

خدا کی یاد میں دُنیائے دُوں سے مُنہ موڑے ہیں — وہی انسان اچھے ہیں مگر افسوس تھوڑے ہیں

سونا کیا حرام تو قسمت جگائی ہے — جب خاک ہو گئے ہیں تو اکسیر پائی ہے

بالائے آسماں نہیں زیرِ زمیں نہیں — راحت ہے جس کا نام وہ اے دل کہیں نہیں

تجربے کے دشت سے دِل کو گزرنے کے لئے — روز اک صورت نئی ہے غور کرنے کے لئے

اِنسان نے انسان سے کی جنگ ہمیشہ — دُنیا کے نظر آئے یہی رنگ ہمیشہ

کوئی عرب کے ساتھ ہو یا عجم کے ساتھ — کچھ بھی نہیں ہے تیغ نہ ہو جب قلم کے ساتھ

میری سی نہ غم دوست طبیعت ہو کسی کی — میں شوق سے لیتا ہوں مصیبت ہو کسی کی

حقیقت حالِ دُنیا کی اگر معلوم ہو جاتی — طبیعت محفلِ عشرت میں بھی مغموم ہو جاتی

بخیل اور مُسرف ہیں محروم دونوں — کہ دولت کو کرتے ہیں معدوم دونوں

جو نخل پُر ثمر ہیں اُٹھا سکتے سر نہیں — سرکش ہیں وہ درخت کہ جن میں ثمر نہیں

قیمت و قدر شناسا ہی سے پہنچے ہے بہم — ورنہ دُنیا میں خزف بھی نہیں گوہر سے کم

اچھی کہی یہ شیخ نے دُنیا کو چھوڑ دو — کیا اس کو ترک کر کے رہیں آسمان پر

جس نے کچھ احساں کیا اک بوجھ ہم پر رکھ دیا — سر سے تنکا کیا اُتارا سر پہ چھپر رکھ دیا

خیر خواہ آج زمانے میں کہاں ملتے ہیں — ہے یہی لاکھ غنیمت کوئی بدخواہ نہ ہو

چاہے جو اپنی خیر تو جائے نہ شر کے پاس — ہو جس بشر میں شر نہ رہے اس بشر کے پاس

بشر روزِ ازل سے شیفتہ ہے شان و شوکت کا — عناصر کے موقع میں بھرا ہے نقش دولت کا

پاک گوہر پاک ہوں گے گرچہ ہوں وہ خاک پر — اصلِ بد برباد ہوں گے گرچہ ہوں افلاک پر

وہ کون سا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا — ہمت کرے انساں تو کیا ہو نہیں سکتا

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا — سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

ہے کسی مذہب کی منت کش اگر عقلِ سلیم — ہے وہ مذہب مذہبِ اسلام باللہ العظیم

اپنے ساتھی اُٹھ گئے اس بزمِ غم انجام سے — دل کو شرم آنے لگی اب خواہشِ آرام سے

نفس سے بچنے کی انساں چارہ جوئی کیا کرے — فطرتی رہبر یہی ہے اس کو کوئی کیا کرے

اُتنی ہی دشوار اپنے عیب کی پہچان ہے — جس قدر کرنی ملامت اور کو آسان ہے

دل شکستوں کا سخن ہووے نہ کیونکر نادرست — ساز ٹوٹا ہے تو نکلے ہے صدا بگڑی ہوئی

ترقی یافتہ قوموں کا معیار

کسی نے آکے اک مردِ جہاں دیدہ سے پوچھا
ترقی یافتہ قوموں کا کیا معیار ہوتا ہے

میں سنتا ہوں کہ وہ دُنیا میں اہلِ سیف ہوتی ہیں
ہر اک فرد اُن کا جُزوِ عسکرِ جرار ہوتا ہے

زمیں پر کوندتے ہیں اُن کے خنجر برق بن بن کر
اور ان کا ہر نفس فی نفسہ تلوار ہوتا ہے

وہ دانشمند بولا گو یہ تو نے سچ کہا لیکن
بلند اس سے بھی کچھ تہذیب کا معیار ہوتا ہے

کہاں اب تیغ کی حاجت رہی کشور کشائی کو
مگر اب علم و فن اس کی جگہ درکار ہوتا ہے

مجاہد کے لہو سے بڑھ کر عالم کی سیاہی ہے
کہ اس کا نقطہ نقطہ روشِ گلزار ہوتا ہے

ترقی یافتہ اقوام کے اوصاف مجھ سے سُن
ہر اک فرد اُن کا آزاد و دیانتدار ہوتا ہے

حلیم الطبع ۔ جانباز و صداقت کیش و باہمت
وطن پرور، سخی و خوگرِ ایثار ہوتا ہے
جری ہوتا ہے اس میں جرأتِ اخلاق ہوتی ہے
وہ کہہ دیتا ہے جو کچھ واجب الاظہار ہوتا ہے
وفا کی طرح دل میں غیرتِ قومی بھی ہوتی ہے
وہ ملت کے لئے جان دینے کو تیار ہوتا ہے
وہ حتی الوسع اپنے زورِ بازو سے کماتا ہے
وہ ملت کے لئے جان دینے کو تیار ہوتا ہے
تو جیسے اہلِ مغرب کی طرح صورت بدلتا ہے
کبھی سیرت بدلنے کو بھی یوں تیار ہوتا ہے

(محمود اسرائیلی)

رُوحِ تصوّف

زر کیا ہے سنر بھی دیدیں مُریدانِ باصفا
علم و عمل کا وصف کسی پیر میں بھی ہو
(علامہ اقبالؒ)

روحِ تصوّف

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی (اقبالؒ)

عرفان کا ہے دفترِ دُنیا کا کارخانہ — ہر ذرّے پر رقم ہے نیچر کا اِک فسانہ
یہ رنگ و بُو کا شاہد کہتے ہیں پھول جس کو — بُلبُل کی بیخودی کا گویا ہے اک بہانہ
شاید کسی کے ہیں یہ حسن آفریں مناظر — ڈالے نگاہ ان پر جو کوئی عارفانہ
اے جانِ حُسن تجھ سے میری یہ آرزو ہے — دِل میں ہو یاد تیری لب پہ ترا فسانہ
جلسوں میں مجلسوں میں دُنیا کی محفلوں میں — احباب مِل کے گائیں آذر کا یہ ترانہ

زاہد حرم میں کیا ہے ذرا بُتکدے میں چل — تو جس کو ڈھونڈتا ہے وہ شاید یہیں نہ ہو
رہتا ہے وہ حرم میں صنم خانے میں نہیں — اچھا ترا خُدا ہے کہیں ہو کہیں نہ ہو
جو ہر جگہ ہے اُس کے لیے جستجو ہی کیا — کیا اُسکو ڈھونڈتا ہے جو ملتا کہیں نہ ہو
تم دُور دُور ڈھونڈنے جاتے ہو کیوں اسے — دیکھو کہیں یہیں رگِ جاں کے قریں نہ ہو
کر ہر نفس سے زادِ رہِ آخرت کی فکر — شاید یہی نفس نفسِ واپسیں نہ ہو

جب طے ہوئے نہ راہِ محبت کے مرحلے — دِل ہی کو ہم نے منزلِ جاناں سمجھ لیا
اِک جانِ تازہ آگئی احساسِ عشق میں — جب زندگی نے درد کا درماں سمجھ لیا
منزل پہ جب نہ ہو سکی تکمیلِ جستجو — گمراہیوں کو حاصلِ ایماں سمجھ لیا
حافظ سے بادہ کش کی طرب سازیاں نہ پوچھ — ہر ذرۂ چمن کو غزل خواں سمجھ لیا

یہ نکتہ میں نے سیکھا بوالحسن سے — کہ جاں مرتی نہیں مرگِ بدن سے
چمک سورج میں کیا باقی رہے گی — اگر بیزار ہو اپنی کرن سے

اے آنکھ ہجرِ دوست میں آنسو بہا نہ تاب — اشکوں کی روشنی میں اُٹھتا ہے وہ نقاب
کیا تُو نے یہ معاملہ دیکھا نہیں کبھی — شبنم کے آنسوؤں پہ چمکتا ہے آفتاب

صدائے سازِ خودی لا اِلٰہ الا اللہ — نوائے رازِ خودی لا الٰہ الا اللہ
کسی صنم کی پرستش نہیں مجھے منظور — کہ میرا نازِ خودی لا الٰہ الا اللہ

مدد اپنے خدا سے چاہتا ہوں — کسی در پہ سر افگندہ نہیں میں
خودی میری متاعِ بندگی ہے — کسی فرعون کا بندہ نہیں میں

مجھے مرغوب ہے طرزِ فقیری یہی ہے حاملِ روشن ضمیری
نہیں جچتی ذرا میری نظر میں کسی مردِ فرومایہ کو میری!

مروت آدمیت کا ثمر ہے مروت مایۂ نازِ بشر ہے
نہیں جس دل میں احساسِ مروت دلِ ابلیس سے ناپاک تر ہے!

مروت مظہرِ فضلِ الٰہی مروت پر اساسِ پادشاہی
سیہ باطن ستم جو بے مروت ازل سے ہے رہینِ روسیاہی

ترے صوفے ہیں افرنگی ترے قالین ہیں ایرانی لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی
امارت کیا شکوہِ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل نہ زورِ حیدری تجھ میں نہ استغنائے سلمانی

قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بو پر چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں!

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے سرِ آدم برائے تحقیق فکاں ہے زندگی

تری نماز میں باقی جلال ہے نہ جمال تری اذاں میں نہیں ہے مری سحر کار

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن — گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان!

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے — شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول!

دیوانگی کو علتِ نقشِ خودی مٹا دے — با وصفِ علم و عرفان جیتا ہی پھر رہا ہوں

کہہ رہا ہے جرسِ قلب بآوازِ بلند — گم ہو راہبر تو ابھی راہِ خدا پیدا ہو

ہر برگِ درخت کہہ رہا ہے — میں بھی ہوں نصابِ درسِ قدرت

کچھ نظر آیا نہ پھر جب تو نظر آیا مجھے — جس طرف دیکھا مقامِ ہُو نظر آیا مجھے

خدا یاد آگیا مجھ کو بتوں کی بے نیازی سے — ملا بامِ حقیقت زینۂ عشقِ مجازی سے

معرفت سے قصۂ غم مختصر ہو جائے گا — جو خبر پائے گا اس کی بے خبر ہو جائے گا

عشق ہی جس کو نہیں ہے اسے ایمان نہیں — اپنے مذہب میں وہ کافر ہے مسلماں نہیں

پی کے ہم بادۂ عرفاں کو اگر دیکھتے ہیں — جلوہ اپنا نظر آتا ہے جدھر دیکھتے ہیں

جدا اک گل سے ہے جز جز سے کب گل ہے جدا یارو — عجب بے فائدہ جھگڑا ہے ہندو اور مسلماں کا

بہت امیدِ جنت پر بہت دوزخ کی وحشت سے — کوئی کمتر عبادت خالصاً للہ کرتا ہے

موت سے یارو وہی سب سے ڈر رہے ہے — زندگی میں آپ سے جو مر رہے ہے

ہو محویت بہ عشقِ بتِ خوش جمال میں — باقی نہ امتیاز ہو ہجر و وصال میں

خوشی ہو یا ہو غم دنیا میں کلفت ہو کہ راحت ہو — بدل راضی ہوں بسم اللہ جو تیری مشیت ہو

کرتے ہیں سجدے اسلئے دیر و حرم میں ہم — کیا جانیئے وہ شوخ کہاں ہو کہاں نہ ہو

جی چاہتا ہے خاک میں ملتے یہاں تلک — پیدا نہ ہووے حشر کے دن بھی نشاں تلک

اُلٹی ہی چال چلتے ہیں دلدادگانِ عشق — آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے

جو موقع مل گیا تو خضر سے یہ بات پوچھیں گے — جسے ہو جستجو اپنی وہ بیچارہ کدھر جائے

جس وقت تک اس آنکھ میں آنسو نہیں آتا — میں دیکھ چکا ہوں کہ نظر تو نہیں آتا

اگر منظور ہے سیرِ فضائے لامکاں پہلے — مٹا دے چار ارکانِ عناصر کا نشاں پہلے

حجِ اکبر زیارتِ دل ہے — طوافِ کعبہ کیا کرے کوئی

ہر اک جانب ظہورِ نورِ روئے یارِ جانی ہے — کہاں ارنی کہاں موسیٰؑ کہاں لن ترانی ہے

جذباتِ درویش

جہاں تک ہو مذاقِ آرزوئے یار پیدا کر
جہاں تک ہو خیالِ ماسوا سے عار پیدا کر!
نظر کیفی طبیعت مست، دلِ سرشار پیدا کر
جو پیدا کر سکے یہ حالِ صہبا بار پیدا کر!
یہ مانا اُلفتِ دیدار کے جذبات سب صادق
مگر پہلو میں دل تو قابلِ دلدار پیدا کر!
نگاہِ لطف کی جائے گی اس کی فکر لاحاصل
مگر حالت نگاہِ لطف کی حقدار پیدا کر!
زباں تک شکوۂ محرومیِ دیدار آنا تھا
خطاب آیا کہ جا اور طاقتِ دیدار پیدا کر!
اگر دیر و حرم کی خاک چھانی بھی تو کیا حاصل
جہاں تک ہو خراباتِ مغاں میں بار پیدا کر!
تمہیں آزاد یوں درویش کامل کون مانے گا
جہاں تک ہو حریبِ جبّہ و دستار پیدا کر

خانہ داری

قرینہ اور سلیقہ بھی عجب چیزیں ہیں دنیا میں
چمن کی گھاس بھی کتنی حسین معلوم ہوتی ہے!

(علامہ اقبالؒ)

نکاتِ خانہ داری

وُہ چال چل کہ عمر خوشی سے کٹے تیری
وہ کام کر کہ یاد تجھے سب کیا کریں

۱۔ اگر مکان کا فرش پالش شدہ ہو اور کرسیوں کے اِدھر اُدھر کھینچنے سے اس پر لکیریں پڑ جانے کا اندیشہ ہو۔ تو کرسیوں کے نیچے نمدے کی چھوٹی چھوٹی گدیاں سریش سے چپکا دیں :۔

۲۔ لکڑی کا فرنیچر دھوتے وقت پانی میں ذرا سا سوہاگہ ملا لیں تو خُوب صاف ہو گا :۔

۳۔ لکڑی کی اشیاء کو پالش کرنے کے بعد اگر کپڑا گرم کر کے اس پر رگڑیں تو اور بھی چمک آ جائے گی :۔

۴۔ لکڑی کو سیاہ کرنا ہو۔ تو تھوڑے سے گندھک کے تیزاب میں پانی ملا کر بُرش سے لکڑی پر ملیں۔ اور تھوڑی دیر آگ کے سامنے رکھیں۔ لکڑی سیاہ ہو جائے گی۔ پھر چمک پیدا کرنے کے لیے اوپر پالش ملیں :۔

۵۔ لکڑی کی چیزوں پر پالش کرنے سے پہلے ایک کپڑا گرم پانی

میں بھگو کر لکڑی پر اچھی طرح ملیں اور سوکھنے کے بعد پالش کریں۔ تو نہایت عمدہ ہو گا۔

۶۔ فولاد سے زنگ دور کرنا ہو تو اس میں کٹے ہوئے پیاز خوب مل کر ۲۴ گھنٹے رکھ دیں۔ اس کے بعد اینٹ کے برادے میں ذرا سا تارپین کا تیل ملا کر رگڑیں۔ زنگ دور ہو جائے گا۔

۷۔ اگر کاگ بڑا ہونے کی وجہ سے بوتل کے منہ میں نہ آتا ہو تو تھوڑی دیر سخت گرم پانی میں ڈال دیں۔ نرم ہو کر بوتل کے منہ پر آ جائے گا۔

۸۔ اگر کسی بوتل کے منہ پر شیشے کی ڈاٹ لگی ہو۔ اور جم گئی ہو۔ تو ڈاٹ کے منہ پر ذرا سا میٹھا تیل لگا کر آگ کی گرمی پہنچائیں ڈاٹ کھل جائیگی۔

۹۔ الماری کے اس خانہ میں جہاں چاندی رکھی ہو۔ کافور کے دو چار ٹکڑے رکھ دینے سے چاندی کا رنگ میلا نہیں ہو گا۔

۱۰۔ کوئلوں کا برادہ گلدان میں ڈال کر اوپر پانی ڈال دیں۔ تو اس میں جو گلدستہ لگایا جائے گا وہ ایک ہفتہ تک تازہ رہے گا۔

۱۱۔ پودوں کے گملوں میں کبھی کبھی ٹھنڈی چائے چھڑک دی جائے تو مٹی میں کیڑے نہیں پڑتے۔

۱۲۔ چوہوں کے بلوں پر سیاہ مرچ چھڑک دی جائے تو چوہے بھاگ

جاتے ہیں ‪‬

۱۳۔ مچھر سیاہ کپڑے پر ٹوٹ کر گرتے ہیں۔ لیکن زرد کپڑے کے نزدیک نہیں آتے۔ لہٰذا اگر زرد کپڑا اوڑھ کر سوئیں تو مچھروں سے آرام رہے گا۔ نیز اگر کوئی سیاہ کپڑا پلنگ سے دُور کسی کھونٹی پر لٹکا دیا جائے۔ تو تمام مچھر وہاں جمع ہو جائیں گے۔ اور سونے والے کو آرام رہے گا ‪‬

۱۴۔ کھٹمل مارنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ پانی کو خُوب تیز گرم کر کے اس میں مٹی کا تیل ملا کر دروازوں میں ڈال دیں۔ یا مٹی کا تیل اور کافور ملا کر ڈال دیں ‪‬ یا صابن پانی میں گھول کر گاڑھا گاڑھا ڈال دیں ‪‬

۱۵۔ جہاں دیمک ہو۔ وہاں تارپین کا تیل یا مٹی کا تیل اور رال ملا کر ڈالیں تمام دیمک دُور ہو جائے گی اور پھر پیدا نہیں ہو گی ‪‬

رموزِ خانہ داری

کسبِ ہنر کیا بھی تو قدرِ ہنر کہاں
ملتا ہے کوئی تشنۂ آبِ گہر کہاں!

۱۔ کسی ٹین کے ڈبے میں کوئی کھانے کی چیز بند ہو۔ تو ڈبہ کھولنے پر

اُسے باہر نکالیں ورنہ خراب ہو جائے گی ؎

۲۔ چاولوں کو اُبالتے وقت اُن میں ایک چمچہ لیموں کا رس ڈال دیا جائے تو چاولوں کی رنگت نہایت صاف ہو جاتی ہے۔ اور چاول خوشبودار ہو جاتے ہیں ؎

۳۔ ٹھنڈے پانی میں لیموں نچوڑ کر اس میں باسی سبزی ایک گھنٹہ بھگو دیں تو وہ تازہ ہو جائے گی ؎

۴۔ چائے کے پانی کو اگر زیادہ کھولایا جائے تو چائے بدمزہ ہو جاتی ہے ؎

۵۔ سبزی کو پکانے سے پہلے اُبالنا سخت غلطی ہے کیونکہ اس طرح سبزی کا وہ قدرتی نمک جو انسانی صحت کے لئے اکسیر ہے۔ ضائع ہو جاتا ہے ؎

۶۔ دُودھ میں سنگھاڑے کا آٹا ذرا سا ملا کر جوش دینے سے بالائی بکثرت اُترتی ہے ؎

۷۔ پیاز اور لہسن کھانے کے بعد ذرا سی مولی کھائی جائے تو بُو نہیں آتی ؎

۸۔ انڈا اگر چُونے کے پانی میں رکھا جائے تو ایک ہفتہ تک خراب نہیں ہوتا۔ اور نیز انڈوں کو باریک پسے ہوئے نمک میں داب دینے سے یا گوند کا لعاب اُن پر پلستر کر کے پھر چُونہ قلعی کے اندر

داب دینے سے یا گرم موم میں انڈوں کو غوطہ دے کر نکال لینے پر اور پھر سرد جگہ پر محفوظ رکھنے سے انڈے کئی ماہ تک خراب نہیں ہوتے۔

۹۔ اگر کہیں گدلا پانی پینا پڑے اور صاف پانی دستیاب نہ ہو۔ تو پانی کے گھڑے میں پھٹکری کی ایک چھوٹی سی ڈلی ڈال دیں تو پانی صاف ہو جائے گا۔

۱۰۔ فلالین کو دھونے سے پہلے اچھی طرح جھاڑ لیں تاکہ گرد نکل جائے پھر فوراً اسے دھو کر نکال لو۔ ورنہ سکڑ جائے گا۔

۱۱۔ کوٹ کا کالر اگر میلا ہو گیا ہو۔ تو سرکہ اور امونیا میں کپڑا بھگو کر اس پر ملیں۔ تو کالر صاف ہو جائے گا۔

۱۲۔ غالیچہ کو جھاڑو سے نہیں بلکہ برش سے صاف کرنا چاہیئے۔

۱۳۔ چھاتہ پر کیچڑ کے جو داغ لگ جاتے ہیں اُن کو اُتارنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ذرا سی سپرٹ میں کپڑا بھگو کر داغ پر ملیں۔ بالکل صاف ہو جائیں گے۔

۱۴۔ سیاہ بوٹ پالش میں ذرا سا سرکہ ملا دیا جائے تو بوٹوں پر خوب چمک آ جاتی ہے۔

۱۵۔ بچوں کے بوٹ کے تلے پر وارنش کا ایک کوٹ لگا کر خشک

دیا جائے پھر دُوسرا اور اسی طرح تیسرا کوٹ کر دیں تو تلے کی عمر دوگنی ہو جائے گی۔

۱۶۔ سرکہ اور نمک سے شیشے کی بوتلیں اور صراحیاں خوب صاف ہو جاتی ہیں۔
۱۷۔ تانبے اور پیتل کے برتن بھی سرکہ سے خوب صاف ہو جاتے ہیں۔
۱۸۔ کچا آلو چیر کر چاقو پر ملنے سے چاقو صاف ہو جاتا ہے۔

معلوماتِ خانہ داری

ہو علم اگر نصیب تعلیم بھی کر
دولت جو ملے تو اُس کو تقسیم بھی کر

۱۔ بیماری کا علاج نہ کرنے سے بہتر ہے کہ نیم حکیم سے علاج کرایا جائے۔
۲۔ قوی اور جوان آدمی کو سرد پانی سے، بچوں اور کمزور آدمیوں کو نیم گرم پانی سے روزانہ غسل کرنا چاہیئے۔
۳۔ سر میں تیل کی مالش اور دانتوں میں مسواک روزانہ ضروری ہے۔
۴۔ رات کو جس قدر جاگیں۔ اس کا نصف دن کو سونا لازمی ہے۔

۵ - زیادہ سرد و گرم اشیاء بالفعل دانتوں کو مضر ہیں ۔

۶ - میعادی بخار کے اندر ۷ روز میں یرقان ہو جانا بری علامت ہے ۔

۷ - کھانسی میں کھانے والی دواؤں کی نسبت منہ میں رکھنے والی دوائیں زیادہ فائدہ کرتی ہیں ۔

۸ - گلو کا عرق شہد کے ساتھ پینا جریان منی کے لئے نہایت مفید ہے ۔

۹ - ہینگ سرکہ میں پیس کر لگانا داد کے لئے مفید ہے ۔

۱۰ - روغن کنجد اور الکاس بیل کا عرق ہموزن ملنے سے بال بڑھ جاتے ہیں

۱۱ - خفقان رہنے سے موت اچانک ہو جایا کرتی ہے ۔

۱۲ - ہمیشہ سر درد رہنا موتیا بند کا پیش خیمہ ہے ۔

۱۳ - جوتی کے کاٹ لینے سے پاؤں کے زخم پر بانس پانی میں گھس کر لگانا مفید ہے

۱۴ - حاملہ عورت کے لئے جلاب اور فصد دونو منع ہیں ۔

۱۵ - بچپن کی شادی سے عورت اور مرد دونوں کم عمر اور دائم المریض ہو جاتے ہیں

۱۶ - زیادہ ترشی کا استعمال جلد بوڑھا کر دیتا ہے ۔

۱۷ - دودھ میں چھوارہ پکا کر کھانے سے خواہش جماع زیادہ ہوتی ہے ۔

۱۸ - بواسیر کے مریضوں کو جماع سے بچنا چاہیئے ۔

۱۹ - شہوت پرستی کا نتیجہ آتشک، سوزاک، پتھری، بواسیر اور سسک سسک کر مرنا ہوتا ہے ۔

۲۰- بیر بہوٹی کو روغن کنجد میں ملا کر عضوِ مخصوص پر ملنے سے عضو فربہ ہو جاتا ہے۔

۲۱- دودھ پلانے والی عورتوں کو سینہ بند ضرور استعمال کرنا چاہیئے۔ تاکہ چھاتیاں لٹک کر بدنما نہ ہو جائیں۔

بچوں کی تربیت

تعلیم وہ خوب ہے جو سکھلائے ہنر
اچھی ہے وہ تربیت جو روحانی ہے

۱- شروع میں بچے کی تربیت کا مناسب پروگرام مرتب کرو تاکہ تقسیمِ اوقات کے مطابق کام کیا جا سکے۔ اس طرح ابتداء ہی سے پابندیٔ اوقات کا عادی ہو جائے گا۔

۲- بچے کی تندرستی قائم رکھنے کے لئے دودھ مقررہ اوقات پر پلاؤ۔

۳- جب بچہ صبح کو اٹھے تو اسی وقت ضروری حاجات سے فراغت کرا لینے کی عادت ڈالو۔

۴- جب بچہ کوئی کام نادانی سے خراب کر دے تو اسے نہ جھڑکو۔ بلکہ پیار سے اس کے نقصانات سے آگاہ کر دو۔

۵۔ لغو اور بیہودہ کہانیوں کی بجائے بچے کو اخلاقی، تاریخی اور مذہبی حکایات سناؤ۔ اور بچے کے ساتھ محبت کے لہجے میں گفتگو کرو۔

۶۔ بچے کے سونے کا وقت مقرر کرو۔

۷۔ بچے کو کچھ دیر کے لئے دن میں کھلی اور صاف ہوا میں ضرور لے جاؤ۔

۸۔ بچے کو حتی الوسع ہر اچھی بری عادت کے بارے میں پہلے ہی خبردار کر دو۔

۹۔ بچے کو حتی الوسع کسی غم کی محفل میں نہ لے جاؤ۔

۱۰۔ بچے کی صحیح تعلیم و تربیت کا پورا پورا بندوبست کرو۔

۱۱۔ بچے کو آنے والی زندگی کی کشمکش کے لئے علم اور عمل کے ہتھیاروں سے مسلح کرو۔

۱۲۔ زندگی کی کشمکش میں کامیابی کے لئے بچے کی سیرت کو پختہ کرو۔

۱۳۔ بچے کو کامیاب شہری بناؤ۔

۱۴۔ بچے کی ذہنی اور روحانی قابلیت کے صحیح استعمال کے لئے اُسے آنے والے تغیرات عظیمہ سے آگاہ کرو۔

۱۵۔ بچے کی جسمانی اور روحانی نشوونما کے لئے ہر قسم کے ذرائع فراہم کرو اور مصیبت کے وقت بچے کی سب سے پہلے مدد کرو۔

۱۶۔ بچے کو کسب معیشت کا موقع دو۔ اور ہر قسم کے ناجائز انتفاع

سے بچاؤ ۔

۱۷۔ بچے کو اپنی تعلیمی کوششوں کا مرکز بناؤ ۔

۱۸۔ جو بچے لاعلاج ہیں۔ مگر تمہارے لیئے باعث خطرہ نہیں انہیں قید وبند میں رکھے بغیر ان کی حفاظت کرو ۔

۱۹۔ بچے کی اصلاح نفس کے لئے مراکز قائم کرو ۔

۲۰۔ بچے کے ساتھ تعاون پیدا کرو۔ اور بچے کے اخلاق وعادات سمجھنے کی کوشش کرو۔ اور ساتھ ہی بچے کی موجودگی میں اس کے عیوب ونقائص کا تذکرہ نہ کرو ۔

۲۱۔ کسی قابل تحسین کام پر بچے کی ضرور حوصلہ افزائی کرو ۔

۲۲۔ بچے کو کبھی ایسی حرکت نہ کرنے دو جس سے بعد میں اسے منع کرنے کی ضرورت پڑے ۔

۲۳۔ بچے پر حاکمیت جتانے کی نسبت اس کے ساتھ رفیقانہ سلوک کرو اور اسے ڈرا دھمکا کر اطاعت پر مجبور نہ کرو ۔

۲۴۔ بچے کا کبھی مذاق نہ اڑاؤ۔ بلکہ اس کے ساتھ ہنسی کھیل میں مشغول رہو ۔

۲۵۔ بچے کو اپنی محبت کا احساس دلاؤ ۔

۲۶۔ بچے کے حقوق کی نگہبانی کرو ۔

۲۷۔ بچے کو دُنیا میں ایک کامیاب انسان بنانے کے لئے اس کے عمل کے لئے آپ ایک مثال بن جاؤ۔

بچوں کی حفاظت

بچے بھی ہوں گے عالم عالم اگر ہیں مائیں
بچے بھی ہوں گے جاہل جاہل اگر ہیں مائیں

۱۔ بچے کو وہی چیزیں مت کھلاؤ جو بڑے کھاتے ہیں۔
۲۔ دُودھ پلانے کے جلد ہی بعد بچے کو مت نہلاؤ۔
۳۔ دُودھ پلانے کے جلد ہی بعد بچے کو اِدھر اُدھر مت اُچھالو۔
۴۔ بچے کے پاؤں اور ٹانگیں ٹھنڈی مت ہونے دو۔
۵۔ بچے کو تنگ یا نیچی گردن والے فراک مت پہناؤ۔
۶۔ جس کمرے میں ہوا کے جھونکے آ رہے ہوں وہاں بچے کو مت نہلاؤ۔
۷۔ بچے کے کپڑوں میں کیل نما پن مت لگاؤ۔
۸۔ بچے کو ماں یا کسی دوسرے کے ساتھ مت سلاؤ۔
۹۔ جب تک بچے کی پیٹھ مضبوط نہ ہو جائے بچے کو گود میں اس طرح مت اُٹھاؤ کہ وہ بیٹھا رہے اور اسکی پیٹھ کو سیدھا کھڑا رہنا پڑے۔

۱۰ سوتے ہوئے بچے کو مت جگاؤ۔

۱۱۔ بچے کو رات کے وقت باہر مت رکھو۔

۱۲۔ بچے کو زور سے آواز مت دو۔ اور نہ اُسے بدکاؤ۔

۱۳۔ بچے کو اس طرح مت اٹھاؤ کہ اُس کی ایک ٹانگ تمہاری بغل کی داہنی طرف اور دوسری بائیں طرف رہے۔

۱۴۔ جب تک بچے کی ٹانگیں اس کا بوجھ اُٹھانے کے لائق نہ ہو جائیں اُسے پیدل مت چلاؤ۔

۱۵۔ بچے کو دیا سلائی کے ساتھ مت کھیلنے دو۔

۱۶۔ بچے کو ایسی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے ساتھ مت کھیلنے دو جن کا پھسل کر اُس کے گلے میں چلے جانے کا خطرہ ہو۔

۱۷۔ بچے کو بہلاتے وقت اپنے کپڑوں میں پن یا بالی وغیرہ چیز مت پہنو جس کے بچے کو چبھ جانے کا ڈر ہو۔

۱۸۔ بچے کو چوسنی مت دو۔

۱۹۔ بچے کو منہ کھول کر سانس مت لینے دو۔

۲۰۔ جب بھی بچہ رونے لگے اُسے دودھ دینے مت لگ جاؤ۔

۲۱۔ بچے کو چائے۔ کچا دودھ یا شراب مت دو۔

۲۲۔ بچے کو سلانے کے لئے افیم وغیرہ نشیلی چیزیں مت دو۔

اشیائے خوردنی

صحت بھی ہو، روزی بھی ہو دل کو بھی ہو تسکیں
دُنیا میں بشر کے لئے نعمت ہے، تو یہ ہے!

(اکبرؔ)

کھانے کے آداب

لگے جب تمہیں بھوک کھاؤ غذا
وگرنہ چلی جائے گی اشتہا

۱۔ دوپہر کو کھانا کھا کر کم از کم آدھ گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ آرام کرو۔ یا کم از کم لیٹ ہی رہو۔ تو کھانا خوب ہضم ہو گا۔ اور ہاتھ پاؤں کاہلی سے محفوظ رہیں گے ؎

۲۔ رات کو کھانا کھا کر کم از کم پانچ سو قدم اور زیادہ سے زیادہ ہزار قدم چہل قدمی کرنے سے نیند خوب آئے گی اور روح تازہ رہے گی ؎

۳۔ جس شے کو چبانے میں جتنی دقت ہو گی۔ اتنی تکلیف معدہ کو اس کے ہضم کرنے میں لگے گی۔ لہٰذا غذا کو ہمیشہ بوڑھوں کی طرح چباؤ اور جوانوں کی طرح ہضم کرو ؎

۴۔ خدا نے جن پھولوں کو زیادہ رنگ عنایت فرمایا ہے۔ ان میں بُو اکثر کم ہوتی ہے۔ اور جن کو رنگ نہیں دیا۔ ان کو اکثر خوشبو مرحمت فرمائی ہے۔ اب آپ کو اختیار ہے چاہے

کھانے کا مزہ لے لو۔ چاہے زندگی کا ۔

۵۔ بھوک سے زیادہ کھانا نہ کھاؤ۔ ورنہ صحت خراب ہو جائے گی۔ اور بیماری سے صحت پا کر پیٹ بھر کر کھانا ہرگز نہ کھاؤ۔

۶۔ بھوک نہ لگنا بیماری کا پیش خیمہ ہے ۔

۷۔ قبل ہضم کھانا نہ کھاؤ۔ بلکہ بعد ہضم کچھ عرصہ تک معدہ کو آرام دو تاکہ معدہ خالی رہ کر اپنے اندر حرارت پیدا کرے۔ ورنہ قوتِ ہضم خراب ہو جائے گی ۔

۸۔ تمام بیماریوں کی جڑ ہاضمہ کی خرابی اور قبض ہے۔ رات کو سوتے وقت نصف گلاس گرم پانی کا پینا قبض کو رفع کرتا ہے ۔ اور صبح ناشتہ سے پہلے باسی پانی پینے سے بھی قبض دُور ہو جاتی ہے۔

۹۔ گرم مصالحہ اور تیز مصالحہ زیادہ کھانے سے معدہ خراب ہو جاتا ہے ۔

۱۰۔ غصّہ کی حالت میں کھانا کھانے سے بدہضمی کا سخت خطرہ ہے ۔

۱۱۔ کھانا کھانے کے بعد پیشاب کرنے سے انسان دردِ گردہ سے محفوظ رہتا ہے ۔

۱۲۔ پیشاب کو روکنے سے ضعفِ مثانہ پیدا ہوتا ہے ۔

۱۳۔ دمہ کے مریض کو رات کو غذا نہ دو ۔

۱۴۔ ہیضہ میں خوراک دینا زہر ہے ؎

۱۵۔ حکماء کا قول ہے کہ جن انگریزی مہینوں میں ر کا حرف نہیں ان میں مچھلی کھانا مضر ہے۔ اگر کھاؤ تو کم کھاؤ۔ یعنی مئی جون جولائی اور اگست۔ واضح رہے کہ یہی چار ماہ زیادہ گرم ہوتے ہیں۔ باقی سب مہینوں میں ر کا حرف آتا ہے۔ لہٰذا ان سب مہینوں میں مچھلی کھانا مضر نہیں ؎

کھانے میں احتیاط

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

۱۔ مولی۔ دہی اور پنیر ایک ساتھ کھانے سے دردِ قولنج کا اندیشہ ہے ؎

۲۔ دودھ کے ساتھ ترشی کھانے سے احتراقِ خون اور دردِ معدہ کا خطرہ ہے ؎

۳۔ مچھلی کے ساتھ دودھ۔ گنے کا رس یا شہد استعمال کرنے سے جذام۔ برص اور قولنج کا خوف ہے ؎

۴۔ گوشت طیور کے ساتھ دہی کھانے سے مرضِ قولنج وغیرہ کا خوف ہے۔

۵۔ چاول کے ساتھ سرکہ کھانے سے دردِ معدہ کا خوف ہے۔

۶۔ گوشت کے بعد شہد کھانے سے بھی دردِ معدہ کا خطرہ ہے۔

۷۔ نمکین گوشت بریان اور سرکہ ایک ساتھ کھانے سے دردِ معدہ اور قولنج کا خوف ہے۔

۸۔ دودھ اور شراب معدے میں جمع ہونے سے مرضِ نقرس کا اندیشہ ہے۔

۹۔ لہسن اور شہد ایک ساتھ کھانے سے دردِ معدہ اور احتراقِ خون کا خطرہ ہے۔

۱۰۔ لہسن و پیاز اور بادام باہم ملا کر کھانا منع ہے۔

۱۱۔ خربزے کے ساتھ دہی کھانے سے دردِ معدہ کا خوف ہے۔

۱۲۔ خربوزہ کھانے کے بعد پانی پینے سے ہیضہ ہو جانے کا خطرہ ہے۔

۱۳۔ کیلے کے ساتھ لسی پینے سے دردِ معدہ اور ہیضہ کا خطرہ ہے۔

۱۴۔ گرم کھانے کے ساتھ دہی کھانے سے مرضِ قولنج کا خوف ہے۔

غلّہ اور دالیں

تُو ہی رزّاق ہے / دیدے جو تجھے دینا ہے
مانگ کر لینا بھی لینے میں کوئی لینا ہے

۱۔ گیہوں ۔ مزاج اس کا گرم ہے ۔ دُودھ اور منی پیدا کرتا ہے
آنتوں میں پھسلن پیدا کرتا ہے ۔ باریک آٹا قابض اور موٹا
بغیر چھنا ہوا کھانا دافع قبض ہے۔ اس کے آٹے میں ۷۱ فیصدی
شکری اجزا ہوتے ہیں۔ جو باریک کیا ہوا چوکر ملا لینے سے
کم ہوجاتے ہیں ؎

۲۔ بَجَو ۔ سرد و خشک سل کو نافع ہے۔ بلغم کو تحلیل کرتی ہے ۔
دستوں کو بند کرتی ہے۔ اِس میں ۷۳ فیصدی شکری اجزاء
ہوتے ہیں ؎

۳۔ باجرہ ۔ گرم و خشک اور بعض سرد و خشک بھی کہتے ہیں مصلح
اس کا شکر گھی اور دُودھ ہے۔ رطوبت فاضلہ کو خشک کرتا
ہے ۔ اور قابض ہے۔ اِس میں بھی ۷۳ فیصدی شکری اجزاء
ہوتے ہیں ؎

۴۔ چاول ۔ سرد و خشک مصلح اس کا شکر۔ دودھ اور گھی ہے۔ پیاس کو کھوتا ہے۔ بدن کو فربہ کرتا ہے منی پیدا کرتا ہے۔ پیچش اور آنتوں کے زخم کو مفید ہے۔ اس میں ۸۰ فیصدی شکری اجزاء ہیں۔

۵۔ چنا ۔ گرم و خشک۔ بدن کو ردی مادہ سے پاک کرتا ہے جسم کی حرارت کو طاقت دیتا ہے۔ خلط صالح پیدا کرتا ہے اور پیشاب خوب لاتا ہے۔

۶۔ مکی ۔ سرد و خشک۔ نسل کو نافع ہے۔ بلغم کو تحلیل کرتی ہے دستوں کو بند کرتی ہے۔ اس میں ۷۳ فیصدی شکری اجزاء ہیں۔

۷۔ ماش ۔ گرم مرطوب۔ اس کا مصلح مرچ۔ ادرک اور ہینگ ہے۔ دودھ اور منی پیدا کرتا ہے۔ باہ اور استادگی بڑھاتا ہے مقوی اعضا ہے۔ آنتوں میں پھسلن پیدا کرتا ہے۔ اس کے آٹے کا خمیر سر پر رکھتے ہی نکسیر بند ہو جاتی ہے۔ جوش خون کو تسکین دیتا ہے۔ عمدہ غذا ہے۔

۸۔ مونگ ۔ سرد و خشک۔ چھلکا اتری ہوئی معتدل مصلح اس کا ترشی۔ بیماروں کے لئے معتدل غذا ہے۔ خلط صالح پیدا کرتی ہے۔ پٹھوں کو طاقت دیتی ہے۔ خون کی تیزی اور صفرا

بھوک کو بڑھاتا ہے۔ بینائی کو قوت دیتا ہے۔ پیشاب لاتا ہے
اور پتھری کو توڑتا ہے ؎

۷۔ مُولی۔ گرم و تر۔ ہاضم ہے۔ مگر خود دیر ہضم ہے۔ بواسیر کو نافع
ہے۔ پیشاب اور حیض کو جاری کرتی ہے۔ گردہ و مثانہ کی پتھری
کو نکالتی ہے۔ جگر کی بیماریوں کو مفید ہے ؎

۸۔ چقندر۔ گرم و تر۔ ورم اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے۔ مادہ بلغمی
کو پختہ کرتا ہے۔ دردِ گردہ و گٹھیا اور رعشہ کو نافع ہے ؎

۹۔ گوبھی۔ سرد و خشک ہے۔ اعصاب کو قوت دیتی ہے۔ جریانُ
سوزاک کو نافع ہے۔ کھانسی کو روکتی ہے۔ خمار کو تسکین دیتی ہے ؎

۱۰۔ کریلا۔ گرم و خشک۔ مصلح اس کا املی کا پھول و پیاز ہے۔
پیشاب لاتا ہے۔ پیٹ کے کیڑے مارتا ہے۔ سرد مزاج کے
معدہ کو طاقت دیتا ہے۔ جریان کو نافع ہے۔ پتھری کو توڑتا
ہے۔ فالج۔ لقوہ۔ استرخا۔ گٹھیا اور جلودھر کو نافع ہے ؎

۱۱۔ کدو۔ سرد و تر۔ مصلح گرم مصالحہ ہے۔ خلط صالح پیدا کرتا
ہے۔ پیشاب لاتا ہے۔ گرمی کے بخار کو مفید ہے۔ مدقوق کے
لئے اس سے بہتر کوئی غذا نہیں ہے۔ قلیل الغذا ہے ؎

۱۲۔ میتھی۔ گرم و خشک۔ ریاح کو دُور کرتی ہے۔ پیشاب لاتی ہے۔

ورم طحال اور درد کمر کو نافع ہے۔ مثانہ کی سردی کو قطع کرتی ہے۔

۱۳۔ اروی۔ گرم و تر۔ بدن کو فربہ کرتی ہے۔ کھانسی اور سینہ کی خشکی اور نرخرہ کی کھرکھراہٹ کو مفید ہے منی کو گاڑھا کرتی ہے مگر قابض ہے۔

۱۴۔ گاجر۔ گرم و تر۔ جگر کا سدہ کھولتی ہے۔ معدہ کو قوت دیتی ہے کھانے کو مفید ہے۔ پیشاب خوب لاتی ہے گردہ و مثانہ کی پتھری کو توڑتی ہے۔ جلودھر کو مفید ہے۔ اس کا عرق خفقان کو نافع ہے۔

۱۵۔ نیم۔ سرد و خشک۔ فساد صفرا و بلغم کو کھوتی ہے۔ اس کی پتیوں کا عرق داد کو مفید ہے۔

ساگ او رپات

غذا معتدل کھاؤ اے نیک نام

کرو غسل بہتر ہے قبل از طعام

۱۔ سرسوں کا ساگ۔ گرم و خشک ہوتا ہے پیٹ کے کیڑے مارتا ہے۔ بلغم کو خارج کرتا ہے۔

۲۔ چنے کا ساگ۔ گرم و تر۔ ترشی کی وجہ سے عورتیں زیادہ پسند

کرتی ہیں ملین اور ہاضم ہوتا ہے ؛

۳۔ میتھی کا ساگ۔ گرم و خشک ہے۔ جگر۔ رحم و کمر کے درد کو نافع ہے۔ مثانہ کی کمزوری اور پیشاب کی زیادتی کو دور کرتا ہے۔ سرد مزاجوں کو زیادہ موافق ہے ؛

۴۔ پالک کا ساگ۔ سرد و تر۔ چھاتی کے امراض اور کھانسی میں مفید ہے۔ ملین ہے۔ قبض کو رفع کرتا ہے ؛

۵۔ بتھوے کا ساگ۔ سرد و تر۔ جگر و طحال کی سختی کو دور کرتا ہے۔ پیٹ کو نرم کرتا ہے۔ اخلاط صالحہ پیدا کرتا ہے۔ کثرتِ استعمال سے ضعفِ باہ کا احتمال ہے ؛

۶۔ سیم کی پھلیاں۔ سرد و تر۔ ریاح زیادہ پیدا کرتی ہیں۔ قابض ہیں۔ ادرک ڈالنا مفید ہے۔ اس کے ساتھ مقوی باہ ہو جاتی ہیں ؛

میوہ جات

شکر نعمت ہائے او
چنداں کہ نعمت ہائے او

۱۔ امرود۔ مزاج اس کا سرد و تر۔ دل اور معدہ کو طاقت دیتا ہے۔ بھوک بڑھاتا ہے۔ خفقان کو دور کرتا ہے ؛

۲۔ انار شیریں۔ سرد و تر۔ خون پیدا کرتا ہے۔ پیٹ کو نرم کرتا ہے۔ پیشاب لاتا ہے۔ اعضاء رئیسہ کو طاقت دیتا ہے۔ چھلکا اِس کا کھانسی کو مفید ہے ؎

۳۔ انار ترش۔ سرد و تر۔ سینہ کی سوزش اور جگر و معدہ کی گرمی کو تسکین دیتا ہے۔ جوشِ خون کو کم کرتا ہے۔ اسہال صفراوی کو مفید ہے۔ خفقان اور تشنگی کو دور کرتا ہے ؎

۴۔ انگور۔ گرم تر۔ جلد ہضم ہوتا ہے۔ خون صالح پیدا کرتا ہے۔ کثیر الغذا ہے۔ بدن کو فربہ کرتا ہے اور مصفی خون ہے ؎

۵۔ آڑو۔ سرد و تر۔ پیاس کو کھوتا ہے۔ جوشِ خون کو دور کرتا ہے۔ اکثر بخاروں میں مفید ہے ؎

۶۔ آنولہ۔ سرد خشک۔ قابض ہے دل و دماغ اور آنکھوں کو طاقت دیتا ہے۔ ہاضمہ درست کرتا ہے ؎

۷۔ آم۔ اعضاء رئیسہ کو قوت بخشتا ہے۔ خون پیدا کرتا ہے۔ نیند لاتا ہے لیکن قلمی آم ثقیل اور دیر ہضم ہے ؎

۸۔ تربوز۔ گرمی و صفرا کو تسکین دیتا ہے۔ پیشاب جاری کرتا ہے اس کا پانی گرم مزاج والوں کو فرحت دیتا ہے۔ دیر ہضم ہے اور چاولوں کے ساتھ کھانا مضر ہے ؎

نرالی روٹیاں

لطف جو سادگی میں دیکھا ہے
اِس کو کس رنگ میں بیاں کیجئے

ہر ایک قوم اپنی اپنی مقرر کی ہوئی وضع پر روٹیاں پکاتی ہے کوئی جَو کا آٹا استعمال کرتی ہے۔ کوئی چاول کا اور کوئی گیہوں کا مگر پاکستان میں عموماً گیہوں، مکی اور باجرہ کا آٹا زیادہ استعمال ہوتا ہے:۔

۱۔ سویڈن ناروے کے لوگوں کی روٹیاں گول اور چپٹی ہوتی ہیں مگر ان کے بیچوں بیچ ایک بڑا سوراخ ہوتا ہے۔ وہ اس لئے رکھا جاتا ہے کہ اگر بہت سی چپاتیوں کو کہیں دُور لے جانا ہو تو سب کو ایک بانس میں پرو لیا جائے:۔

۲۔ اِنگلستان میں ڈبل روٹی کھاتے ہیں۔ اس کی شکل و صورت سے واقف ہر ایک ہے:۔

۳۔ بلقان میں زنجیروں کی طرح روٹیاں پکاتے ہیں۔ جنہیں روٹیاں بیچنے والے اپنے کندھوں اور گردنوں میں ڈال کر بیچتے پھرتے ہیں اِس ملک میں جو لوگ خیموں میں زندگی گزارتے ہیں وہ ان

زنجیر نما روٹیوں کے حلقوں سے اپنے گھر کے دروازوں پر پردے
اور چلمنیں بھی لگا لیتے ہیں۔ اور جب خیمے والوں کے پاس رسد
کا سامان ختم ہو جاتا ہے۔ تو انہیں پردوں کو کھا جاتے ہیں ؎
۴۔ جاپان میں ایک قسم کی روٹی بانس کی طرح بنائی جاتی ہے۔ اس
کے قتلے کاٹ کر بیچتے پھرتے ہیں ؎
۵۔ روس میں ایک عجیب گول اور بیچ میں سے خالی بسکٹ بنتا ہے۔
یہ کھانے میں تو مزے دار ہوتا ہی ہے۔ مگر روسی ان پڑھ
کسان اس سے گننے کا کام بھی لیتے ہیں۔ شادی کے وقت جو غریب
کسان سونے کی انگوٹھی پہننے کی طاقت نہیں رکھتا۔ وہ اسی
بسکٹ کا حلقہ انگوٹھی کے طور پر استعمال کر لیتا ہے ؎
۶۔ تنور کی روٹی۔ سریع الہضم ہے۔ نفخ بھی کم کرتی ہے۔ مگر
جو لوگ چپاتی کھانے کے عادی ہیں ان کو اکثر نفخ کرتی ہے
یاد رہے کہ چونکہ مزاج مختلف ہیں اس لئے روٹیوں کا اثر
بھی مختلف ہوتا ہے جو لوگ قوی مزاج کے ہوتے ہیں وہ جس قسم
کی روٹیاں کھائیں انہیں ہضم ہو جاتی ہیں اور کچھ نقصان نہیں کرتیں
اور جو لوگ ضعیف ہوتے ہیں بسا اوقات انکو تنور یا چپاتی سے بھی تکلیف ہو جایا کرتی ہے
۷۔ ڈبل روٹی۔ قابض ہے۔ تنور کی روٹی کے اعتبار سے اس میں غذائیت

بھی کم ہوتی ہے مگر ہضم جلدی ہو جاتی ہے، جو لوگ اسہال
بواسیر میں مبتلا ہوں، اُن کے لئے عمدہ غذا ہے ؛

۸۔ گیہوں کی پوریاں ۔ قابض، نفاخ اور دیر ہضم ہیں۔ جن لوگوں
کے گُردے ضعیف ہوتے ہیں وہ ہرگز اس کو استعمال نہ کریں
ایک ہندی کا دوہرہ کسی نے خوب کہا ہے ؎

دُکھ دیا دو جس نے پوری اور پر نار
سُکھ دیا دو جس نے روٹی اور اپنی نار

اگر پوریاں کھانے سے پیٹ میں درد ہو جائے تو نمک اور بھُنے ہوئے
چنے ہم وزن لے کر سفوف بنائیں اور ایک تولہ گرم پانی کے ساتھ
پھانکیں نمک، پودینہ، الائچی یا دیاں کا سفوف بھی ہاضم ہے ؛

۹۔ گیہوں کے ستّو ۔ عمدہ غذا جَو کے ستوؤں کے اعتبار سے ان
کا مزاج گرم ہے ضعیف آدمی گیہوں کے ستّو استعمال کریں، اور
موٹے آدمی جن میں خون زیادہ ہو، جَو کے ستّو استعمال کریں یہ ستّو نفاخ
ہوتے ہیں معدے میں دیر سے ہضم ہوتے ہیں، اُن کی اصلاح کا
بہترین طریقہ یہ ہے کہ ستوؤں کو پانی میں جوش دے کر کپڑے
پر پھیلا دیں۔ جب پانی جذب ہو جائے خشک کر کے رکھ چھوڑیں
اور سرد پانی میں گھول کر شکر ملا کر علی الصباح تناول فرمائیں ؛

۱۰۔ گیہوں کا نشاستہ۔ سینہ کے امراض کے واسطے نہایت مفید ہے۔ نزلہ، زکام اور ضعفِ دماغ کو بیحد فائدہ بخشتا ہے معدے پر البتہ اِس کا اثر اچھا نہیں ہوتا قبض کرتا ہے۔

۱۱۔ گیہوں کا حریرہ۔ گیہوں کے آٹے کو پانی میں گھولیں اور شیرہ مغز بادام اور شکر ملا کر قدرے روغن زرد سے بگھاریں، کھانسی نزلہ، ضعفِ دماغ اور ضعفِ گردے کے واسطے نہایت ہی مفید چیز ہے بدن کو فربہ اور باہ میں تقویت پیدا کرتا ہے۔

۱۲۔ شیرمال۔ دیر ہضم ہے، معدے کو غلیظ کرتا ہے مگر عمدہ غذا ہے بشرطیکہ موافق آجائے۔ علاوہ ازیں گردے کو بہت تقویت دیتا ہے میرے نزدیک اِس کی اصلاح اگر شوربے کے ساتھ کی جائے تو بہتر ہے تاہم مداومت ٹھیک نہیں۔

۱۳۔ بسکٹ۔ قابض ہوتے ہیں خاص کر میدے کے تو نہایت ہی مضر ہیں۔ اُن کے مضرات کی اصلاح میدے کی روٹی کی طرح کی جاتی ہے۔ چائے کے ساتھ البتہ اصلاح ہو جاتی ہے۔

عجیب و غریب

تم تو یونسؔ عاقبت ہی عاقبت کہتے رہے
کچھ تو دنیا میں بھی قبضہ مالکانہ چاہیئے
(یونسؔ)

مُفید معلُومات

فطرت نے باغِ دہر میں کیا کیا کھلائے گُل
غنچوں کے دل میں بھر کے تمنّائے انقلاب

۱ ۔ دُنیا میں سب سے بڑا معبد "خانۂ کعبہ" ہے ۔ جو ملک عرب کے مشہور شہر مکّہ میں واقع ہے ؂

۲ ۔ دُنیا میں سب سے بڑا گرجا "سینٹ پیٹر" روم ہے ؂

۳ ۔ دُنیا میں سب سے بڑی لائبریری لینن گریڈ رُوس میں ہے ؂

۴ ۔ دُنیا میں سب سے بڑی کتاب برطانیہ کے عجائب گھر میں ہے اِس کی جلد نہایت مضبوط چمڑے کی ہے اور اس پر چاندی کے قبضے لگے ہیں ۔ یہ کتاب سات فٹ اُونچی ہے ۔ اور کم سے کم تین آدمی اُسے ایک جگہ سے دُوسری جگہ سرکا سکتے ہیں ؂

۵ ۔ دُنیا میں سونے کا سب سے بڑا سکّہ مشرقی ایشیا کے اس مُلک میں چلتا ہے جو فرانس کے ماتحت ہے ۔ اِس سکّے کا نام گولڈ لوف ہے یعنی سونے کی روٹی ۔ یہ سکّہ روپے کی طرح چپٹا اور گول ہے اور اس کی قیمت ۵۵ پونڈ یعنی آٹھ سو پچیس روپے کے برابر ہے

اِس سے چھوٹا جاپان کا سکہ "اودانگ" ہے۔ اس کی قیمت ۱۵۷ روپے کے قریب ہوتی ہے ؏

۶۔ دنیا میں سب سے بڑا ہیرا راجہ صاحب فتح پور کے پاس ہے۔ اس ہیرے کا نام "گوبند" ہے۔ لیموں جتنا بڑا ہے اور اس کی قیمت نوّے ہزار پونڈ بتائی جاتی ہے ؏

۷۔ دنیا میں سب سے چھوٹا ہیرا لندن کے ایک سوداگر کے پاس ہے جو آنکھوں سے دکھائی بھی نہیں دیتا۔ خوردبین سے نظر آسکتا ہے۔ ہیرا ہونے کے لحاظ سے تو اس کی قیمت ایک آنہ بھی نہیں ہے۔ لیکن عجیب چیز ہونے کے سبب سے اس کی قیمت پندرہ پونڈ ہے ؏

۸۔ دنیا میں سب سے چھوٹا جزیرہ فلیٹ ہوم ہے۔ یہ رودبار انگلستان میں واقع ہے۔ اس کا سارا گھیرا صرف ڈیڑھ میل ہے ؏

۹۔ دنیا میں سب سے بڑی مچھلی ویل کی قسم کی ہوتی ہے۔ پھر ویل کی بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ ان سب میں سے ایک قسم سارکل کی مچھلی سب سے بڑی ہے۔ وہ سو فٹ اونچی ہوتی ہے اور اس کی کمر کا قطر ۴۰ فٹ کے قریب ہوتا ہے۔ دانت دو دو ہاتھ لمبے اور صورت نہایت خوفناک ہوتی ہے۔ پانی میں وہ مچھلی چالیس ۴۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی ہے۔ تیز سے تیز جہاز بھی مشکل

سے اتنا چل سکتا ہوگا - اگر اس مچھلی کی تندرستی اچھی رہے تو دن بھر میں ایک سو ٹن یعنی پونے تین ہزار من مچھلیاں کھا جاتی ہے۔

۱۰- دُنیا میں سب سے لمبا سلسلہ ٹیلیفون کے تار کا وہ ہے جو شمالی امریکہ میں نیو یارک اور سان فرانسسکو کے درمیان کھولا گیا ہے۔ ان دو شہروں کے درمیان تقریباً تین ہزار میل کا فاصلہ ہے ؛

۱۱- دُنیا میں سب سے بڑا ریگستان صحرائے اعظم افریقہ ہے ؛

۱۲- دُنیا میں سب سے بڑا پارک ملبورن سٹون نیشنل پارک امریکہ ہے ؛

۱۳- دُنیا میں قرآنِ پاک کی اشاعت کرنے کی سب سے بڑی مسلم کمپنی "تاج کمپنی لیمیٹڈ لاہور و کراچی ہے" ؛

۱۴- دُنیا میں سب سے بڑا جرمنی جہاز "ہینڈن برگ" تھا جو ۱۹۳۷ء میں نذرِ آتش ہو گیا ؛

۱۵- دُنیا میں سب سے بڑی دُوربین ولسن معائنہ گاہ امریکہ میں ہے جو دو سو انچ بلند ہے ؛

۱۶- دُنیا میں سب سے بڑا آبشار سدرلینڈ ہے جس کی بلندی ۱۹۰۴ ہے اور ملک نیوزی لینڈ میں ہے ؛

۱۷- دُنیا میں سب سے بڑا ریوالور کولٹ (COLT) نے ۱۸۳۵ء میں ایجاد کیا ؛

۱۸۔ دُنیا میں سب سے تیز چلنے والی گاڑی الیف۔ ڈی۔ رینلڈ انگلستان میں ہے جس کی رفتار ۱۲۰ کیلو میٹر فی گھنٹہ سے بھی زیادہ تیز ہے؛

۱۹۔ دُنیا میں سب سے بڑے تیر انداز ٹراسکن میکسیکو کے باشندے ہیں جو کہ تیس ۳۰ فٹ کے فاصلے پر کے دانہ کو بآسانی نشانہ لگا سکتے ہیں؛

۲۰۔ دُنیا میں سب سے بڑا بم ایٹم بم ہے؛

عِلمی معلُومات

آنکھیں تو بیشمار دیکھیں لیکن
کم تھیں بخدا کہ جن کو بینا پایا

۱۔ اُنگلی کا ناخن ایک سال میں ڈھائی اِنچ بڑھتا ہے؛

۲۔ اِنسان کا ایک بال ایک سال میں سولہ ۱۶ اِنچ بڑھتا ہے؛

۳۔ تازہ ہوا ایک گھنٹے میں پانچ میل چلتی ہے؛

۴۔ مُرغی ایک گھنٹے میں بارہ ۱۲ میل اُڑ سکتی ہے؛

۵۔ ہاتھی ایک گھنٹے میں پچیس میل دوڑ سکتا ہے؛

۶۔ شکاری کُتا ایک گھنٹے میں چھتیس ۳۶ میل دوڑ سکتا ہے؛

۷۔ جنگلی کبوتر ایک گھنٹے میں چالیس میل اڑ سکتا ہے ؛

۸۔ گھوڑ سوار ایک گھنٹے میں چالیس میل دوڑ سکتا ہے ؛

۹۔ جہاز ایک گھنٹے میں چھپن میل دوڑ سکتا ہے ؛

۱۰۔ عقاب ایک گھنٹے میں سات سو نوے میل جاتی ہے ؛

۱۱۔ آواز ایک گھنٹے میں سات سو نوے میل جاتی ہے ؛

۱۲۔ روشنی ایک گھنٹے میں چھیاسی ہزار تین سو پچیس میل جاتی ہے ؛

۱۳۔ ناریل کا تازہ پانی اسہالِ اطفال کے لئے نہایت مفید ہے ۔
یہ پانی تین ماہ کے بچے کے لئے عمدہ خوراک بھی ہے ؛

۱۴۔ حرق النار (آگ سے جل جانا) کے لئے ٹینک ایسڈ کا استعمال نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔ اس کا ۵ سے ۱۰ فیصدی کا محلول مقام ماؤف پر فی الفور لگا دینا چاہیئے اور مریض کو گرم رکھیں ۔ اس سے بہت جلد صحت ہو جاتی ہے ؛

۱۵۔ ڈاکٹر وائیٹل نے کثیر تجربات کے بعد بتایا ہے کہ قند سفید (ریفشکری) سرطان رحم کے لئے اکسیر شے ہے۔ چنانچہ ایسی مریض عورتیں جو عملِ جراحی کے ناقابل ہوں۔ اس علاج سے پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں ڈاکٹر موصوف خالص نیشکری، قند سفید، گلیسرین خالص اور آبِ مقطر کا گاڑھا محلول بنا کر اس میں روئی تر کر کے فمِ رحم

میں رکھتا ہے۔ اس کے پندرہ روزہ استعمال سے متعفن بو اور
رطوبت کا بہنا بند ہو جاتا ہے۔ درد میں کمی آجاتی ہے اور
اور گلا سڑا حصّہ خود بخود گر جاتا ہے ؛

۱۶۔ ڈاکٹر ڈی کاسٹا بیان کرتا ہے کہ انسولین کا مقام سرطان پر روزانہ
لگانا اس کا شافی علاج ہے۔ یہ بھی ایک قابلِ تجربہ دوا ہے ؛

۱۷۔ ڈاکٹر بریم نے فیل پا کے علاج میں سوڈیم انٹی منی ٹارٹریٹ ۲ گرین
کا وریدی ٹیکہ نہایت مفید بیان کیا ہے۔ ٹیکہ ہفتے میں دوبار
کیا جاتا ہے ؛

۱۸۔ ڈاکٹر ملہوترہ نے کثیر تجربات کے بعد یہ بیان کیا ہے کہ شدید درد
کان کے لئے کلوروفارم کا بخور کان کے اندر اس طرح پہنچانا کہ وہ
پردۂ گوش پر نہ لگے۔ نہایت مفید ہے ؛

۱۹۔ ڈاکٹر کمبل نے بیان کیا ہے کہ جن مقامات پر گھیگہ کا مرض پایا
جاتا ہے وہاں ٹنکچر آیوڈین رکٹی فائیڈ کا ایک قطرہ ہمراہ پانی ہر روز پلانا
پوٹاشیم آیوڈائیڈ ۲ گرین روزانہ کھلانا نہایت مفید ہے ؛

۲۰۔ اینٹے لوئین ا۔۰ گرام کا کھلانا ہتیلی چھپاکی (رسری) کے لئے
فائدہ بخش ہے ؛

مفید ایجادیں

خدا مجھے بھی اگر بال و پر عطا کرتا
شگفتہ اور بھی ہوتا یہ عالم ایجاد

۱۔ دنیا میں سب سے پہلے ۱۴۵۰ء ولیم کیکسٹن نے قدیمی انجیل کو جرمن میں شائع کیا جس کی قیمت ۴۰۰ پونڈ رکھی گئی۔ یہ کتاب اب بھی لندن کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔

۲۔ دنیا میں سب سے پہلے ریڈ کراس ایک شخص مسمّی ہنری دوننٹ نے ۱۸۵۹ء میں آسٹریا اور فرانس کے درمیان سلولفرنو کی لڑائی سے متاثر ہو کر قائم کیا۔

۳۔ دنیا میں سب سے پہلے کیکسٹن نے کتاب چھاپنے کی مشین ۱۴۴۰ء میں ایجاد کی۔

۴۔ دنیا میں سب سے پہلے تار برقی سیموئل مورس نے ۱۸۴۴ء میں ایجاد کیا۔

۵۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ چھپائی کا کام سب سے اوّل یورپ میں ایجاد کیا گیا۔ لیکن وہ یہ سن کر بہت حیران ہوں گے کہ آج کل

کیمبرج یونیورسٹی نے ایک چینی فلاسفر کی تصنیف کہیں سے پائی ہے جو ۱۱۶۷ء کی ہے اور چھپی ہوئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چھپائی کا کام یورپ والوں سے پہلے چینی لوگوں نے ایجاد کیا۔ چینیوں کی ایک اور کتاب کا پتہ لگا ہے جو لکڑی کی مہروں کے ذریعے ۹۲۲ء میں چھپی تھی۔

۶۔ سب سے پہلے جو شخص ہوائی جہاز میں بیٹھ کر اُڑا۔ پاورغزین تھا جو ۱۷۰۹ء میں ازبن کے مقام پر اُڑا تھا۔ اس نے غبارے میں ہائیڈروجن گیس کی جگہ گرم ہوا بھری تھی۔ ۱۷۶۶ء میں ایک شخص کونڈش نے معلوم کیا کہ ہائیڈروجن ہوا سے بہت ہلکی ہے اور اس سے آسانی کے ساتھ اُڑا جا سکتا ہے۔ بیلون یا غبارہ فرانس کے ایک باشندے نے ایجاد کیا تھا۔ سب سے پہلے امتحان کے لئے بھیڑیں مرغ بطخیں۔ ہوائی جہازوں میں سوار کرا کر اُڑائی جاتی تھیں۔

۷۔ ساٹھ سال گزرے کہ پیرو (جنوبی امریکہ) کے ہسپانی افسر اعلیٰ کی بیوی کو سخت بخار آیا۔ ڈاکٹروں نے بہت سے علاج کئے۔ مگر بالکل آرام نہ ہوا۔ آخر کار اس کے ایک نوکر نے جو پیرو ہی کا رہنے والا تھا۔ اسے کسی درخت کی چھال کا نہایت

کڑوا جوشاندہ پلا دیا۔ اس سے وائسرانی جلد تندرست ہو گئی۔ جب وہ ہسپانیہ کو جانے لگی۔ تو اپنے ساتھ تھوڑی سی اس قسم کی چھال لے گئی ہوتے ہوتے اس کی شہرت سارے یورپ بھر میں ہو گئی۔ اس لیڈی کا نام سنکونا تھا۔ اس لئے سوئیڈن کے ایک مشہور ڈاکٹر نے اس دوائی کا نام بھی سنکونا ہی رکھ دیا۔ اسی کو ہم کونین کہتے ہیں۔ اس کا نام کونین اس لئے مشہور ہے۔ کیونکہ پیرو میں اُسے کونیا یعنی درخت کی چھال کہتے ہیں ؂

۸۔ فرانس کے ایک پولیس افسر نے ایک ایسی عینک ایجاد کی ہے۔ جسے لگانے سے پیچھے کی تمام چیزیں نظر آتی ہیں۔ اس عینک کو لگانے والا معلوم کر سکتا ہے کہ میرے پیچھے کیا ہو رہا ہے۔ عینک کی کمانی کی بغل میں دو شیشے لگے ہیں۔ جن پر پچھلے حصے کا عکس سامنے کے شیشوں پر نظر آتا ہے اور اس عینک کو لگانے والا اپنی آنکھوں کے سامنے ان چیزوں کو دیکھ سکتا ہے جو اس کی پیٹھ کی طرف ہوں ؂

۹۔ اندھوں کے شارٹ ہینڈ (مختصر لکھنے) کی ایک مشین ایجاد کی گئی ہے اور اس سے ایک پیدائشی اندھا ۲ ہفتے کی مشق سے ایک منٹ میں سو لفظ لکھ سکتا ہے ؂

۱۰۔ انگلستان میں بعض تماشے کرنے والے ہاتھی کو ٹائپ کا کام سکھا دیتے ہیں۔ ہاتھی اپنی اپنی سونڈ سے ٹائپ مشین کی گھنڈیوں کو دباتا ہے۔ اور اس طرح لفظ بن جاتے ہیں ؎

۱۱۔ ایک پروفیسر نے ایک آلہ بنایا ہے۔ جس سے اندھے دیکھنے لگیں گے وہ پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ میں اس آلے کو لگا کر سخت اندھیری جگہ جا سکتا ہوں اور وہاں سب چیزوں کو اسی طرح صفائی سے دیکھ سکتا ہوں جس طرح وہ دن کو نظر آتی ہیں۔ یہ آلہ ٹیلیفون کے اصول پر بنایا گیا ہے۔ اور کانوں پر لگایا جائے گا۔ یہ نہایت عجیب بات ہے کہ اندھے کانوں سے دیکھیں گے۔ اس آلے کا نام فونوسکوپ ہوگا ؎

۱۲۔ ایک ڈاکٹر نے بجلی کی طاقت سے نیند لانے کا طریقہ دریافت کیا ہے۔ جس شخص کو نیند نہ آتی ہو۔ وہ ڈاکٹر صاحب کی بجلی کی مشین کے بٹن کو ہاتھ لگا دے۔ نیند آجائے گی۔ جب بجلی کی رو کو بند کر دیا جائے گا۔ مریض جاگ اٹھے گا۔ اور کسی قسم کی تکلیف معلوم نہ ہوگی ؎

۱۳۔ فرانس کے ایک عقلمند آدمی نے عام برتنوں کے لئے ایک ایسا شیشہ تیار کیا ہے۔ جو فرش پر گرنے سے بھی نہیں ٹوٹتا اور

اگر ٹوٹ بھی جائے تو ریزہ ریزہ نہیں ہوتا۔

۱۴۔ لندن کے ایک گرجا پر ایک عجیب گھڑی لگی ہوئی ہے اس کی آواز تو سنائی دیتی ہے مگر وہ گھڑی دکھائی نہیں دیتی۔ یہ پاؤ گھنٹہ اور پورا گھنٹہ بجاتی ہے۔ نہ اس کی کوئی ڈائل ہے نہ سوئیاں اور نہ کوئی ایسا ظاہری نشان ہے جس سے معلوم ہو سکے کہ یہاں گھڑی لگی ہوئی ہے۔

۱۵۔ اٹلی میں چاول کی فصل کاٹنے کی ایک نہایت کارآمد مشین ایجاد کی گئی ہے۔ ایجاد کرنے والے کو نمائشوں میں گورنمنٹ اٹلی سے بڑے بڑے انعام ملے ہیں۔ یہ مشین ساڑھے سات ایکڑ فصل کو دس گھنٹے میں کاٹ کے رکھ دیتی ہے۔

۱۶۔ کھیتی باڑی کے محکمہ نے ایک آلہ بنایا ہے جو زمین کی سطح کو ٹڈیوں کیڑوں اور جھاڑیوں وغیرہ سے بالکل صاف کر دیا کرے گا اب تو زمین کو صاف کر کے اسے کھیتی کے لائق بنانے میں مہینے لگ جاتے ہیں لیکن اس کی مدد سے بہت جلد زمین پیداوار کے لائق ہو سکے گی۔ اس آلے میں ایک خانہ بھاپ پیدا کرنے کا بھی ہے۔ جب اس کو زمین پر چلایا جاتا ہے تو بھاپ اس میں سے نکل کر بڑے زور سے زمین پر سے گزرتی ہے۔

اِس آلے کے پیچھے لمبی لمبی لوہے کی کیلیں لگائی گئی ہیں۔
چلانے کے وقت وہ زمین میں گھس جاتی ہیں۔ اُوپر سے بھاپ
آتی ہے اور زمین کے سوراخوں میں داخل ہو کر کیڑوں ٹڈوں اور
فضول گھاس کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ اُمید ہے کہ اس آلے
سے زمینداروں اور کِسانوں کو بہت آسانی ہو جائے گی ۔

عجیب باتیں

غالب طبعِ فکر پہ غفلت کی رات ہے
اس سے عجیب تر بھی کوئی اور بات ہے

۱۔ امریکہ کے ایک شہر آک لینڈ میں ایک عجیب عمارت ہے۔
اس کی چودہ منزلیں ہیں۔ پہلی منزلوں میں تو پانچ چھ دفتر ہیں۔ مگر
سب سے اُوپر کی منزل میں قیدیوں کو رکھا جاتا ہے۔ گویا قیدی
زمین سے ۵۰۰ فٹ کے قریب اُونچے رہتے ہیں ۔

۲۔ برطانیہ کے عجائب گھر میں کوئی ڈھائی لاکھ سکوں اور تمغوں کے نمونے
رکھے ہیں ۔

۳۔ امریکہ میں ۱۷۰۰ء میں صرف ایک اخبار جاری تھا۔ مگر اب

دو سو اٹھارہ سال گزرنے کے بعد اس ملک میں اتنے اخبار ہیں کہ اگر انگلستان۔ فرانس اور جرمنی کے سب اخبار جمع کئے جائیں۔ جب بھی امریکہ کے اخباروں سے گنتی میں کم ہوں گے۔

۴۔ تبت کے باشندوں کی مذہبی کتاب کا نام کاہ گیور ہے۔ اس کتاب کی ایک سو آٹھ جلدیں ہیں اور ہر ایک جلد میں ایک ایک ہزار صفحے ہیں۔ گویا ساری کتاب کے ایک لاکھ آٹھ ہزار صفحے ہوئے یہ کتاب ایسی مشکل ہے کہ کوئی شخص اس کی شرح کی مدد کے بغیر ایک فقرے کے معنے بھی نہیں سمجھ سکتا۔

۵۔ اگر ایک ایکڑ زمین پر ایک انچ بارش ہو تو اس میں ایک سو دس (۱۱۰) ٹن یعنی اکتیس بتیس سو من پانی رستا ہے۔ اگر ایک ہزار ایکڑ زمین پر معمولی بھوبار پڑے تو بادلوں میں سے ایک لاکھ تیرہ ہزار ٹن پانی نیچے گرے گا۔

۶۔ انگریزی پونڈ (ساورن) کے دو سو چالیس (۲۴۰) پنس ہوتے ہیں۔ اور ہمارے بدن کی ہڈیاں بھی دو سو چالیس (۲۴۰) ہیں نصف ساورن میں ایک سو بیس (۱۲۰) پنس ہوتے ہیں۔ انسان کے سر اور دھڑ میں بھی ایک سو بیس (۱۲۰) ہڈیاں ہیں۔ ہماری دونو طرف کی پسلیاں بارہ (۱۲) ہیں اور شلنگ میں بھی بارہ پنس ہوتے ہیں۔ دیکھو

کہاں انگریزی سکے اور کہاں انسان کے جسم کی ہڈیاں ۔ مگر کیسی عجیب بات ہے کہ جتنی یہ اُتنی وہ ؛

۷۔ بارہ سنگھے کی کھال میں سخت گرمی ہوتی ہے ۔ اگر کوئی شخص اُسے پہن لے ۔ تو اسے قطب شمالی کی سخت سرد سے سرد راتوں میں بھی سردی نہ لگے گی ؛

۸۔ جو لوگ خودکشی کر کے مرتے ہیں ۔ اس کا حساب کیا گیا ۔ تو ایک سال میں ایک لاکھ اسی ہزار خودکشیاں ہوئیں جس جس وقت اور جس جس موسم میں خودکشیاں ہوئیں ۔ وہ بھی لکھے گئے ہیں ۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ خودکشیاں جون کے مہینے میں ہوئیں اور سب سے کم ستمبر میں ۔ اور نصف خودکشیاں صبح کے وقت اور باقی مختلف وقتوں میں ؛

۹۔ کہتے ہیں کہ انجیل (عیسائیوں کی مذہبی کتاب) میں ۱۹ قیمتی پتھروں چھ دھاتوں ۴۰ درختوں اور پودوں ۔ ۳۵ جانوروں ۲۹ پرندوں چھ مچھلیوں ۔ گیارہ سانپوں اور بیس قسم کے زمین کے کیڑوں کا ذکر آیا ہے ؛

۱۰۔ افریقہ کے جنگلوں میں ایک ایسا درخت پایا جاتا ہے جو شکل میں شاہ بلوط کے درخت سے ملتا جلتا ہے ۔ اس درخت سے نہایت

اچھا مکھن نکلتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اگر وہ مکھن سال بھر بھی رکھا جائے تو بُو دار نہیں ہوتا ۔

۱۱۔ جنوبی امریکہ میں ایک درخت ہوتا ہے جس کی چھال اوڑھنے کے کام آتی ہے ۔ یہ بہت نرم اور موٹی ہوتی ہے اور درخت پر سے چھ سات فٹ لمبی چوڑی چھال آسانی سے اُتاری جا سکتی ہے۔ وہاں کے رہنے والے اس پتھر پر رکھ کر خوب کوٹتے ہیں جس سے اوپر کا سخت چھلکا اُتر جاتا ہے اور بیچ میں سے ایک موٹی سی چادر نکلتی ہے۔ لوگ اسے کھول کر کئی کئی سال تک اوڑھتے ہیں ۔

۱۲۔ جاوا میں ایک درخت ہے جس کے سارے پھول ایک ساتھ کھلتے اور ایک ساتھ مرجھا جاتے ہیں ۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بٹن دبانے سے بجلی کا لمپ روشن ہو جاتا ہے ۔ اور اونچا کر دینے سے گل ہو جاتا ہے ۔

۱۳۔ تمباکو کے بیج اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ ایک چٹکی میں جتنے آجائیں وہ ایکڑ زمین میں بوئے جا سکتے ہیں ۔

۱۴۔ یورپ کے بڑے مالیوں نے اندازہ لگایا ہے کہ نارنگی کا درخت ڈیڑھ سو سال تک پھل دیتا ہے ۔

۱۵- ہاتھی کے کُل آٹھ دانت ہوتے ہیں - چار اُوپر چار نیچے - دو جو کھانے کے ہوتے ہیں - اور باہر نظر آتے ہیں - وہ الگ ہیں ؛

۱۶- رُوس کے پاس ایک جزیرہ مکڈن ہے اس میں ایک جھیل ہے جس میں تین قسم کا پانی ہے - اُوپر کا پانی میٹھا اور ہاضمہ درست رکھنے والا ہے - نیچے کا پانی کھاری اور بدمزہ اور تیسری تہ کا پانی سخت بدبُودار اور گندھک کا عرق معلوم ہوتا ہے - اس جھیل میں جانور بھی اسی طرح رہتے ہیں - اُوپر کے پانی میں خوبصورت مچھلیاں - دُوسرے حصّے میں کچھوے اور سب سے نیچے بہت بُرے بُرے بدشکل اور گندے جانور رہتے ہیں ؛

۱۷- امریکہ میں ایک ایسا کنواں دریافت ہوا ہے جس میں دو قسم کا پانی ہے - ایک قسم کے پانی میں تو گندھک ملی ہوئی ہے اور مزے میں بھی کھاری ہے - دُوسرا پانی اچھا ہے - جب اوّل اس کنوئیں کو کھودا گیا اور ۱۶۰ فٹ کی گہرائی تک پہنچے تو گندھک کا پانی نکلا - اور نیچے کھودا گیا - اور تین سو نو فٹ کی گہرائی تک پہنچے - تو وہاں سے میٹھا پانی نکلا - اس کنوئیں کے مالکوں نے اب دونوں پانیوں میں الگ الگ نل لگا دیئے

ہیں اور ایک کنوئیں میں سے دو قسم کا پانی نکلتا ہوا دیکھ کر لوگ حیران ہوتے ہیں ؂

۱۸۔ افریقہ میں بعض ہاتھی ایسے ہیں۔ جن کے دانت وزن میں سو من کے قریب ہوتے ہیں اور آٹھ نو فٹ کے قریب لمبے ہوتے ہیں ؂

دلچسپ باتیں

سکتے ہیں ہے قلم کہ لکھے بھی تو کیا لکھے
جو واقعی عجیب ہو وہ ماجرا لکھے

۱۔ یہ عجیب بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ انگلستان کے سابق بادشاہ آنجہانی جارج پنجم کے تین سو چچیرے اور خالہ زاد بھائی تھے۔ ملکہ وکٹوریہ سارے یورپ کے بادشاہی خاندان کی نانی کہلاتی تھیں اور بادشاہ ایڈورڈ ہفتم کو لوگ یورپ کے بادشاہوں کے ماموں کہا کرتے تھے۔ اس حساب سے سابق بادشاہ جارج پنجم یورپ کے بادشاہوں کے بھائی ہوئے ؂

بادشاہ مذکور کے خالہ زاد بھائی پرشیا۔ ڈنمارک۔ یونان۔

رُوس۔ ناروے۔ سویڈن۔ بلجیم۔ ہسپانیہ۔ پرتگال۔ آسٹریا۔ ہنگری۔ اٹلی۔ ہالینڈ۔ رومانیہ۔ بلغاریا۔ مانٹی نیگرو اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں موجود ہیں۔ اگر ان سب کو گنا جائے تو گنتی تین سو تک پہنچتی ہے اِس لحاظ سے یورپ کی جنگ بھائیوں کی لڑائی ہے جسے خانہ جنگی کہنا چاہیئے۔ کیونکہ سب لڑنے والے ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

۲۔ جنگِ عظیم کے دَوران میں اَنگلستان کے لوگوں نے جنابِ وزیرِ اعظم سلطنتِ انگلستان کے حضور ایک درخواست پیش کی تھی کہ جب تک جنگ جاری رہے اور اس کے بعد بھی چھ مہینے تک شراب کا بِکنا بند کر دیا جائے۔ اس درخواست پر بیس لاکھ آدمیوں کے دستخط تھے۔ اور اس کا وزن ایک ٹن یعنی ۲۸ من کے قریب تھا۔

۳۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں بہت سے شہروں کے نام یورپ کے شہروں کے ناموں پر رکھے گئے ہیں۔ چنانچہ تین قصبے اور گاؤں ایسے ہیں جن کا نام برلن ہے۔ اکیس ایسے قصبے ہیں جن کا نام ہمبرگ تیئس ایسے ہیں جنہیں پیرس کہتے ہیں۔

۴۔ ولایت کا ایک انگریزی اخبار لکھتا ہے کہ لندن کے شہر میں کم سے کم ساڑھے سات لاکھ بلیاں ہیں۔ اگر ان میں آدھی

بلیوں کو ہر روز صرف آدھ پاؤ دودھ دیا جائے تو بارہ سو من کے قریب دودھ روزانہ چاہیئے۔ کتّے ان سے بھی زیادہ ہیں اور ان کی خوراک کا خرچ بلیوں کے خرچ سے بھی زیادہ ہے ؂

۵۔ انگلستان میں اس وقت ستّر لاکھ سے زیادہ عورتیں سوداگری کے کاموں اور پیشوں میں لگی ہوئی ہیں ؂

۶۔ تمام دُنیا کو دیا سلائیاں بہم پہنچانے کے لیے ساٹھ ہزار آدمیوں کو لگاتار کام کرنا پڑتا ہے۔ ساری دُنیا کے ملکوں میں برطانیہ سب سے زیادہ دیا سلائیاں خرچ کرتا ہے ؂

۷۔ انگلستان میں نو لاکھ بیاسی ہزار تین سو چوراسی شخص بُوڑھے ہونے کے سبب سے پنشن لے رہے ہیں۔ ان میں سے تین لاکھ پچونسٹھ ہزار چار سو چونسٹھ مرد ہیں۔ باقی سب عورتیں ؂

۸۔ امریکہ کے شہر نیویارک میں ہر تین منٹ کے بعد ایک آدمی کسی نہ کسی جُرم میں گرفتار ہوتا ہے۔ ہر چھ منٹ کے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے۔ ہر سات منٹ میں ایک موت ہوتی ہے۔ ہر سترہ منٹ میں ایک شادی ہوتی ہے۔ ہر چالیس منٹ میں ایک مسافر باہر سے آتا ہے۔ ہر اڑتالیس منٹ میں کہیں نہ کہیں آگ لگ جاتی ہے۔ ہر دو گھنٹے میں ایک قیدی خلاصی پاتا ہے۔ ہر سات

گھنٹے میں ایک شخص غریب اور دیوالیہ ہو جاتا ہے۔ ہر آٹھ گھنٹے میں ایک شخص مدرسے سے بالکل تعلیم پوری کر کے نکلتا ہے اور ہر روز ایک آدمی قتل ہوتا ہے۔

۹۔ چین کے شہنشاہ کے گھر میں جو چائے پی جاتی ہے وہ بہت خبرداری سے تیار ہوتی ہے۔ ایک باغ چار دیواری سے گھرا ہوا ہے اس میں یہ چائے بوئی جاتی ہے تاکہ کسی انسان یا جانور کا گزر پودوں کے پاس نہ ہو سکے۔ اس چائے کو جو لوگ کاٹتے ہیں ان کو حکم ہے کہ مچھلی نہ کھائیں تاکہ کہیں اُن کے منہ کی بُو سے چائے خراب نہ ہو جائے۔ ان لوگوں کو تین دفعہ دن میں نہانے کا حکم ہے وہ ہاتھوں میں دستانے پہن کر چائے کو کاٹتے ہیں۔

۱۰۔ چند سال ہوئے بمبئی ہائی کورٹ کے ایک جج سر فرینک بتجمن بالکل اندھے تھے۔ مگر کام آنکھوں والے ججوں کی نسبت ہزار درجے سے اچھا کرتے تھے۔ جب آپ کی عدالت میں کوئی بیرسٹر آتا تو وہ اُس کی آواز ہی سے پہچان لیتے۔ جس دن کوئی نیا وکیل یا بیرسٹر آجاتا۔ اُس دن کلرک انہیں اس کا نام بتا دیتا تھا۔ آپ ٹائپ بہت اچھی طرح جانتے تھے۔ اور بعض مقدموں کے فیصلے اپنے ہاتھ سے ٹائپ کر لیا کرتے تھے۔ آپ سوداگری کے

مقدموں کا فیصلہ کرنے میں بہت لائق تھے۔ اجنبی آدمی ہرگز نہ پہچان سکتا تھا کہ آپ اندھے تھے ؎

۱۱۔ مُلک برہما میں دستور ہے کہ جو لڑکا اور لڑکی ہفتے کے کسی ایک دن پیدا ہوئے ہیں مثلاً لڑکا بھی جمعہ کے دن پیدا ہوا ہو۔ اور لڑکی کی پیدائش بھی جمعہ کے دن ہو۔ اُن دونوں کی شادی آپس میں نہیں ہو سکتی۔ برہما والے یقین رکھتے ہیں کہ اگر وہ لڑکا لڑکی آپس میں شادی کریں گے تو نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ اس لئے اُنہوں نے ہفتے کے ہر ایک دن کے لئے خاص خاص حرف مقرر کر رکھے ہیں۔ اور لڑکے لڑکیوں کا نام رکھتے وقت اُس دن کا حرف جس دن وہ پیدا ہوتے نام کے پہلے لگا دیا جاتا ہے۔ تاکہ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں لڑکا یا لڑکی فلانے دن پیدا ہوئے تھے ؎

۱۲۔ پُرانے کھنڈروں اور عمارتوں کی عجیب باتیں دریافت کرنے کے لئے یورپ میں بڑے بڑے لائق لوگوں کی کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ وہ پُرانے کھنڈروں میں ہزاروں سال پہلے کی چیزیں ڈھونڈتے ہیں۔ اور ان چیزوں سے پُرانے زمانے کے لوگوں کے حالات معلوم کرتے ہیں۔ چند سال ہوئے بلجیم کے اسی قسم کے چند ڈاکٹروں نے ایک عجیب غریب کھانا کھایا تھا۔ اِس کھانے

میں روٹی تو اُن گیہوں کے آٹے کی پکائی گئی تھی۔ جو مصر کے قدیم میناروں کے ایک مکان سے ملے تھے اور اس وقت پیدا ہوئے تھے جس زمانے میں شہر نینوا کی بنیاد ابھی نہیں رکھی گئی تھی۔ اور حضرت ابراہیم ؑ ابھی زندہ تھے۔ اس دعوت میں سیب وہ رکھے گئے تھے۔ جو اٹلی کے شہر پامپی آئی کے زمین میں دبے ہوئے کھنڈروں سے ملے تھے اور ان کو اٹھارہ سو سال سے زیادہ زمانہ گزر چکا تھا۔ حیرانی کی بات ہے، کہ ہزاروں سال کا عرصہ گزرنے پر بھی وہ گیہوں اور سیب بگڑے نہیں ۞

۱۳۔ امریکہ کے ایک شہر میں ۲ عورتیں رہتی تھیں۔ وہ دونوں ایک ہی دن پیدا ہوئیں۔ ایک ہی دن اُنہیں بپتسمہ دیا گیا یعنی عیسائی بنایا گیا۔ ایک ہی دن اُن کی شادیاں ہوئیں۔ ایک ہی دن اُن کے اولاد ہوئی۔ ایک کے ہاں بھی لڑکی پیدا ہوئی۔ اور دوسری کے ہاں بھی لڑکی پھر وہ دونوں عورتیں ایک ہی دن بیوہ ہو گئیں ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ کہ دونوں کی موت بھی ایک ہی دن ہوئی ۞

۱۴۔ عورتوں کے سر کے بال جو شمار کئے گئے اور اُن کی لمبائی ناپی گئی۔ اور سب بالوں کی لمبائی کو جوڑا گیا۔ تو جن عورتوں کے بہت کم

بال تھے اُن کی لمبائی چالیس میل نکلی۔ اور جن کے سر پر زیادہ بال تھے ان کی لمبائی ساٹھ میل ہوئی ۔

۱۵۔ ہر گھڑی میں چھوٹے چھوٹے پہیئے ہوتے ہیں۔ وہ رات دن پھرتے رہتے ہیں۔ ایک شخص نے ہر پہیئے کو ناپ کر اور یہ دیکھ کر کے کہ وہ دن رات میں کے دفعہ پھرتے ہیں۔ پھر سال بھر کا حساب پھیلا دیا تو اُسے معلوم ہوا کہ ہر چھوٹی گھڑی یعنی جیب گھڑی کے پہیئے ایک سال میں ساڑھے تین ہزار میل چلتے ہیں۔ دیکھو رات دن ایک ہی چال چلتے رہنے سے ایک سال میں کتنا فاصلہ طے ہو گیا۔ اگر آدمی اسی طرح ہر روز تھوڑا تھوڑا بھی لکھتا پڑھتا ہے۔ تو کہاں کا کہاں پہنچ جائے ۔

۱۶۔ گرین لینڈ کی ویل مچھلی اٹھاسی ہاتھیوں اور چار سو چالیس ۴۴۰ ریچھوں کے برابر بھاری ہوتی ہے ۔

۱۷۔ سوئٹزرلینڈ کے ایک مشہور ڈاکٹر اور سائنس دان مسٹر پکٹٹ نے ثابت کر دیا ہے کہ مچھلیاں پانی کے بغیر بھی زندہ رہ سکتی ہیں۔ اُنھوں نے زندہ مچھلیوں کو پانی کے ایک برتن میں ڈال دیا۔ اور اس میں "آکسیجن" گیس بھی داخل کر دی ساتھ ہی برف کے چند ٹکڑے بھی ڈال دیئے۔ اِس طرح پانی بالکل ٹھنڈا ہو کر برف

کی طرح جم گیا۔ اس برتن کو بند کر دیا گیا۔ دو مہینے کے بعد جب وہ جما ہوا پانی پگھل گیا۔ اور ڈاکٹر صاحب نے پانی کو کھولا۔ تو ساری مچھلیاں زندہ تھیں ۔

۱۸۔ ریسل (دریائی بچھڑے) کے بچے پانی سے بہت ڈرتے ہیں۔ اگر انہیں پانی میں ڈالا جائے تو ڈوب جاتے ہیں۔ تیرنا سیکھنے کے لئے بہت محنت اور کوشش کرنی پڑتی ہے مگر جب ایک دفعہ تیرنا سیکھ لیں تو زمین پر چلنا بہت جلد بھول جاتے ہیں ۔

۱۹۔ گوائی مالا (امریکہ) میں ایک قسم کی مچھلی پائی جاتی ہے جس کی چار آنکھیں ہوتی ہیں ان میں دو آنکھیں تو پانی کے باہر کی چیزیں دیکھ سکتی ہیں اور دو پانی کے بیچ کی چیزیں۔ اس طرح وہ مچھلی ایک ہی وقت میں دونوں طرف نگاہ کر سکتی ہے ۔

۲۰۔ سمندر میں ایک قسم کی مچھلی ہوتی ہے جس کی شکل ہو بہو تارے کی طرح ہے۔ اور اس کے بدن کی پانچ چھ نوکیں ہوتی ہیں۔ اگر اس کی کوئی نوک ٹوٹ جائے۔ تو دوبارہ پھوٹ آتی ہے۔ اگر ایک نوک کے سوا سب نوکیں ٹوٹ جائیں۔ تو بھی وہ جیتی رہتی ہے اور ساری نوکیں دوبارہ پیدا ہو جاتی ہیں ۔

کارآمد باتیں

سو بار کی کہی ہوئی باتوں کو کیا کہیں
کس بات کو عجیب کہیں یا نیا کہیں

۱۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ بچہ دن کے وقت کم بڑھتا ہے اور رات کے وقت زیادہ بڑھتا ہے ؂

۲۔ ترکوں میں پاکیزگی صفائی اور صحت کا بہت خیال ہے چنانچہ جس طرح دلّی کی شادیوں میں ایک رقم پاندان کی مقرر ہوتی ہے اسی طرح ترکوں میں ایک رقم حمام کی مقرر ہوتی ہے ؂

۳۔ ڈاکٹروں نے انسان کے دماغ کا وزن ۶۸۔ اونس یعنی دو سیر کے قریب تک لکھا ہے معمولی درمیانی طاقت والے آدمی کا دماغ ۵۰۔ اونس کے قریب اور عورت کا ۴۵۔ اونس کے قریب ہوتا ہے عقلمند آدمی کے دماغ کا وزن چالیس برس یا اس سے زیادہ عمر تک بڑھتا ہے اور پچاس برس کی عمر کے بعد گھٹنے لگتا ہے۔ اور ساتھ ہی تمام دماغی قوتیں کم ہونے لگتی ہیں ایک

تندرست آدمی جس کا دماغ ۳۱ - اونس ہو۔ اس کے دماغ میں کوئی خاص قسم کی لیاقت نہیں ہوتی لیکن وہ زندگی کے سادہ اور معمولی کام کرسکتا ہے جس کا دماغ ۲۱ - اونس سے بھی کم ہو۔ اس کی عقل کمزور ہوگی - اس کے کاموں میں بیوقوفی پائی جائے گی ؁

۴ - مٹھائی اور گوشت کے زیادہ کھانے سے دانت خراب ہوجاتے ہیں آئرلینڈ کے لوگوں کے دانت دنیا کے اور ملکوں کے رہنے والوں سے اچھے ہوتے ہیں - کیونکہ وہ گوشت اور مٹھائی بہت کم کھاتے ہیں - ان کی خوراک عام طور سے اس قسم کی ہوتی ہے - جسے زیادہ چبانا پڑتا ہے ؁

۵ - ملک سائبیریا میں دودھ کی اینٹیں بنا کر بیچتے ہیں جب دودھ پینے یا چائے میں ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے تو ان اینٹوں کو کسی برتن میں ڈال کر گرم کرلیتے ہیں - وہ پگھل کر بالکل دودھ ہوجاتی ہیں ضرورت کے وقت انہی اینٹوں سے وہ لوگ مار پیٹ کا کام بھی لے لیتے ہیں - چونکہ اس ملک میں سردی بہت زیادہ ہے - اس لئے شاید وہ دودھ کو جما لیتے ہوں گے ؁

۶ - تمام دنیا میں بلجیم کے رہنے والے سب سے زیادہ آلو کھانے والے ہیں

اور آئرلینڈ کے رہنے والے اُن سے دُوسرے درجے پر ہیں۔

۷۔ دُنیا میں سب سے چھوٹا بر اعظم آسٹریا کا ملک ہے۔ لیکن وہاں کے لوگ ساری دُنیا کے بر اعظموں سے زیادہ گوشت کھاتے ہیں۔ ایشیا حالانکہ سارے بر اعظموں سے بڑا ہے لیکن یہاں سب بر اعظموں سے کم گوشت کھایا جاتا ہے۔ افریقہ اور جنوبی امریکہ کے لوگ تو سبزی کو زیادہ پسند کرتے ہیں لیکن یورپ اور امریکہ کے لوگ تو گوشت پر جان دیتے ہیں۔ اگر صرف عام مشہور جانوروں کے گوشت کا حساب لگایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سال بھر میں ساری دُنیا کے انسان چھپن کروڑ من کے قریب گوشت کھا جاتے ہیں۔ اگر فی آدمی اوسط نکالی جائے تو بنیل سیر کے قریب بیٹھتی ہے۔

۸۔ چاول سے آٹھ گنی طاقت گیہوں میں ہے۔ اور گیہوں سے آٹھ گنی طاقت دُودھ میں ہے۔ دُودھ سے چونسٹھ گنی طاقت گھی میں ہے۔ یوں سمجھ لو کہ ایک سیر گھی میں ایک سیر چاولوں سے چار سو گنی طاقت زیادہ ہے۔

۹۔ ہر شخص جانتا ہے کہ شراب بہت تباہ کرنے والی چیز ہے۔ اور دُنیا میں اس سے بُری شے کوئی نہیں لیکن بڑی بڑی شائستہ

قومیں شراب پینے کی منحوس عادت میں بُری طرح گرفتار ہیں۔
انگلستان کا ایک رسالہ لکھتا ہے کہ ایک دفعہ پندرہ سالوں میں برطانیہ نے تیس ارب روپیہ شراب میں برباد کیا۔ جب ایک لائق عقلمند اور پڑھے لکھے ملک کا یہ حال ہے تو ہندوستان جیسے جاہل۔ غریب اور کمزور ملک کا تو خدا ہی حافظ ہے ۔

۱۰۔ چین والے گائے کا دودھ استعمال نہیں کرتے۔ لیکن عورت کا دودھ کئی بیماریوں میں پیتے ہیں ۔

۱۱۔ آنکھوں کے ایک مشہور ڈاکٹر نے بتایا ہے۔ کہ جن لوگوں کے بال کالے ہوتے ہیں۔ اُن میں کمزور نظر والے کم ہوتے ہیں۔ اور جن کے بال سنہری یا کسی اور رنگ کے ہوں۔ ان میں بہت لوگوں کی نظریں کمزور ہوتی ہیں۔ یورپ کے شمالی حصے سویڈن۔ ناروے اور جرمنی میں بہت آدمی عینک چڑھائے نظر آتے ہیں۔ مگر اٹلی۔ جنوبی فرانس اور ہسپانیہ میں بہت کم۔ کیونکہ ان ملکوں میں زیادہ سردی نہیں۔ اور لوگوں کے بال کالے ہوتے ہیں ۔

۱۲۔ فوجی ڈاکٹروں کو معلوم ہوا ہے کہ زخمیوں کے علاج میں دانہ دار کھانڈ سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ جب تک زخم سے

خون جاری رہے۔ کھانڈ استعمال نہیں کرنی چاہیئے۔
لیکن جب صاف زخم پر اُسے لگایا جائے تو بہت جلد
آرام ہونے لگتا ہے۔ دوبارہ پٹی باندھنے پر زخم دھونے
کی ضرورت نہیں صرف دوسرے تیسرے دن کھانڈ لگا دینا
کافی ہے ؛

۱۳۔ یورپ کے ایک پروفیسر بینوسی نے معلوم کیا ہے۔ کہ
جھوٹ بولنے کے وقت انسان کا ایک سانس چھوٹا اور
ایک بڑا ہو جاتا ہے۔ دونو سانس برابر نہیں رہتے۔ پروفیسر
صاحب نے اس کو اس طرح آزمایا ہے کہ کچھ تصویروں
والے کارڈ اپنے شاگردوں میں بانٹ دیئے۔ اور اُن
سے کہا۔ کہ وُہ ہر ایک کارڈ کی تصویر کا حال نہیں
بتائیں اور کچھ لڑکوں کو کہہ دیا۔ کہ تُم جھوٹ موٹ کچھ کا کچھ
کہنا تصویر لگتی کی ہو۔ تم گدھے کی بتلانا غرض اسی طرح
سب کچھ جھوٹ بتانا اس کے بعد پروفیسر صاحب نے سب
لڑکوں سے تصویروں کا حال پوچھنا۔ اور کسی خاص آلہ سے
اُن کے سانس کو ناپنا شروع کیا۔ آخر معلوم ہوا کہ سچ
بولنے والے اور جھوٹ بولنے والے لڑکوں کے سانسوں

میں بہت بڑا فرق ہے ۔ اگر پروفیسر صاحب کی یہ دریافت عام ہوگئی تو عدالتوں میں جھوٹے گواہوں کی دال نہ گل سکے گی ۔ اور اسکولوں کے لڑکے بھی استادوں کے سامنے کام نہ کرنے کے جھوٹے بہانے نہ کر سکیں گے ؛

بنی نوعِ انسان کی اصلاحِ اخلاق کیلئے

علومِ مفیدہ اور تہذیب تمدن کے تمام لوازمات کے علاوہ
ہر قسم کے دینی و دنیوی، علمی و ادبی، اور اخلاقی و مجلسی مضامین کا

لاجواب تحفہ

المعروف بہ

افضل الاخلاق

مؤلفہ و مرتبہ

مولوی بدر الدین بدر جالندھری

ناشران

باہتمام۔

سید حبیب الرحمٰن

عزیز پبلیکیشنز 501 گلی مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶